17 نومبر 2014، کوئٹہ: ایچ آر سی پی نے
''یوتھ فیسٹیول'' کا اہتمام کیا

11 نومبر 2014، اسلام آباد: ایچ آر سی پی نے ''اذیت رسانی پر مشاورت'' کا اہتمام کیا

واہگہ بارڈر پر حملہ قابل مذمت ہے: شہریوں کے تحفظ کے لیے موثر حکمتِ عملی اپنائی جائے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے بروز اتوار واہگہ بارڈر پر خودکش بم دھماکے میں انسانی جانوروں کے ضیاع پر شدید افسوس کا اظہار کیا ہے۔

پیر کو جاری ہونے والے ایک بیان میں کمیشن نے کہا: ایچ آر سی پی کو واہگہ بارڈر پر اتوار کے دن ہونے والی متعدد ہلاکتوں پر شدید دکھ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حملے کا بنیادی مقصد شہریوں کو خوفزدہ اور دہشت زدہ کرنا تھا۔ اگر صوبے میں امن وامان کے ذمہ دار افسر کی خودکش حملوں کی روک تھام میں حائل رکاوٹوں کے بارے میں دیا جانے والا بیان اسٹیبلشمنٹ کا موقف سمجھا جائے تو اس سے محض عوام میں عدم تحفظ کے احساسات میں اضافہ ہوگا۔ ایچ آر سی پی کے خیال میں اس طرح کے بیانات بے سود ہوتے ہیں۔

سکیورٹی ایجنسیوں کی جانب سے ایک دوسرے پر ذمہ داری منتقل کرنے سے ان پر لوگوں کے اعتماد کو ٹھیس پہنچے گی اور باشعور دانشوروں کو چاہیئے کہ وہ لوگوں کو تشدد اور دہشت گردی کی کاروائیوں سے تحفظ فراہم کرنے کے لئے موثر انداز فکر اپنائیں۔ دہشت گردی کے متعدد واقعات سے پہلے حملوں کی پیشگی دھمکیاں دی گئیں۔ یہ صورتحال دہشت گردوں کی نگرانی اور تعاقب کے نظام میں پائی جانے والی خامیوں کو ظاہر کرتی ہے۔

انتہا پسند جنگجوؤں کے خلاف جاری آپریشن اور انہیں شدید نقصان پہنچانے کے دعوؤں کے باوجود یہ امر باعث تشویش ہے کہ دہشت گرد اب بھی شہریوں کی ایک بڑی تعداد کو نشانہ بنانے اور انہیں ہلاک کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ ملک میں امن قائم کرنے اور شہریوں کو تحفظ فراہم کرنے کے لئے حکام کو اپنی حکمت عملی میں ان تمام عوامل پر غور کرنا چاہئے اور شہریوں کو یہ بتانا چاہئے کہ انہوں نے پرتشدد کارروائیوں کو روکنے اور خودکش حملوں اور دیگر دہشت گردی کی دیگر کارروائیوں کا ارتکاب کرنے والوں کا مقابلہ کرنے کے لیے کیا لائحہ عمل طے کیا ہے۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 03 نومبر 2014]

مبینہ بے حرمتی کے الزام پر مسیحی میاں بیوی کا قتل قابل مذمت ہے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے کوٹ رادھا کشن کے ایک بھٹے پر مشتعل ہجوم کے ہاتھوں ایک مسیحی جوڑے کے قتل کی شدید مذمت کی ہے۔ مقتول میاں بیوی اُسی بھٹے پر کام کرتے تھے۔ بعدازاں جوڑے کی لاشوں کو بھٹے میں آگ لگا کر جلا دیا گیا تھا۔

علاقہ میں بھیجی گئی فیکٹ فائنڈنگ ٹیم کے ابتدائی مشاہدات کے بعد، کمیشن نے کہا: ''ایچ آر سی پی کو مسیحی جوڑے اور ان کے نامولود بچے کے بہیمانہ قتل سے ملنے والا دکھ ناقابل بیان ہے۔ دردناک قتل کے مقام پر جانے والی ایچ آر سی پی کی ٹیم کو قرآن پاک کی بے حرمتی کے کوئی شواہد نہیں ملے۔

یوں لگتا ہے کہ مقتول شہزاد کا معاوضہ جات یا رقم کی پیشگی ادائیگی کی وصولی کے معاملے پر بھٹہ مالک کے ساتھ تنازعہ چل رہا تھا۔ مذکورہ رقم بھٹہ مالک نے مسلمان مزدوروں کے دو خاندانوں کو ادا کی تھی اور وہ فرار ہوگئے تھے۔ بھٹہ مالک نے شہزاد سے مطالبہ کیا کہ وہ مفرور خاندانوں کو دی گئی رقم واپس کرے کیونکہ اُسی نے مالکان سے ان کا تعارف کروایا تھا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شہزاد اور اس کی بیوی شمع کو بھٹہ پر شدید پیٹا گیا اور ایک کمرے میں بند کر دیا گیا تھا۔ بعض گواہوں کے مطابق شہزاد کی موت تشدد کے دوران ہوگئی تھی۔ اس کے کچھ ہی دیر بعد، جب نزدیکی دیہاتوں میں مبینہ بے حرمتی کی افواہ پھیلائی گئی اور مساجد کے لاؤڈ سپیکروں کے ذریعے اعلانات کیے گئے تو سینکڑوں افراد کا ہجوم بھٹے کی طرف رواں دواں ہوا۔

دریں اثناء، ایک قریبی پولیس چوکی سے چار پولیس اہلکار بھٹے پر پہنچے اور تقاضا کیا کہ میاں بیوی کو ان کے حوالے کر دیا جائے ورنہ بھٹے کی طرف بڑھنے والا ہجوم ان کو مار ڈالے گا۔ تاہم ایچ آر سی پی کی ٹیم کو یہ معلوم ہوا کہ بھٹہ مالکان نے اپنے ملازمین

فہرست

واہگہ بارڈر پر خودکش حملہ، 60 افراد جاں بحق	6
کسانوں کی بھی سنئے	7
ایچ آر سی پی ٹاسک فورس مکران کے اکتوبر 2014ء کے ماہانہ اجلاس کی رپورٹ	8
جمہوریت، ترقی اور امن کے لیے آزادانہ، منصفانہ اور شفاف انتخابات کی اہمیت	9
صحت	15
اقلیتیں	17
قانون نافذ کرنے والے ادارے	18
تعلیم	19
معاشی جائزہ	21
خودکشی کے واقعات	31
اقدام خودکشی کے واقعات	34
کاری، کارو کہہ کر مار ڈالا	36
جنسی تشدد کے واقعات	37
بچے	40
عورتیں	41
انتہا پسندی کی روک تھام اور رواداری کے فروغ کے لیے منعقدہ تربیتی ورکشاپس کی رپورٹس	43
جہد حق پڑھنے والوں کے خطوط	50

15 نومبر 2014:صوبوں میں معلومات کے حصول کے نظام پر مشاورت

کو ہدایت کی کہ مقتولین کو پولیس کے حوالے نہ کیا جائے۔اس کے علاوہ پولیس اہلکاروں کو بھٹے پر مارا پیٹا بھی گیا۔

ایچ آر سی پی تاحال پولیس کے مطابق واقعے کی تفصیلات کے حوالے سے پولیس کا بیان حاصل کرنے کی کوشش میں ہے۔ڈی پی او نے کہا ہے کہ پولیس تفتیش کر رہی ہے اور چالیس لوگ گرفتار کیے جا چکے ہیں جن میں بھٹہ مالک بھی شامل ہے۔

ایچ آر سی پی کسی بھی طریقے سے تفتیش پر اثرانداز نہیں ہونا چاہتا لیکن وہ انسانوں کے اس بہیمانہ قتل پر اپنے غم وغصے کا اظہار کرتے ہوئے یہ کہنا چاہتا ہے کہ جیسے ہی ان مسیحی میاں بیوی پر قرآن پاک کی بے حرمتی کا الزام لگا تو ان کو شک کا فائدہ ملنے کا کوئی امکان ختم ہوگیا۔ان کے مذہبی عقیدے نے بھی ظاہری طور پر ان کی جانوں کے لیے خطرات بڑھائے۔ایچ آر سی پی سنجیدگی سے یہ امید کرتا ہے کہ ارباب اقتدار اس پہلو پر بھی توجہ دیں گے اور یہ افسوسناک واقعہ ان کو تمام شہریوں کی زندگی کی حفاظت کے ریاستی فرض کو پورا کرنے کی ایک بار پھر یاد دہانی کرائے گا۔پولیس کا جائے وقوعہ پر پہنچ جانے کے باوجود مقتول میاں بیوی کو بچانے سے قاصر رہنا ریاست کی گھٹتی ہوئی عملداری کی واضح عکاسی کرتا ہے۔وہ تمام افراد چاہے وہ بھٹے پر تھے یا آس پاس کے گاؤں میں، جنہوں نے مقتولین کے خلاف تشدد پر لوگوں کو اکسایا اور جنہوں نے پولیس کو انہیں بچانے سے روکا ان سب کو انصاف کے کٹہرے میں لایا جانا اشد ضروری ہے۔بھٹہ مزدوروں کا استحصال اس بھیانک واقعے کے پس منظر کا اہم حصہ ہے اور ایچ آر سی پی یہ امید اور مطالبہ کرتا ہے کہ ان شہریوں کا قتل غلامی سے ملتے جلتے ان طریقوں کے بغیر بلا تاخیر خاتمے کی کوششوں کی اساس بنے گا جن کے خاتمے کا آئین میں وعدہ کیا گیا ہے۔

[پریس ریلیز۔لاہور۔05 نومبر 2014]

کسان کنونشن

زرعی اصلاحات اور کسانوں کے حقوق تسلیم کیے جائیں

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق HRCP کے زیر اہتمام ملتان میں منعقد ہونے والے تیسرے کسان کنونشن نے مطالبہ کیا ہے کہ زرعی اصلاحات کے راستے میں حائل تمام رکاوٹوں کو دور کیا جائے۔کھیت مزدوروں کے حقوق کے تحفظ کے لئے مناسب قانون بنایا جائے اور زرعی شعبے کو درپیش مسائل سے نمٹنے کے لئے پانچ سالہ منصوبہ تیار کیا جائے۔

ملتان میں گزشتہ روز منعقد ہونے والے سالانہ کسان کنونشن میں ملک کے مختلف حصوں سے تعلق رکھنے والی کسان تنظیموں، کسان دوست اور انسانی حقوق کے کارکنوں نے کسان کو درپیش مسائل کا جائزہ لیا۔شرکاء نے گزشتہ 2 سالہ کسان کنونشن کی سفارشات کی توثیق کرتے ہوئے ملک کے کسانوں کے مطالبات کو نئی شکل دی۔25 نکاتی ملتان اعلامیہ منظور کیا جس سے اگلے سال کسانوں کے حقوق کے تحفظ کی جدوجہد کے خدوخال واضح کیے گئے۔کنونشن کے مرتب کردہ مطالبات کردہ مطالبات حسب ذیل ہیں۔

مطالبات:

1- سرکاری زمین بے زمین کسانوں میں تقسیم کی جائے۔

2- بے زمین ہاری فی خاندان کو 15 ایکڑ زمین دی جائے۔

3- کھیت مزدور عورتوں میں سرکاری زمین مردوں کے برابر تقسیم کی جائے۔

4- 1977 کے زرعی قانون میں ترامیم کی جائیں۔

5- زرعی اصلاحات کی راہ میں حائل تمام رکاوٹوں کو دور کر کے زرعی اصلاحات کے لیے ضروری قانون سازی ہنگامی بنیادوں پر کی جائے۔

6- شعبہ زراعت کی ترقی کے لئے 5 سالہ زرعی منصوبے کا اعلان کیا جائے۔

7- کسانوں میں مضبوط تنظیم سازی کے عمل کو مزید مضبوط کیا جائے۔

8- ILO کے توثیق شدہ کنونشن کے مطابق کھیت مزدوروں کو یونین سازی اور معقول اجرت کا حق دیا جائے۔

9- کھیت مزدوروں، صنعتی مزدوروں کے مساوی حقوق تسلیم کیے جائیں۔

10- کھیت مزدوروں کے بچوں کو پرائمری سے اعلیٰ تعلیم مفت فراہم کی جائے۔

11- کھیت مزدور/ عورتوں بچوں کو طبی سہولیات فراہم کی جائیں۔

12- سیلاب زدہ، جنگ زدہ اور بارڈر ایریا میں رہنے والے کھیت مزدوروں کا اقتصادی تحفظ کیا جائے۔

13- کم اراضی رکھنے والے مالکان کو درکار تمام سہولیات مہیا کی جائیں۔

14- مہنگائی کے تناسب سے فصل کے ریٹ مقرر ہونے چاہئیں۔

15- چھوٹے کاشتکاروں کی فصلات کی انشورنس کا بندوبست کیا جائے۔

16- کھیت سے منڈی تک پختہ سڑک اور ٹرانسپورٹ کی فراہمی کو یقینی بنایا جائے۔

17- جن چھوٹے کاشتکاروں کی زمین دریا برد ہوگئی ہیں۔ انہیں متبادل سرکاری رقبہ الاٹ کیے جائیں۔

18- زرعی اراضی کو رہائشی کالونیوں میں تبدیل کرنے پر کسانوں کو معاوضے دیئے جائیں۔

19- جعلی الاٹمنٹوں پر عدالتی کمیشن بنایا جائے اور تحقیقات کرائی جائیں اور قدیم آباد کار لوگوں کو ان کا حق واپس دلایا جائے۔

20- سندھ اور بلوچستان میں جاگیرداروں کے قبضہ کرنے کی کاروائیوں کی روک تھام کی جائے۔اور ہاریوں کے لئے رہائشی کالونیاں بنائی جائیں۔

21- بلوچستان کا ریونیو ریکارڈ کمپیوٹرائز ہونا چاہئے۔

22- نہری پانی کی مساوی تقسیم ہونی چاہئے۔اپر پنجاب کی نسبت جنوبی پنجاب میں نہری پانی کا وقت کم ہے۔جس کی لازمی تحقیق ہونا چاہئے۔

23- جن علاقوں میں دریا اور نہری پانی دستیاب نہیں ہے۔ رودکوہیوں کے نظام کو بہتر کیا جائے۔وہاں پر لازمی ڈیم بنائے جائیں۔

24- مزارعین کا نام ریونیو ریکارڈ میں لازمی طور پر درج کیا جائے۔

25- اوکاڑہ، خانیوال اور دیگر علاقوں میں ملٹری یا سیڈ فارموں کی اراضی کی ملکیت عرصہ دراز سے قابض مزارعین کو منتقل کی جائے۔

آئندہ کیلئے حکمت عملی

شرکاء کنونشن نے اتفاق رائے سے اپنے مستقبل کے لائحہ عمل کو درج نکات پر استوار کرنے کی منظوری بھی دی۔

☆زرعی اصلاحات کے نفاذ کی جدوجہد مختلف سطحوں جاری

رکھی جائے گی صوبائی حکومتوں اور عوامی نمائندگان پر دباؤ ڈالا جائے گا کہ وہ زرعی اصلاحات کی مخالف نہ کریں بلکہ اصلاحات کیلئے منصوبہ بندی کریں۔ سپریم کورٹ سے درخواست کی جائے کہ وہ زرعی اصلاحات کے بارے میں دائر مقدمہ کا جلد فیصلہ کرے

☆ کنونشن میں شامل تمام تنظیمیں اور کارکن اپنے اپنے علاقوں میں کسانوں اور کھیت مزدوروں کی نئی تنظیمیں قائم کرنے کی بجائے پہلے سے قائم تنظیموں کو فعال بنانے میں اہم کردار ادا کریں گے۔

☆ ہر سال 17 اپریل کو کسانوں کی جدوجہد کا بین الاقوامی دن منایا جائے گا۔

☆ کسان تنظیمیں ملک میں جمہوری نظام، شہریوں کی مساوی حیثیت عورتوں، بچوں کے حقوق کا تحفظ کے لیے جدوجہد جاری رکھیں گی۔

☆ کسان تنظیمیں میڈیا کی مدد سے اپنی تحریک کو آگے بڑھائیں گے۔

☆ لوکل باڈیز میں کسانوں کی نمائندگی کو یقینی بنایا جائے گا۔

☆ HRCP ایک ٹاسک فورس گروپ قائم کرے گا۔ جو زرعی شعبہ سے وابستہ آبادی کے مسائل بے زمین کسان کھیت مزدور، زرعی اراضی الاٹ منٹ مزارعیت، مالیہ اور زرعی اصلاحات کے قوانین کا جائزہ لے گا۔ کسان تنظیموں سے مسلسل رابطہ رکھے گا اور کسانوں کو درپیش مشکلات کا جائزہ لے گا۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 19 نومبر 2014]

لازمی تعلیم کی فراہمی کو یقینی بنانے کے لئے اقدامات کئے جائیں

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے زور دیا ہے کہ ہر بچے کو لازمی اور عالمگیر تعلیم کی فراہمی کو یقینی بنانے کے لیے فوری اقدامات کئے جائیں جس کی پاکستان کے آئین کے آرٹیکل 25 اے میں ضمانت دی گئی ہے

یہ مطالبہ ایچ آر پی کی جانب سے لاہور میں منعقد کردہ ایک مشاورتی اجلاس میں کیا گیا جس کا مقصد پاکستان بھر میں عالمگیر تعلیم کی صورتحال پر بحث کرنا اور ہر بچے کے سکول میں داخلے کے امکانات اور اس حوالے سے درپیش چیلنجوں کی نشاندہی کرنا تھا۔ شرکاء نے واضح کیا کہ پاکستان میں سکول سے باہر پرائمری سکول جانے کی عمر کے بچوں بالخصوص لڑکیوں کی شرح بہت زیادہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ ملک کی شرح خواندگی مایوس کن ہے جبکہ زندہ رہنے اور سکولوں میں داخلے کی شرح بھی انتہائی کم ہے۔ تقریب کے شرکاء میں ڈاکٹر اے ایچ نیئر، عمران خان (الف اعلان)، ڈاکٹر طارق رحمان (بی این یو)، علی قاسمی (لمز)، بائیلہ رضا جمیل (ادارہ تعلیم و آگاہی) اور سندھ، بلوچستان اور خیبر پختونخوا کے ماہر تعلیم شامل تھے۔

بحث کا مرکزی موضوع صوبائی قانون سازی اور عالمگیر تعلیم سے متعلق قوانین کا نفاذ، صنفی مساوات اور عالمگیر تعلیم کے حصول میں مدرسوں کا کردار تھا۔ شرکاء نے مطالبہ کیا ہے کہ تعلیم کے لیے زیادہ بجٹ مختص کرنے کے علاوہ اس بجٹ کے موثر استعمال کی صلاحیت میں بھی اضافہ کیا جائے تا کہ مستحکم ترقیاتی اہداف اور سرعت پذیر کے اہداف حاصل کئے جاسکیں۔ اجلاس میں اس بات پر زور دیا گیا کہ حکومت، متفکر شہریوں، این جی اوز اور میڈیا کو ایک دوسرے کے قریب لانے کے لیے عوام کو متحرک کیا جائے تا کہ سکول جانے کی عمر کے تمام بچوں کو سکولوں میں داخل کروا کران کے تعلیم کے حق کو یقینی بنایا جاسکے۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 31 اکتوبر 2014]

ویڈیوگرافی کا مقابلہ: انعامات کی تقسیم

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے 28 نومبر کی شام کو ایوانِ جمہور میں پنجاب کی یونیورسٹیوں اور کالجوں کے مابین ویڈیوگرافی کے مقابلے کا انعقاد کیا اور انعامات تقسیم کیے۔ پنجاب کی یونیورسٹیوں اور کالجوں کو مدعو کیا گیا تھا کہ وہ انسانی حقوق کے موضوعات پر اپنے طالبعلموں کی بنائی ہوئی ویڈیوز پیش کریں۔ خواتین، بچے، اقلیتیں اور جمہوری ترقی کے موضوعات پر ویڈزیو پیش کرنے کی دعوت دی گئی تھی۔ تین موضوعات پر پیش کی گئی ویڈیو کو مقابلے کے لیے چُنا گیا۔ تین سے پانچ منٹ، پانچ سے دس منٹ اور دس اور اس سے زائد منٹوں کے دورانیے پر منی ویڈیو تھیں۔

پہلا انعام درج ذیل اداروں نے جیتا تھا:۔

1۔ بیکن ہاؤس نیشنل یونیورسٹی: خواتین کا موضوع
2۔ اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور: اقلیتوں کا موضوع
3۔ نیشنل کالج آف آرٹس: بچوں کا موضوع

جمہوری ترقی کے موضوع پر کسی کو پہلا انعام نہیں مل سکا کیونکہ اس موضوع پر صرف دو ویڈزیو پیش کی گئیں جن میں سے کوئی بھی موضوع سے متعلق نہیں تھی۔

مقابلے میں درج ذیل اداروں نے حصہ لیا تھا۔

پنجاب یونیورسٹی، بیکن ہاؤس نیشنل یونیورسٹی، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، لاہور کالج آف ویمن یونیورسٹی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد، نیشنل کالج آف آرٹس، فورمین کرسچن کالج، یونیورسٹی آف سنٹرل پنجاب، پنجاب گروپ آف کالجز۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 28 نومبر 2014]

جہد حق پڑھنے والے توجہ کریں

- آپ نے اس شمارہ کا مطالعہ کیا
جو خامیاں/ کمزوریاں آپ کو نظر آئی ہوں۔ ان کی نشاندہی خط کے ذریعے سے کیجئے۔
- آپ بھی اپنے علاقے میں ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹ/اطلاع ہمیں اس رسالہ میں چھپنے والا رپورٹ فارم پُر کر کے بذریعہ ڈاک روانہ کر سکتے ہیں۔ حقائق اچھی طرح سے تصدیق کر کے لکھیں۔
- ہر شمارہ کی قیمت مبلغ =/5 روپیہ ہے
- سالانہ خریداروں کے لیے =/50 روپیہ ایسے خریدار پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (Human Rights Commission of Pakistan) کے نام صرف =/Rs.50 کا منی آرڈر یا ڈرافٹ (چیک قبول نہیں کیا جائے گا) ہمارے ہیڈ آفس کے پتہ پر روانہ کریں۔ پتہ یہ ہے:

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

''ایوان جمہور'' 107 - ٹیپو بلاک،

نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

HRCP کارکن متوجہ ہوں

'''جہد حق'' کے لیے رپورٹ فارم کے مطابق کوائف پر مبنی رپورٹیں، خبریں، تصاویر اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق دیگر مواد مہینے کے تیسرے ہفتہ تک پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مرکزی دفتر میں پہنچ جانا چاہیے تا کہ یہ اگلے شمارے میں شائع کیا جاسکے۔

جہد حق کا تازہ شمارہ اور پچھلے شمارے اب ویب سائٹ پر بھی موجود ہیں۔ پتہ:

www.hrcp-web.org

واہگہ بارڈر پر خودکش حملہ
60 افراد جاں بحق

لاہور واہگہ بارڈر کے پریڈ کے مقام کے داخلی راستے پر ہوئے تباہ کن خودکش حملے میں تین رینجرز کے اہلکاروں، دس خواتین اور سات بچوں سمیت 60 افراد ہلاک ہو گئے، جبکہ 110 سے زیادہ افراد زخمی ہوئے ہیں۔ڈان نیوز کے مطابق دھماکا واہگہ بارڈر پر پاکستان گیٹ کے قریب کمرشل ایریا میں موجود ایک تندور میں اس وقت ہوا جب لوگ معمول کی روایتی پریڈ دیکھنے کے بعد گھروں کو جا رہے تھے۔آئی جی پنجاب مشتاق سکھیرا نے ابتدائی معلومات کی بنیاد پر اسے خودکش حملہ قرار دیا۔انہوں نے مقامی میڈیا سے بات چیت میں بتایا کہ دھماکے کی جگہ سے بال بیرنگ بھی ملے ہیں۔سکھیرا کے کہنا تھا کہ پولیس کو پہلے سے انٹیلی جنس معلومات تھیں کہ شہر میں کوئی بڑا واقعہ پیش آ سکتا ہے۔

(نامہ نگار)

مزید پانچ تشدد شدہ لاشیں برآمد

کراچی 3 نومبر کو پاکستان کے سب بڑے شہر کراچی میں ایک ویران علاقے سے پانچ تشدد شدہ لاشیں ملی ہیں، جن کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔اس کے ساتھ ہی حالیہ دنوں میں کراچی سے ملنے والی لاشوں کی تعداد آٹھ ہوگئی ہے۔کراچی سمیت ملک کے بڑے شہروں میں موبائیل فون سروس کی معطلی کے دوران مقامی ٹی وی چینلز پر نادرن بائی پاس سے یہ لاشیں برآمد ہونے کی خبر سامنے آئی۔موچکو پولیس نے یہ لاشیں سول ہسپتال پہنچائی بعد میں یہ معلوم ہوا کہ یہ لاشیں منگھو پیر تھانے کی حدود سے برآمد ہوئی ہیں۔اس سے پہلے ملنے والی لاشوں کے بارے میں بھی یہ ہی موقف سامنے آتا رہا ہے۔سول ہسپتال کے ایم ایل او کا کہنا ہے کہ ہلاک ہونے والوں کی عمر 20 سے 40 سال کے درمیان ہے، جن کے ہاتھ پیچھے بندھے ہوئے تھے اور انھیں سر اور سینے میں گولیاں مار کر ہلاک کیا گیا ہے۔ہلاک ہونے والوں نے قمیض شلوار پہنے ہوئے تھے جن میں سے بعض بڑے گھیر والی شلوار میں ملبوس ہیں۔رات گئے تک کسی کی بھی شناخت نہیں ہوسکی تھی جس کے باعث لاشیں ایدھی سرد خانے میں منتقل کردی گئی ہیں۔واضح رہے کہ ایک ہفتے کے اندر نادرن بائی پاس سے تشدد شدہ آٹھ لاشیں مل چکی ہیں، 27 اکتوبر کو بھی اسی طرح تین لاشیں ملی تھیں جن کے بارے میں وائس فار بلوچ مسنگ پرسنز کے وائس چیئرمین قدیر بلوچ کا دعویٰ تھا کہ وہ جبری لاپتہ بلوچ کارکنوں کی ہیں۔

(نامہ نگار)

29 نومبر لاہور: ایوان جمہور میں ایچ آر سی پی کے عملہ کی ’’صلاحیت سازی ورکشاپ کا انعقاد کیا گیا

بس پر فائرنگ، آٹھ ہزارہ شیعہ ہلاک

کوئٹہ 23 اکتوبر کو بلوچستان کے دارالحکومت کوئٹہ میں نامعلوم مسلح افراد کی ایک بس پر فائرنگ کے نتیجے میں شیعہ مسلک سے تعلق رکھنے والی ہزارہ برادری کے آٹھ افراد ہلاک اور ایک شخص زخمی ہوگیا۔کوئٹہ میں قمبرانی روڈ پر پولیس حکام کے مطابق ایف سی کے قافلے پر بم حملے میں دو افراد ہلاک اور 14 زخمی ہوگئے ہیں۔ایس پی سریاب روڈ عمران شیخ کے مطابق دھماکے کا ہدف ایف سی کی پیٹرولنگ گاڑیاں تھی تاہم وہ اس دھماکے میں محفوظ رہی اور زخمی ہونے والے افراد میں راہ گیر اور قریبی دکانوں میں کام کرنے والے افراد ہیں۔قمبرانی روڈ پر پیش آنے والے واقعے میں زخمی ہونے والے افراد میں سے چار کی حالت تشویشناک ہے۔پولیس حکام کا کہنا ہے کہ ہزارہ ٹاؤن سے تعلق رکھنے والے افراد قریبی فروٹ منڈی سے خریداری کے بعد ایک بس میں واپس جا رہے تھے کہ ہزار گنجی کے قریب موٹر سائیکل سوار نامعلوم مسلح افراد نے ان پر فائرنگ کر دی۔ایس ایچ او تھانہ شالکوٹ جہانگیر نے بی بی سی سے بات کرتے ہوئے بتایا کہ فائرنگ کے نتیجے میں 8 افراد ہلاک اور ایک شخص زخمی ہوگیا۔کوئٹہ پولیس کے سربراہ عبدالرزاق چیمہ نے بی بی سی سے بات کرتے ہوئے بتایا کہ کچھ عرصہ قبل اسی نوعیت کے ایک واقعے کے بعد پولیس نے حفاظتی منصوبہ بنایا تھا جس میں فروٹ منڈی خریداری کے لیے جانے والے ہزارہ برادری کے افراد کو پولیس کی حفاظت میں منڈی اور پھر وہاں سے واپس پہنچایا جاتا تھا۔انھوں نے کہا کہ جمعرات کو بھی جن افراد نے پولیس کو آگاہ کیا تھا انھیں پولیس سکواڈ میں بحفاظت واپس ہزارہ ٹاؤن پہنچایا گیا لیکن ہلاک ہونے والے افراد نے منڈی جانے کے بعد میں پولیس کو آگاہ نہیں کیا تھا۔رواں ماہ کے پہلے ہفتے میں بھی کوئٹہ کے شیعہ اکثریتی علاقے ہزارہ ٹاؤن میں ایک خودکش حملے میں 6 افراد ہلاک اور 15 زخمی ہوگئے تھے۔گذشتہ ہفتے ہی ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان نے بلوچستان میں مذہبی شدت پسندی میں اضافے پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ ایک منصوبہ بندی کے تحت مذہبی شدت پسندی کے لیے جگہ پیدا کی جا رہی ہے۔کوئٹہ میں گذشتہ کئی سالوں سے شیعہ ہزارہ کو ٹارگٹ کیا جا رہا ہے۔صوبہ بلوچستان میں شیعہ ہزارہ برداری کو گزشتہ کئی سالوں سے شدت پسندی کے واقعات میں نشانہ بنایا جا رہا ہے۔پاکستان میں حقوقِ انسانی کے لیے سرگرم ادارے ہیومن رائٹس کونسل آف پاکستان کے مطابق 1999 سے 2012 تک تیرہ برس کے عرصے میں آٹھ سو شیعہ ہزارہ ہلاک کیے گئے جبکہ 2013 کے ابتدائی چند ہفتوں میں ٹارگٹ کلنگ اور بم دھماکوں میں دو سو سے زائد افراد کی جان گئی۔2013 میں ہزارہ برادری کی تنظیم ہزارہ قومی جرگہ اور شیعہ تنظیم قومی یکجہتی کونسل کے اعداد و شمار کے مطابق جان و مال کو درپیش خطرات کی وجہ سے 1999 سے لے کر فروری 2013 تک تقریباً دو لاکھ ہزارہ بلوچستان چھوڑ کر پاکستان کے دیگر شہروں میں منتقل ہوئے یا پھر ملک چھوڑنے پر مجبور ہوئے ہیں۔

(نامہ نگار)

کسانوں کی بھی سنئے

آئی۔اے۔رحمٰن

ملک بھر کے کسان ریاستی زمین بے زمین کسانوں کو فوری طور پر الاٹ کرانا چاہتے ہیں

اقتدار کے بھوکے، جھگڑالو سیاستدانوں کے اودھم کے باوجود ملک کے کسان گزشتہ چند ہفتوں کے دوران عام لوگوں کی توجہ حاصل کرنے میں کامیاب رہے ہیں۔ یہ ان کا حق ہے کہ ان کی بات سنی جائے، اس پر توجہ دی جائے۔

بہت سے شہروں خصوصاً پنجاب کے شہروں میں کسانوں نے روئی کی قیمتوں، پانی کی کمی، قدرتی آفات سے متاثرہ افراد کو امداد نہ ملنے اور زمین پر کاشتکاروں کے حق کو تسلیم کرنے سے انکار کے خلاف احتجاجی مظاہرے کئے۔ ملک کے ایک بڑے حصے میں بیک وقت ہونے والے ان وسیع تر مظاہروں سے دیہی علاقوں کے غریب طبقہ میں موجود بے چینی کی کیفیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اور اس کی وجوہات کے بارے میں جاننا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

ہماری ساٹھ فیصد سے زائد آبادی کا انحصار زراعت پر ہے اور 43.7 فیصد دیہی مزدور زراعت کے شعبہ سے منسلک ہیں۔ زراعت کا شعبہ ہمارے جی ڈی پی کا تقریباً بیس فیصد مہیا کرتا ہے اس سے یہ تصور کرنا ناممکن نہیں کہ ان حالات کے کیا نتائج ہو سکتے ہیں جن کے خلاف کسانوں نے مظاہرے کئے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے کسان کس قسم کے جمود کی حالت کا سامنا کر رہے ہیں۔ جب حالیہ اکنامک سروے کے مصنفین یہ کہتے ہیں کہ اگر ہماری زراعت نے لوگوں کی زندگیوں کو بہتر بنانا ہے اور ملک کی عمومی معیشت کو بہتری کے راستے پر ڈالنا اور ملک کو خوشحال بنانا ہے تو پھر پاکستانی زراعت میں بنیادی تبدیلیاں کرنا بے حد ضروری ہے۔ اس فقرے سے یہ احساس ابھرتا ہے کہ حکومت زراعت کی اساسی اور دوررس تنظیم نو کی مخالف نہیں ہے۔ تاہم زمینی حقائق ایسی امیدوں کی نشاندہی نہیں کرتے۔

ایک بات تو طے ہے کہ خوراک کے عدم تحفظ میں اضافہ ہر ایسے بااختیار فرد میں بے چینی ضرور پیدا کرے گا جس کا ضمیر مردہ نہیں ہے۔ فوڈ سکیورٹی اینلیسس 2013ء کے مطابق یقینی طور پر تقریباً 50.6 فیصد آبادی کیلورک انرجی کی کمی کا شکار ہے۔ اس حوالے سے بلتستان، فاٹا، بلوچستان اور سندھ میں صورتحال بے حد تشویشناک ہے۔ اس کے علاوہ ریکارڈ پر ایسا کچھ بھی نہیں ملتا جس سے ظاہر ہوتا ہو کہ زمین کی ملکیت کے مسخ شدہ معیار اور سانحے کی وجہ سے پیدا ہونے والی زمین ہتھیانے کی بھوک کے مسئلہ کو طے کر لیا گیا ہے یا اس مسئلہ کو طے کرنے کا معاملہ حکومت کے ایجنڈے پر ہے بھی یا نہیں۔ کسانوں کے نکتہ ءنظر سے پاکستان کی غربت اور اس کے اقتصادی آلام کی بنیادی وجہ ہی یہ ہے۔

کسانوں کی داستان کے ایک حصے کا تعلق انہیں زمین کی ملکیت منتقل کرنے کی برسوں پرانی جدوجہد سے ہے وہ زمین جس پر ان کی ملکیت کا استحقاق ختم ہو گیا تھا اور جس پر وہ نسل در نسل کاشتکاری کرتے رہے تھے۔ کسانوں کے مقدمے کا فیصلہ اوکاڑہ، خانیوال اور ملتان کے اضلاع میں نام نہاد ملٹری اور سیڈ فارموں پر ہوا اور اسی سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسانوں کی حقیقی شکایات کا ازالہ کرنے میں حکومت کس قدر سنجیدہ ہے۔

بڑے قطعات اراضی پر قابض یہ مزارعین ایک عشرے سے حکام سے الگ تھلگ تھے۔ اس عرصے کے دوران یہ مزارعین ''مالکان'' کو فصل کا حصہ نہیں دیتے رہے اس کی وجہ یہ تھی کہ مزارعین انہیں بطور مالک پہچانتے ہی نہیں تھے۔ نتیجتاً وہ بہت بہتر فصلیں حاصل کر رہے تھے اور یوں ان کا معیار زندگی کافی بہتر ہو گیا تھا۔ ان کی بعض بستیاں تو ماڈل گاؤں نظر آتے تھے جن میں منصوبے کے تحت مکانات اور گلیاں تعمیر کئے گئے تھے ان میں سکول (خصوصاً لڑکیوں کے) کمیونٹی مراکز تھے اور ان بستیوں میں پانی/بجلی کی سہولتیں بھی دستیاب تھیں۔

> ملک بھر کے کسان متفق ہیں کہ زرعی اصلاحات کی جائیں اور تمام سرکاری اراضی فوری طور پر بے زمین کسانوں میں تقسیم کی جائے۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ حکومت ان موروثی مزارعین سے آبیانہ وصول کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتی حالانکہ مزارعین آبیانہ ادا کرنے کے لیے تیار ہیں۔ یہ ایک بے نظیر مثال ہو گی کہ حکومت بغیر کسی وجہ کے اپنے محصول یا ٹیکس سے دستبردار ہو جائے۔

''ملکیت یا موت'' وہ نعرہ ہے جو عمومی طور پر ان آبادیوں میں سنائی دیتا ہے لیکن حکومت یہ دھوکا دیتے ہوئے نہیں چوکتی کہ وہ یہ نعرہ سن ہی نہیں رہی۔ پنجاب کے وزیر اعلیٰ نے ایک سے زائد بار وعدے کئے کہ مزارعین کے مطالبات جلد ہی تسلیم کر لئے جائیں گے۔ اگر اسی طرح لیت و لعل سے کام لیا جاتا رہا تو وزیر اعلیٰ انتہائی سنجیدہ مسائل کو دعوت دیں گے۔

کسانوں اور مزارعین کے ساتھ اگر کوئی بیٹھ جائے تو ان سے بہت کچھ سننے کو ملتا ہے جو پالیسی سازوں کے لیے سودمند ہو سکتا ہے۔ بڑی تعداد میں کاشتکار آبپاشی کے لئے پانی کی کمی کی شکایت کرتے ہیں ایسے کاشتکاروں کا تعلق ملک کے تمام حصوں سے ہے۔ مثال کے طور پر بلوچستان کے شہر نصیر آباد، پنجاب کے لیہ، سندھ کے حیدر آباد اور خیبر پختونخوا کے ڈیرہ اسماعیل خان۔ نصیر آباد کے کاشتکار بھی ایسی زمینوں پر زمینداروں کے قبضہ کی شکایت کرتے ہیں جن کی ملکیت کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔ اس کے علاوہ سیلاب کے بعد ملنے والی متوقع امداد کی عدم دستیابی کا رونا بھی وہ روتے ہیں۔ غریب ترین کسانوں کو نہر سے ان کے حصہ کا پانی نہیں ملتا بلکہ ان کے حصہ کا پانی ان کے مسلح بااثر ہمسایوں کو دے دیا جاتا ہے۔ ان متاثرہ کسانوں کا تعلق رحیم یار خان اور چارسدہ سے ہے۔ ضلع راجن پور کی تحصیل جام پور کے اس کسان کو کیا کہا جائے جس کو مہینوں سے یہی کہا جا رہا ہے کہ اس کے گاؤں کا ریونیو ریکارڈ گم ہو چکا ہے۔ بہر حال ایک مطالبے پر ملک بھر کے کسان متفق ہیں کہ زرعی اصلاحات کی جائیں اور وہ وضاحت کے ساتھ کہتے ہیں کہ تمام سرکاری اراضی فوری طور پر بے زمین کسانوں کو الاٹ کی جائے، زمین کی ملکیتی حد کو کم کیا جائے اور زرعی اصلاحات کے تحت حاصل کی گئی اراضی کسانوں میں تقسیم کی جائے۔ کسانوں کو ریاستی سطح پر قرضے دیئے جائیں، ٹیکسوں میں چھوٹ دی جائے اور پیداوار اور دوسرے زرعی اخراجات پر لاگو محصولات میں کمی کی جائے۔

شرعی عدالت عظمیٰ نے زرعی اصلاحات پر جو پابندی عائد کی ہے، کسان اس سے اچھی طرح واقف ہیں۔ یہ بیس تیس سال پہلے والے وہ کسان نہیں ہیں جنہوں نے شرعی عدالت کی طرف سے تھوپے جانے والے فیصلے کے آتے ہی اس پر گفتگو بند کر دی تھی۔ آج کے کسانوں نے اپنے حقوق کی جنگ کے لئے باربط طریقے سے اظہار کرنے والے ایک سرگرم شخص کو نامزد کر دیا ہے۔ وہ زرعی اصلاحات کے خلاف وفاقی شرعی عدالت کے حکم سے پوری طرح آگاہ ہونے کے علاوہ اس کی قطعیت کو ماننے سے انکاری ہے۔ اس کو یقین ہے کہ زمین پر لوگوں کے حق کو دوبارہ منوانے کے لیے پارلیمنٹ کوئی راستہ ضرور تلاش کرے گی۔ اس کے نزدیک زرعی اصلاحات کے دوبارہ نفاذ کے لئے تین چیزیں بنیادی اہمیت رکھتی ہیں۔ اس کا کہنا ہے کہ اس حوالے سے بنیادی اہمیت کا پہلا اقدام صحیح جمہوریت کا قیام ہے۔ اس کے مطابق صحیح جمہوریت پاکستان میں اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتی جب تک کہ زرعی اصلاحات نہ ہوں اس لئے کہ زرعی اصلاحات کے ذریعے نہ صرف دیہی علاقوں بلکہ ملک بھر سے عدم مساوات کو کم کیا جا سکتا ہے۔

دوسرا قدم ملکی معیشت کو بڑھاوا دینا ہے اور یہ تبھی ممکن ہو گا جب کسانوں اور کاشتکاروں کی ایک بڑی تعداد خود فصل کاشت کرے گی اور مالک کاشتکار کا رتبہ حاصل کر لے گی۔ اور تیسرا قدم یہ کہ سماجی مساوات کا حصول تبھی ممکن ہے جب کاشتکار سماجی تفاوت اور امتیاز سے آزاد ہو جائے۔ آج کا نیا کسان اپنا حق لئے بغیر چین سے نہیں بیٹھے گا۔ اس کی بات سنی جانی چاہئے اس لئے کہ وہ پورے سماج کو تحفظ، بچاؤ اور عافیت مہیا کر رہا ہے۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ روزنامہ ڈان)

ایچ آر سی اسپیشل ٹاسک فورس تربت مکران کے اکتوبر 2014 کے ماہانہ اجلاس کی رپورٹ

تربت مکران ایچ آر سی اسپیشل ٹاسک فورس تربت مکران کے اکتوبر 2014 کا ماہانہ اجلاس 26 اکتوبر 2014 کو بروز اتوار اس کے اپنے دفتر واقع تربت میں منعقد ہوا۔ جس میں 32 خواتین وحضرات نے شرکت کی۔ حاضری، رجسٹریشن، اپنے اپنے تعارف، ابتدائی کلمات اور رپورٹوں کے بعد 2 ٹیموں کی تنظیم نو کی گئی، جن میں تعلیمی ٹیم اور اقلیتی ٹیمیں شامل تھیں۔ محترمہ شازیہ اختر تعلیمی ٹیم کی نئی کوآرڈینیٹر منتخب کی گئیں، جبکہ محترمہ عروج ناز اقلیتی ٹیم کی کوآرڈینیٹر منتخب کر لی گئیں۔ پھر خصوصی موضوع ''بلوچستان میں فوجی آپریشن اور نقل مکانی کے تعلیم پر منفی اثرات'' پر اظہار خیال کیا گیا۔ اظہار خیال کرنے والوں میں غنی پرواز، محمد طاہر، طاہرہ خورشید، محمد کریم گچکی، فضیلہ عزیز دشتی، شازیہ اختر، ڈاکٹر سمی پرواز، نسرین ولسن، خان محمد جان، مہراللہ گچکی، مجید دشتی ایڈوکیٹ، ساجد حسن دشتی، شکراللہ یوسف، مزار رحیم، محراب بشیر، عماد ہمراز اور دیگر شامل تھے۔

شرکاء کا کہنا تھا کہ شاپک، شہرک، سامی عومری کہن، ہیرونک، ڈنے سر، گونگی، سری گونگی، زنگی بازار شاپک، دنے سر شاپک، پگونش، میلان، کلگ، ہوشاپ، ڈنڈار، گومازی، ملاچات مند، اور ضلع کیچ کے دوسرے دیہاتوں سے ایف سی اور فوج کے فوجی آپریشنوں اور ایف ڈبلیو او کی فائرنگ سے اب تک 28 لوگ ہلاک ہوچکے ہیں۔ تقریباً 35 اسکول بند ہوچکے ہیں۔ اور قریباً 15 ہزار خاندانوں یا ایک لاکھ افراد نے وہاں سے نقل مکانی کرکے تربت، گوادر، لسبیلہ، اتھل، حب، کوئٹہ اور کراچی وغیرہ کا رخ کیا ہے۔ جن کے تقریباً 20 ہزار بچے تعلیم سے محروم ہوچکے ہیں۔ نقل مکانی کرنے والے لوگوں کو اب تک نہ تو آئی ڈی پیز قرار دیا گیا ہے، نہ ان کی رجسٹریشن ہورہی ہے۔ اور نہ ہی ان کی خوراک، صحت، رہائش روزگار اور بچوں کی تعلیم کا مناسب انتظام کیا گیا ہے۔ تربت جانے والے لوگوں کو جو خیمے اور اشیائے خوردونوش فراہم کی گئی ہیں، وہ بالکل ناکافی ہیں۔ ان کے بچوں کو تربت کے سرکاری اور پرائیویٹ اسکولوں میں پڑھنے کی اجازت دی گئی ہے، جو محض عارضی انتظام ہے۔ اور نقل مکانی کرنے والے برسرروزگار لوگوں میں بعض تو اپنے اپنے روزگاروں سے محروم ہوچکے ہیں اور بعض کے روزگار خطرے میں ہیں۔ اوران میں اکثر سرکاری رہائش گاہ یا خیمے نہ ملنے کی وجہ سے یا تو اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کے گھروں میں رہ رہے ہیں یا پھر کرایے کے مکانات میں رہنے پر مجبور ہیں۔ ان کو یہ پریشانی لاحق ہے کہ آخر کب تک دوستوں اور رشتہ داروں کے پاس رہ سکیں گے یا پھر کب تک کرایے کے مکانات میں رہ سکیں گے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ حکومت تمام علاقوں میں نقل مکانی کرنے والے لوگوں کو آئی ڈی پیز قرار دے اور اس سلسلے میں باقاعدہ نوٹیفکیشن جاری کرے، ان کی سرکاری

> یہ تاثر عام ہے کہ بلوچستان میں ڈیرہ بگٹی، کوہلو، مستونگ، کوئٹہ اور آواران اور ڈنڈار سمیت کئی اضلاع اور علاقوں میں فوجی آپریشن کے بعد گزشتہ دنوں شاپک، شہرک، سامی، عومری کہن، گونگی، ہیرونک، ہوشاپ، ڈنے سر، کلگ، بل نگور دشت، جمک، جمک گورکوپ اور گومازی، ملاچات منداور دیگر دیہاتوں میں بھی فوجی آپریشن کیا گیا، جس کے دوران بہت سے لوگ شہید، بہت سے زخمی اور بہت سے اغوا کیے گئے۔

طور پر رجسٹریشن کرے، اوران کی خوراک، صحت، رہائش، روزگار اور بچوں کی تعلیم کا مناسب اور بہتر انتظام کرے۔ اور انہیں واپس اپنے متعلقہ علاقوں میں آباد اور بحال بھی کرے۔ دوسرا موضوع جلال مریم کیس تھا۔ جس پر کئی شرکاء نے اظہار خیال کیا، جن میں غنی پرواز، خان محمد جان، محمد طاہر، طاہرہ خورشید، ڈاکٹر سمی پرواز، فضیلہ عزیز دشتی، محمد کریم گچکی، مجید دشتی ایڈوکیٹ، کلیم بلوچ، عروج ناز اور بعض دیگر شامل تھے۔ شرکاء کا کہنا تھا کہ 9 اکتوبر کو جلال اور مریم نامی جوڑے کو جانوروں کی طرح نہایت دردناک انداز میں قتل کردیا گیا۔ ورثاء کا کہنا ہے کہ تمام ملزمان کو عدالت کے سامنے پیش کیا جائے، اور جو بھی ملزمان مجرم ثابت ہو اسے قرار واقعی سزا دی جائے تاکہ اس قسم کے سفاکانہ اور غیر انسانی عمل کا سلسلہ بند ہوسکے۔ آخر میں مزکورہ دونوں واقعات کے بارے میں دو قرارداد یں منظور کرلی گئیں، جو یہ ہیں:۔

خصوصی قرارداد

بلوچستان میں ڈیرہ بگٹی، کوہلو، مستونگ، کوئٹہ اور آواران اور ڈنڈار سمیت کئی اضلاع اور علاقوں میں فوجی آپریشن کے بعد گزشتہ دنوں شاپک، شہرک، سامی، عومری کہن، گونگی، ہیرونک، ہوشاپ، ڈنے سر، کلگ، بل نگور دشت، جمک، جمک گورکوپ اور گومازی، ملاچات مند اور دیگر دیہاتوں میں بھی فوجی آپریشن کیا گیا، جس کے دوران بہت سے لوگ شہید، بہت سے زخمی اور بہت سے اغوا کیئے گئے۔ ایچ آر سی اسپیشل ٹاسک فورس تربت مکران کا ماہانہ اجلاس سکیورٹی فورسز کے اس جابرانہ رویہ اور فوجی آپریشن کی سختی سے مذمت کرتا ہے۔ اور پُرزور مطالبہ کرتا ہے کہ نقل مکانی کرنے والے تمام لوگوں کو دوبارہ اپنے اپنے علاقوں میں آباد کیا جائے۔ اور ایسے حالات پیدا کئے جائیں، جن کی بدولت متعلقہ علاقوں کے تمام اسکول بھی دوبارہ کھل کر اطمینان سے کام کرسکیں، تاکہ طلباء وطالبات کی تعلیم دوبارہ شروع ہوسکے، اور جو لوگ واپس اپنے اپنے علاقوں میں نہ جاسکیں، انہیں بے گھر یا آئی ڈی پیز قرار دے کر، نئے علاقوں میں آباد کیا جائے، اور انہیں رہائش، خوراک، محنت اور روزگار سمیت انہیں تمام ضروری سہولیات فراہم کی جائیں، اور ان کے بچوں کی تعلیم و تربیت کا بھی مناسب انتظام کیا جائے۔

انسانوں کو ذبح کرنے کا عمل قابل مذمت ہے

9 اکتوبر 2014 کو جلال ولد آسمی ساکن اپسی بازار عمر تقریباً 13 سال اور مریم بنت لعل بخش ساکن ملک آباد تربت عمر تقریباً 17 سال کو پسند کی شادی کی خواہش اور نہایت بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔ چشم دید گواہوں کے مطابق انہیں ذبح کرنے کے ذمہ داراں میں 5 لوگ شامل ہیں، جن میں سے 3 کو پولیس نے گرفتار کیا ہے، جبکہ 2 ابھی تک فرار ہیں۔ اور چشم دید گواہوں کو دھمکایا جارہا ہے۔ ہم اس غیر انسانی واقعے کی شدید مذمت کرتے ہیں اور مطالبہ کرتے ہیں کہ فرار ہونے والے باقی دونوں ملزمان کو بھی گرفتار کیا جائے۔ اور یہ بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ چشم دید گواہان کو دھمکایا نہ جائے۔ اور پانچوں ملزمان کو عدالت کے سامنے پیش کیا جائے، تاکہ جن ملزمان پر مقدمہ ثابت ہو، انہیں قرار واقعی سزائیں دی جاسکیں۔

(غنی پرواز)

جمہوریت، ترقی اور امن کے لیے آزادانہ، منصفانہ اور شفاف انتخابات کی اہمیت

''ریاست اپنے اختیارات عوام کے منتخب نمائندوں کے ذریعے استعمال کرے گی''۔ (اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کا دیباچہ)

اعلامیہ

پاکستان میں جمہوریت کے استحکام کے لئے ایک ایسا انتخابی نظام ناگزیر ہے جو لوگوں میں اعتماد کے احساس کو اجاگر کرے۔ ہمارے ہاں انتخابات کرانے کے لئے موجود آئینی، قانونی اور انتظامی نظام، انتخابی آزادی، شفافیت اور غیر جانبداری کے بین الاقوامی طور پر تسلیم شدہ معیارات پر پورا نہیں اترتا۔ مستقبل کے انتخابات کے معیار میں بہتری لانے کے لئے موجودہ نظام میں جامع اصلاحات کی ضرورت ہے۔ وسیع تر انتخابی اصلاحات کا مقصد ایسے انتخابی نظام کا قیام ہونا چاہئے جو اس بات کی ضمانت مہیا کرے کہ خواتین اور معاشرے کے وہ طبقات، جنہیں انتخابی عمل سے دور رکھا جاتا رہا ہے، بھی انتخابی عمل میں بھرپور طریقے سے شریک ہوں۔

مسئلہ نمبر 1:

الیکشن کمیشن کے سربراہ اور اراکین کی تقرری کا طریقہء کار اور اہلیت

انتخابات ایک ایسا وسیع انتظامی عمل ہے جو تقاضا کرتا ہے کہ انتخابی عمل کی نگرانی کے لئے وسیع تر مہارت کے حامل افراد الیکشن کمیشن میں موجود ہوں۔ تاہم موجودہ آئینی تقاضے چیف الیکشن کمشنر اور الیکشن کمیشن کے اراکین کی اہلیت کو اعلیٰ عدالتوں کے ریٹائرڈ ججوں کے ساتھ مشروط کرتے ہیں۔ یعنی صرف اعلیٰ عدالتوں کے جج ہی ان عہدوں پر تعینات ہوسکتے ہیں۔ جس کے باعث باصلاحیت اور غیر جانبدارانہ رویہ رکھنے والے افراد انتظامی تجربہ اور مثالی کار گزاری کی شہرت رکھنے کے باوجود ان عہدوں کے لئے مناسب تصور نہیں کئے جاتے اور اس عمل ہی سے باہر کر دیئے جاتے ہیں جس کے ذریعے افراد کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ الیکشن کمیشن میں تقرریوں کے عمل میں قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں موجود پارلیمانی جماعتوں کو شامل کیا جائے تاکہ سیاسی جماعتیں بھی اس عمل کی ذمہ دار ہوں جس کے نتیجے میں سکروٹنی کا عمل سخت ہوگا اور مستقبل میں الیکشن کمیشن کے عہدوں پر تبصروں کے حوالے سے تنقید بھی نہ ہونے کے برابر رہ جائے گی۔

سفارشات

آئین میں ایک ترمیم کی جائے جس کی روشنی میں چیف الیکشن کمشنر اور الیکشن کمیشن کے اراکین کا چناؤ ان کی پیشہ وارانہ قابلیت اور انتظامی صلاحیت کے علاوہ وسیع نوعیت کی سرگرمیوں کی نگرانی سے متعلق ان کے تجربے کی بنیاد پر کیا جائے۔ چیف الیکشن کمشنر اور کمیشن کے اراکین کی تقرری ایک پارلیمانی کمیٹی کے ذریعے کی جائے جس میں سینیٹ اور قومی اسمبلی میں نمائندگی رکھنے والی تمام جماعتوں کا ایک ایک نمائندہ شامل ہو۔ اس بات کا دھیان بھی رکھا جانا چاہئے کہ امیدوار اسلام آباد (آئی سی ٹی) اور فاٹا سے بھی ہوسکتے ہیں۔

انتخابات ایک ایسا وسیع انتظامی عمل ہے جو تقاضا کرتا ہے کہ انتخابی عمل کی نگرانی کے لئے وسیع تر مہارت کے حامل افراد الیکشن کمیشن میں موجود ہوں۔ تاہم موجودہ آئینی تقاضے چیف الیکشن کمشنر اور الیکشن کمیشن کے اراکین کی اہلیت کو اعلیٰ عدالتوں کے ریٹائرڈ ججوں کے ساتھ مشروط کرتے ہیں۔ یعنی صرف اعلیٰ عدالتوں کے جج ہی ان عہدوں پر تعینات ہوسکتے ہیں۔

صوبوں میں کمیشن کے اراکین کی تقرری متعلقہ صوبائی اسمبلی کے اراکین اسی طریقے سے کریں جو طریقہ وفاق کے لئے تجویز کیا گیا ہے۔ الیکشن کمیشن کے حکام کا چناؤ اور تقرر کا عمل موجود حکام کی ملازمت کے آخری روز سے پہلے مکمل ہو جانا چاہئے۔ چیف الیکشن کمشنر اگر کسی جرم کے باعث فارغ ہو جائے، رخصت یا سفر پر ہونے کی صورت میں الیکشن کمیشن کے ارکان کو باری باری قائم مقام چیف الیکشن کمشنر بنایا جائے۔

مسئلہ نمبر 2

الیکشن کمیشن کی غیر جانبداری، خودمختاری، اختیار اور احتساب

انتخابات کرانے والے ذمہ دار ادارے کی کامیابی کا دارومدار اس کی غیر جانبداری اور خودمختاری پر ہے۔ جب تک انتخابی ادارہ غیر جانبدار نہیں ہوگا اور جب تک اس ادارے کا منتظم غیر جانبدار ثالث نہیں سمجھا جائے گا، اس وقت تک نہ تو ووٹر اور نہ ہی امیدوار یقین کر پائیں گے کہ انتخابی عمل شفافیت کا حامل ہے اور یہ کہ اس حوالے سے تمام قواعد وضوابط پر عملدرآمد کیا گیا ہے۔ ایسا ہوگا تو ووٹر مطمئن ہوں گے کہ واقعی تمام ووٹوں کی مکمل گنتی کے بعد ہی انتخاب جیتا گیا ہے۔ اگرچہ ہر ملک میں الیکشن کمیشن کا ڈھانچہ مختلف ہوتا ہے، اس لئے وہ کمیشن ہی کامیاب ترین سمجھے جائیں گے جو ہر سطح پر تنظیمی طور پر غیر جانبداری کی تصویر پیش کریں گے۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ تقرریوں، معاوضوں، فرائض اور اختیارات، قابلیت اور رپورٹنگ ڈھانچوں پر بہت زیادہ توجہ دی جائے تاکہ یہ یقینی ہو سکے کہ الیکشن کمیشن غیر جانبدار اور خود مختار ہے اور اس کے پاس وہ اختیار ہے جو قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے فرائض کی انجام دہی کے قابل بناتا ہے۔

سفارشات

قانون میں یہ وضاحت ہونی چاہئے کہ عدلیہ انتخابی انتظامیہ سے مکمل طور پر الگ ہے۔ الیکشن کمیشن کو یہ قانونی اختیار ہونا چاہئے کہ (الف) انتخابات کروانے سے متعلق قواعد وضوابط کی حتمی منظوری، اپنے اندرونی تنظیمی ڈھانچے اور اپنے بجٹ کی منظوری دے، (ب) اپنے ملازمین میں سے ڈسٹرکٹ ریٹرننگ آفیسر اور لوگوں میں سے ریٹرننگ آفیسر اور اسسٹنٹ ریٹرننگ آفیسر مقرر کرے تاہم یہ تقرریاں ان افراد کے تجربے، دیانتداری اور غیر جانبداری کی بنیاد پر ہونی چاہئیں، (ج) اس کے پاس مکمل اختیارات ہونے چاہئیں تاکہ وہ انتخابات کے دوران دوسرے درجے کے ملازمین کو ہدایت دے سکے، اس کی تقرری کی منظوری دے سکے اور اسے ملازمت سے برخواست کر سکے، (د) کمیشن حکومتی اداروں کو ایسے احکامات جاری کرے جن پر یقینی طور پر عمل درآمد ہو۔ ایسے احکامات کا مقصد انتخابات کروانے میں تعاون مہیا کرنا ہونا چاہئے، اس کے علاوہ انتخابات کے اعلان کے بعد وفاقی وصوبائی حکومتوں، کارپوریشنوں، خود مختار اور نیم خودمختار اداروں کے نچلے درجے کے ایسے ملازمین کو معطل کرنے کے اختیارات بھی کمیشن کے پاس ہونے چاہئیں جن کے بارے میں انتخابی عمل میں گڑبڑ کرنے کے الزامات ثابت ہو جائیں۔

مسئلہ نمبر 3

شفاف انتخابی انتظامیہ اور نتائج کی دیکھ بھال

پاکستان کا انتخابی نظام بنیادی طور پر عدم شفافیت کا شکار

ہے۔ای سی پی نہ تو انتخابات سے متعلق بنیادی معلومات اکٹھی کرتا ہے اور نہ ہی کسی اور کو فراہم کرتا ہے۔ جس کے باعث سیاسی تنازعات کو ہوا ملتی ہے اور پارلیمنٹ اور منتخب حکومت کے قانونی جواز پر حرف آتا ہے۔ شفافیت سے متعلق ان خامیوں کے باعث یہ اندازہ لگانا ممکن نہیں ہوتا کہ آیا انتخابات آزادانہ اور شفاف تھے یا نہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مطلوبہ معلومات سرے سے دستیاب ہی نہیں تھیں۔ مثال کے طور پر سب سے اہم بات یہ ہے کہ الیکشن کمیشن نے 11 مئی 2013ء کے انتخابات کے سرکاری نتائج کے فارم شائع نہیں کروائے۔ اسی طرح ای سی پی یہ اندازہ لگانے سے قاصر ہے کہ ووٹ ڈالنے والے مردوں اور خواتین کی تعداد کتنی تھی۔ (جنس کی بنیاد پر ووٹنگ کے الگ الگ کوائف)

سفارشات

معلومات اور شفافیت سے متعلق خامیوں کو عام قانونی اصلاحات کے ذریعے سے بآسانی دور کیا جاسکتا ہے۔ میڈیا اور معائنہ کاروں کو ای سی پی کے تمام اجلاسوں تک رسائی حاصل ہونی چاہئے اور انتخابات سے متعلق تمام بنیادی معلومات، جیسے کے پولنگ سکیم، ای سی پی کی ویب سائٹ پر شائع کی جانی چاہئیں اور مقررہ مدت کے بعد ان میں کسی قسم کی تبدیلی کی اجازت نہیں دی جانی چاہئے۔ ایسی قانونی ترامیم کی ضرورت ہے جن سے یہ امر یقینی ہوجائے کہ انتخابات کی رات کو موصول ہونے والی تمام اہم انتخابی دستاویزات فوری طور پر ای سی پی کی ویب سائٹ پر آجائیں۔ ان میں فارم xiv (ووٹوں کی گنتی کے گوشوارے) فارم xv (بیلٹ کی تعداد سے متعلق فارم) اور فارم xvi (نتائج کی جمع بندی سے متعلق گوشوارے) شامل ہیں۔ مزید براں ای سی پی کو ایک ایسا مستقل طریق کار اختیار کرنا چاہئے جس کے تحت ہر انتخاب میں خواتین اور مردوں کے الگ الگ پولنگ بوتھوں پر ووٹوں کی گنتی کے ذریعے مردوں اور خواتین کے الگ الگ کوائف میسر آسکیں۔ اسی طرح امیدواروں، منتخب نمائندوں اور سیاسی جماعتوں کی جانب سے جاری کردہ اعداد وشمار اور دوسری معلومات عوام کے فائدے کے لئے ای سی پی کی ویب سائٹ پر دستیاب ہونی چاہئیں۔ ای سی پی کو الیکشن کمیشن کے اجلاسوں کے شیڈول اور ان اجلاسوں میں کئے گئے فیصلوں کو بھی ویب سائٹ پر دینا چاہئے۔

انتخابی قانون ایسا ہونا چاہئے کہ جو انتخابی نتائج کے بروقت اعلان کے لئے معین مدت اور رہنما اصول فراہم کرے۔ اس کے علاوہ ان حلقوں میں دوبارہ گنتی کے لیے معینہ وقت اور رہنمائی فراہم کرے جہاں ہار جیت کا فرق 200 ووٹوں سے کم ہو اور جہاں کامیابی کا فرق مسترد شدہ ووٹوں سے کم ہو۔ ایسے پولنگ سٹیشنوں پر جہاں ووٹنگ کی شرح صفر ہو یا 100 فیصد سے زائد ہو یا ووٹر پر دباؤ ڈالے جانے کے مصدقہ واقعات مثلاً تشدد یا ووٹروں کو روکنے کے لیے بااثر مقامی افراد کے درمیان کسی معاہدے کے باعث ووٹنگ کی شرح نہایت کم ہو، وہاں صورتحال کے بارے میں قانون کی روشنی میں فیصلہ کیا جائے۔ دوبارہ گنتی کی صورت میں الیکشن حکام کی صوابدید ختم ہوجائے گی۔

جمہوری طرزِ حکومت میں وقفے وقفے سے حلقہ بندیوں میں تبدیلیاں ضروری ہوتی ہیں۔ اگر یہ تبدیلیاں نہ کیا جائیں تو ہر انتخابی حلقہ میں شہریوں/ ووٹروں کی تعداد میں اضافہ متناقص یا بے ربط ہوجائے گا۔ اس لئے کہ بحیثیت مجموعی لوگوں کی اعداد میں اضافہ ہوجاتا ہے اور آبادی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتی رہتی ہے۔

مسئلہ نمبر 4

مساوی حق رائے دہی کو یقینی بنانے کے لئے حلقہ بندیاں

جمہوری طرزِ حکومت میں وقفے وقفے سے حلقہ بندیوں میں تبدیلیاں ضروری ہوتی ہیں۔ اگر یہ تبدیلیاں نہ کیا جائیں تو ہر انتخابی حلقہ میں شہریوں/ ووٹروں کی تعداد میں اضافہ متناقص یا بے ربط ہوجائے گا۔ اس لئے کہ بحیثیت مجموعی لوگوں کی اعداد میں اضافہ ہوجاتا ہے اور آبادی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتی رہتی ہے۔

موجودہ حلقہ بندیاں 2002ء کے عام انتخابات سے پہلے کی گئی تھیں۔ ان حلقہ بندیوں کی وجہ سے مختلف اضلاع، علاقوں اور صوبوں میں ووٹنگ کی استعداد میں عدم توازن اور عدم مساوات جیسے مسائل پیدا ہوئے۔ مثال کے طور پر بلوچستان میں ووٹروں کی تعداد 33 لاکھ تھی لیکن قومی اسمبلی میں بلوچستان کی 14 نشستیں تھیں جبکہ فاٹا اور اس سے ملحقہ سرحدی علاقوں میں جہاں ووٹروں کی تعداد بلوچستان سے کہیں کم ہے لیکن اس کی 12 نشستیں ہیں۔ اسی طرح قومی اسمبلی کی سب سے کم ووٹروں والی نشست، این اے 42 جنوبی وزیرستان میں اندراج شدہ ووٹروں کی تعداد ایک لاکھ سے کچھ زیادہ ہے جبکہ قومی اسمبلی کی سب سے زیادہ ووٹروں والی نشست این اے 21، ہری پور میں ووٹروں کی تعداد پانچ لاکھ سے زیادہ ہے۔ اگر اضلاع کا موازنہ کیا جائے تو سوات میں تقریباً دس لاکھ ووٹروں کی قومی اسمبلی میں کوئی نشست نہیں جبکہ جھنگ میں صرف گیارہ لاکھ ووٹروں کی قومی اسمبلی میں پانچ نشستیں ہیں۔

سفارشات

قومی سطح پر مردم شماری کا فوری انعقاد کیا جائے اور وفاق میں شامل اکائیوں میں ایک جیسی انتخابی حلقہ بندیاں کی جائیں۔

انتخابی قانون میں یہ وضاحت ہونی چاہئے کہ آئین میں معین کردہ حدود کے مطابق انتخابی حلقے رقبے کے لحاظ سے ایک دوسرے سے چھوٹے یا بڑے لیکن غیر معمولی حالات میں بھی یہ فرق دس فیصد سے زیادہ نہیں ہونا چاہئے۔ تاہم یہ فرق اگر دس فیصد سے تجاوز کر جائے تو اس کی وجوہات سرکاری ریکارڈ میں بیان کی جائیں۔ مزید براں انتخابی قانون میں عام انتخابات کے ساتھ ساتھ بلدیاتی انتخابات کے لیے حلقہ بندیوں کے تعین سے متعلق عوام کی آراء حاصل کرنے کا ایک واضح طریقہ درج ہونا چاہیے۔

مسئلہ نمبر 5

ووٹر کے اندراج کا موثر اور شہری دوست عمل

ملک بھر میں انتخابی فہرستوں میں مزید درستگی لانے اور اسے مکمل بنانے کے عمل کو مزید آگے بڑھانے اور ووٹروں کے اندراج کے عمل کو سہل بنانے کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ شہری اور سیاسی حقوق کے معاہدے، (آئی سی سی پی آر) جس کو 2010ء میں تسلیم کیا گیا تھا، میں کہا گیا ہے اور جیسا کہ 1973ء کے آئین میں کہا گیا ہے کہ ووٹ کا استعمال ہر شہری کا بنیادی حق ہے۔ تاہم انتخابی فہرستوں میں پائی جانے والی خامیوں نے پاکستان میں ہونے والے تمام انتخابات کو داغدار کیا ہے۔ مثال کے طور پر پاکستان میں 2013ء کی انتخابی فہرستوں میں خواتین کی تعداد مردوں کے مقابلے میں ایک کروڑ کم تھی۔ مستقبل میں تمام شہریوں کے ووٹ دینے کے حق کو یقینی بنانے کے لئے ووٹر کے اندراج کے عمل کو سہل اور بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔

سفارشات

ضرورت اس بات کی ہے کہ قانونی تبدیلیاں متعارف کروائی جائیں تاکہ الیکشن کمیشن آف پاکستان دوسرے سرکاری شعبوں اور اداروں کی مدد اور تعاون سے درست، تازہ ترین انتخابی فہرستیں تیار کروائے اور پھر ان فہرستوں کا جائزہ لیتا رہے اور تبدیلیوں کو ان میں شامل کرتا رہے۔

قانون میں اس بات کی صراحت بھی ہونی چاہئے کہ ای سی پی اس مقصد کے لیے نادرا سمیت دیگر حکومتی اداروں سے مدد لے سکتا ہے۔ مزید براں ووٹروں کے اندراج کا عمل آسان بنایا جائے۔ جب کوئی شہری قومی شناختی کارڈ کے لیے

اندراج کروائے تو نادرا کو شہری سے اس کی رضامندی حاصل کرنی چاہیے کہ کیا وہ بطور ووٹر اندراج کرانا چاہتا ہے اور یہ کہ وہ ووٹ ڈالنے کے لئے اپنے شناختی کارڈ پر درج مستقل یا عارضی پتے میں سے کس کو ترجیح دے گا۔

(ای سی پی کا کسی شہری سے یہ رضامندی لینا کہ وہ بطور ووٹر خود کو رجسٹر کروانا چاہتا ہے یا نہیں، ایک مہمل عمل ہے۔ اس لئے کہ ہر بالغ شہری کے لئے خود کو بطور ووٹر رجسٹر کروانا لازمی ہونا چاہئے۔ ایچ آر سی پی)

مسئلہ نمبر 6

احتساب اور تنازعات کے حل کے لئے ای سی پی کا طریقِ کار

انتخابات سے متعلق شکایات کے ازالے کے لیے ای سی پی کے اقدامات غیر موثر ہیں اور قانون انتخابی حکام کے خلاف کسی قسم کی شکایات کے اندراج کی اجازت نہیں دیتا۔ انتخابات کے بعد ریٹائرڈ ججوں کی سربراہی میں قائم کئے گئے الیکشن ٹریبونل کے قیام سے صورتحال میں کچھ بہتری آئی۔ تاہم 10 اگست 2014ء تک انتخابات سے متعلق 410 میں سے 84 درخواستیں زیر التواء تھیں۔

سفارشات

قانون میں اسی سی پی کے لئے وہ اقدامات درج کئے جائیں جن کے تحت انتخابات سے قبل، پولنگ والے دن اور الیکشن کے بعد کے دنوں میں شکایات وصول کی جائیں اور ان پر آئین، انتخابی قانون اور انتخاب سے متعلقہ پالیسیوں اور طریقہ ہائے کار کی بنیاد پر بروقت فیصلے دیئے جائیں۔ قانون میں یہ بات واضح ہونی چاہئے کہ ہر رجسٹرڈ ووٹر کو شکایت درج کرانے کا حق حاصل ہے اور یہ کہ یہ شکایات نہ صرف امیدواروں بلکہ الیکشن حکام کے خلاف بھی درج کرائی جاسکتی ہیں۔ رجسٹرڈ ووٹروں (صرف امیدوار ہی نہیں) کو انہی الیکشن ٹریبونلز کے پاس مقدمے درج کرانے کی اجازت دی جانی چاہئے جو انتخابات کے اختتام پر انتخابات کے نتائج سے متعلق پٹیشنوں کو نپٹاتے ہیں۔ ای سی پی اس امر کو یقینی بنائے کہ ٹریبونل 120 دن کے اندر اندر انتخابی پٹیشنوں پر فیصلہ دیں گے۔ مزید براں انتخابی قانون میں یہ وضاحت ہونی چاہئے کہ الیکشن ٹریبونل کے پاس زیرِ سماعت پٹیشن کے حوالے سے اعلیٰ عدالت نہ تو ٹریبونل کے فیصلے کو موخر کرنے کی درخواست پر غور کرے گی اور نہ ہی اس معاملے میں کسی قسم کا حکم امتناعی جاری کرے گی۔

مسئلہ نمبر 7

خواتین اور غیر مسلموں کے لئے مخصوص نشستیں

غیر اہم طبقات کی نمائندگی کو یقینی بنانے کے لئے آئین

قانون میں اسی سی پی کے لئے وہ اقدامات درج کئے جائیں جن کے تحت انتخابات سے قبل، پولنگ والے دن اور الیکشن کے بعد کے دنوں میں شکایات وصول کی جائیں اور ان پر آئین، انتخابی قانون اور انتخاب سے متعلقہ پالیسیوں اور طریقہ ہائے کار کی بنیاد پر بروقت فیصلے دیئے جائیں۔ قانون میں یہ بات واضح ہونی چاہئے کہ ہر رجسٹرڈ ووٹر کو شکایت درج کرانے کا حق حاصل ہے اور یہ کہ یہ شکایات نہ صرف امیدواروں بلکہ الیکشن حکام کے خلاف بھی درج کرائی جاسکتی ہیں۔ رجسٹرڈ ووٹروں (صرف امیدوار ہی نہیں) کو انہی الیکشن ٹریبونلز کے پاس مقدمے درج کرانے کی اجازت دی جانی چاہئے جو انتخابات کے اختتام پر انتخابات کے نتائج سے متعلق پٹیشنوں کو نپٹاتے ہیں۔ ای سی پی اس امر کو یقینی بنائے کہ ٹریبونل 120 دن کے اندر اندر انتخابی پٹیشنوں پر فیصلہ دیں گے۔ مزید براں انتخابی قانون میں یہ وضاحت ہونی چاہئے کہ الیکشن ٹریبونل کے پاس زیرِ سماعت پٹیشن کے حوالے سے اعلیٰ عدالت نہ تو ٹریبونل کے فیصلے کو موخر کرنے کی درخواست پر غور کرے گی اور نہ ہی اس معاملے میں کسی قسم کا حکم امتناعی جاری کرے گی۔

نے قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں خواتین اور اقلیتوں کے لیے نشستیں مختص کی ہیں۔ تاہم ان نشستوں پر نامزدگی سیاستدانوں کی ذاتی پسند اور ناپسند کی بنیاد پر ہونے کے سبب یہ طریقہ کار غیر شفاف ہو چکا ہے۔ مزید برآں سیاسی جماعتوں کی طرف سے عام انتخابات میں جیتی گئی نشستوں اور مختص کردہ نشستوں کے درمیان تناسب ناہموار ہے۔ اس کے علاوہ مخصوص نشستوں پر نامزد ہونے والی خواتین کی حیثیت عام نشستوں پر جیتنے والی خواتین کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر ہے۔

سفارشات

قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں خواتین اور غیر مسلموں کے لیے مختص نشستوں کی تعداد ان جماعتوں کی جیتی گئی نشستوں کی تعداد کی بجائے ان سیاسی جماعتوں کو ملنے والے ووٹوں کے تناسب سے مقرر ہونی چاہئے۔ مخصوص نشستوں کے لیے امیدواروں کی فہرست علیحدہ سے لیکن عام انتخابات لڑنے والے امیدواروں کی فہرستوں کی اشاعت کے ساتھ ہی شائع ہونی چاہئے۔ عام نشستوں کے امیدواروں کی طرح مخصوص نشستوں کے امیدواروں کے کاغذات نامزدگی کی جانچ پڑتال بھی ہونی چاہئے۔ اس اقدام سے مخصوص نشستوں پر نامزد ہونے والے امیدواروں کی حیثیت مستحکم ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی حیثیت کا جواز اور استحقاق بھرپور اور شفاف انتخابی عمل سے حاصل ہوا ہوگا۔ اس اقدام سے نشستی تناسب کے ووٹ کے حوالے سے ہونے والی خرابیوں میں بھی کمی آئے گی۔

مسئلہ نمبر 8

سیاسی سرمایے کو باضابطہ بنانا

سیاست میں دولت کے استعمال کے سبب جہاں جمہوریت کے معیار کو دھچکا لگا ہے، وہیں انتخابات میں ایک جیسے مواقع ملنے کے امکان پر بھی ناقابل تردید اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ مالیاتی شفافیت کے لئے ایک باقاعدہ انضباطی فریم ورک کی ضرورت ہے جس کی بدولت سیاسی جماعتوں، امیدواروں اور منتخب نمائندوں کو زیادہ جوابدہ بنانے میں آسانی پیدا ہوسکتی ہے۔ مزید براں انتخابی مہم پر اٹھنے والے اخراجات کو مقررہ حد میں رکھنے کے لیے قانونی راستے تلاش کرنے کی ضرورت ہے تاکہ اس امر کو یقینی بنایا جاسکے کہ ہر شہری انتخابات میں حصے لے سکتا ہے اور جیت سکتا ہے اور یہ بات بھی یقینی بنائی جاسکتی ہے کہ کوئی بھی دولت مند روپیہ خرچ کر کے انتخابی کامیابی خرید نہیں سکتا۔

سفارشات

انتخابی قانون میں امیدواروں اور سیاسی جماعتوں کے لئے انتخابی مہم پر اٹھنے والے اخراجات کی حد مقرر کی جانی چاہئے اور یہ بھی واضح کیا جانا چاہئے کہ انتخابی مہم کے اخراجات میں کیا کیا شامل ہے۔ قانون میں یہ وضاحت بھی ہونی چاہئے کہ انتخابی مہم کی جانچ پڑتال اور مقررہ اخراجات سے تجاوز کرنے پر جرمانے یا قانونی کارروائی سے متعلق ای سی پی کا دائرہ اختیار کیا ہوگا۔ مزید برآں امیدواروں، سیاسی جماعتوں اور منتخب نمائندوں کی جانب سے فراہم کی جانے والی مالیاتی تفصیلات کی وضاحت بھی ہونی چاہئے۔ یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ انتخابی مہم پر اٹھنے والے اخراجات میں ہر وہ رقم شامل ہوگی جو انتخابات کی تاریخ کے اعلان سے انتخابات کے دن تک خرچ کی گئی ہو۔ بڑے بڑے اشتہاری بورڈوں، کھانے پینے، نقل وحمل اور ووٹروں کے لیے تحائف پر اٹھنے والے اخراجات کو غیر ضروری قرار دیا جائے۔ قانون میں امیدواروں کو اس بات کا پابند بنایا جائے کہ وہ انتخابی مہم کے لئے وصول کردہ عطیات اور ان کے ذرائع سے بھی آگاہ کریں۔ اسی طرح قانون میں سیاسی جماعتوں کو بھی اس بات کا

پابند بنایا جائے کہ وہ اپنی مہم پر اٹھنے والے اخراجات کے علاوہ وصول کردہ عطیات کے ذرائع سے متعلق گوشوارے مقررہ مدت کے اندر اندر الیکشن کمیشن کے پاس جمع کروائیں۔

قانون میں ترمیم کے ذریعے منتخب نمائندوں سے یہ تقاضا کیا جائے کہ وہ اپنے انکم ٹیکس کے گوشوارے اور اپنی ویلتھ سٹیٹمنٹ الیکشن کمیشن کے پاس جمع کروائیں۔اسی طرح سیاسی جماعتوں کو پابند کیا جائے کہ وہ نظر ثانی کے لیے کسی ایسے بیرونی آڈیٹر کے پاس اپنی فنانشل سٹیٹمنٹ جمع کروائیں جوالیکشن کمیشن کی منظور کردہ فہرست میں شامل ہو۔قانون میں یہ شرط بھی رکھی جائے کہ اگر ای سی پی حکم دے تو امیدوار/منتخب نمائندے اپنے مالیاتی گوشوارے معائنے کے لیے کسی بیرونی آڈیٹر کے پاس جمع کروائیں۔

مسئلہ نمبر 9

سیاسی جماعتوں، امیدواروں اور انتخابی معائنہ کاروں کے لیے ضابطہء ہائے اخلاق

انتخابی شراکت داروں کو آئین اور مروجہ قوانین اور ضوابط کا پابند بنانے میں ضابطہء ہائے اخلاق بے حد موثر ہوسکتے ہیں۔تاہم ضوابط کو کارآمد بنانے کے لیے ضروری ہے کہ انہیں مشاورت اور اتفاقِ رائے کے ساتھ تیار کیا جائے اوراس کے بعد انتخابی اور دیگر حکام کے ذریعے ان پر سختی سے عمل درآمد کرایا جائے۔

سفارشات

سیاسی جماعتوں اور انتخابات میں حصہ لینے والے امیدواروں کے لیے انتخابی قانون میں اس طرح ترمیم کی جائے کہ جس سے سیاسی جماعتوں اور انتخاب لڑنے والے امیدواروں کے لیے ضابطہء اخلاق سے متعلق قانونی معیار فراہم ہوسکے اور جس پر ہر سال تمام سیاسی جماعتوں کے ساتھ مشاورت کے ذریعے نظر ثانی کی جائے اور جس کے ذریعے اس ضابطہء اخلاق پر عملدرآمد کو یقینی بنایا جاسکے اوراس میں ناکامی کی صورت میں مناسب جرمانہ نافذ کیا جاسکے یا کوئی اور مناسب سزا دی جاسکے اوراس کے طریق کار کو بھی واضح کرنا چاہئے۔ اسی طرح انتخابی قانون کو آزاد انتخابی مشاہدے/مبصرین کی بروقت اور جائز تقرری اور مبصرین کے کوڈ آف کنڈکٹ کی مشاورت کے ذریعے تیاری کے لئے ایک قانونی بنیاد مہیا کرنی چاہئے۔

مسئلہ نمبر 10

بہتر کارکردگی کے لیے ٹیکنالوجی

ٹیکنالوجی کی بدولت دنیا بھر میں انتخابات کی شکل تبدیل ہورہی ہے جس سے انتخابات کو شفاف اور پُروقار بنانے میں خاصی مدد مل رہی ہے۔اس میں ویب سائٹوں پر دستیاب صارف دوست معلومات کا بھی بہت بڑا کردار ہے۔تاہم انتخابی نظم ونسق میں تکنیک پر مبنی چند تجربات انتہائی متنازع اور کچھ مکمل طور پر ناکام رہے ہیں۔لہٰذا اس سلسلے میں احتیاط برتنے کی ضرورت ہے۔مثال کے طور پر نادرا نے یہ اعتراف کیا ہے کہ 2013ء کے انتخابات کے دوران انگوٹھوں کے نشانات کی تصدیق کے لئے استعمال ہونے والی لوٹیک ''میگنیٹک انک'' (مقناطیسی روشنائی) بھی ایک ناکامی تھی۔ الیکٹرانک ووٹنگ کو بھی شدید تنقید کا نشانہ بنایا جاتا رہا ہے کیونکہ اس نظام میں دستاویزات کی عدم موجودگی کے باعث

> انتخابات کے حوالے سے پاکستان کو''معلومات کے دور'' میں شامل ہوجانا چاہئے کم از کم اتنا تو ہو کہ ای سی پی کی ویب سائٹ کے ذریعے حاصل ہونے والی معلومات معیار اور مقدار کے لحاظ سے مکمل ہوں۔ علاوہ ازیں، انتخابات سے متعلق ٹیکنالوجی کے مختلف ذرائع کی خوبیاں اور خامیاں تلاش کرنے کے لیے پارلیمنٹ کو جدید ٹیکنالوجی کے بارے میں معلومات رکھنے والے پاکستانی اور بین الاقوامی انتخابی ماہرین پر مشتمل کمیٹی تشکیل دینی چاہئے۔ پہلی ترجیح یہ ہونی چاہئے کہ بیلٹ پر آبی نشانات اور ووٹر کی بائیومیٹرک شفافیت کے طریق کار کو اپنایا جائے اس لئے کہ یہ طریق کار اپنانے سے پاکستان میں عام انتخابات کے دوران تواتر کے ساتھ جنم لینے والے خدشات کو دور کیا جاسکے گا۔

ووٹوں کی تصدیق نہیں کی جاسکتی، بالخصوص ترقی پذیر ممالک میں، جہاں زیادہ تر شہریوں کو کمپیوٹر ٹیکنالوجی کا کوئی تجربہ نہیں ہوتا۔ دوسری جانب بہت سے ممالک میں بیلٹ پیپروں پر سکیورٹی آبی نشانات اور ووٹروں کی بائیومیٹرک طریقے سے شناخت کے طریقہء کار بھی انتہائی کامیاب رہا ہے۔

سفارشات

انتخابات کے حوالے سے پاکستان کو''معلومات کے دور'' میں شامل ہوجانا چاہئے کم از کم اتنا تو ہو کہ ای سی پی کی ویب سائٹ کے ذریعے حاصل ہونے والی معلومات معیار اور مقدار کے لحاظ سے مکمل ہوں۔ علاوہ ازیں، انتخابات سے متعلق ٹیکنالوجی کے مختلف ذرائع کی خوبیاں اور خامیاں تلاش کرنے کے لیے پارلیمنٹ کو جدید ٹیکنالوجی کے بارے میں معلومات رکھنے والے پاکستانی اور بین الاقوامی انتخابی ماہرین پر مشتمل کمیٹی تشکیل دینی چاہئے۔ پہلی ترجیح یہ ہونی چاہئے کہ بیلٹ پر آبی نشانات اور ووٹر کی بائیومیٹرک شفافیت کے طریق کار کو اپنایا جائے اس لئے کہ یہ طریق کار اپنانے سے پاکستان میں عام انتخابات کے دوران تواتر کے ساتھ جنم لینے والے خدشات کو دور کیا جاسکے گا۔انتخابی نظم ونسق میں کسی قسم کی ٹیکنالوجی شامل کرنے کی صورت میں پہلے اسے ضمنی انتخابات میں آزمایا جانا چاہئے تاکہ اس ٹیکنالوجی کو عام انتخابات میں متعارف کرانے سے پہلے اس کی خامیاں تلاش کر کے انہیں دور کیا جاسکے۔ الیکٹرانک ووٹنگ مشینوں کے استعمال پر بھی غور وخوض کیا جاسکتا ہے مگر ضروری یہ ہے کہ ووٹنگ اور گنتی کے عمل کی شفافیت اور تصدیق سے متعلق صلاحیت پر کوئی سمجھوتہ نہ کیا جائے۔

مسئلہ نمبر 11

پولنگ سٹیشن تک شہریوں کی رسائی

پولنگ سٹیشن کے مقامات کا تعین کرنے کے لیے ایک مستقل اور قابل قبول طریق کار شفاف انتخابی عمل کے انعقاد کا لازمی جزو ہے۔ پولنگ سٹیشنوں کی حدود اور پولنگ سٹیشنوں کے اصل مقام سے متعلق آخری وقت میں کئے گئے فیصلوں اور تبدیلیوں کے باعث ووٹر، امیدوار کے ایجنٹ اور وہ معائنہ کار ابہام کا شکار ہوجاتے ہیں جنہوں نے انتخابات کے دن اپنے مقرر کردہ پولنگ سٹیشن کو تلاش کرنا ہوتا ہے۔ پاکستان کا انتخابی قانون بھی آخری وقت میں کی جانے والی ایسی تبدیلیوں کی ممانعت کرتا ہے کیونکہ ان کے باعث ووٹر اور امیدوار اس شک میں مبتلا ہوجاتے ہیں کہ سیاسی مقاصد کے لیے انتخابی عمل کو استعمال کیا جارہا ہے۔ سب سے اہم یہ کہ انتخابی حکام کے پاس ہر پولنگ سٹیشن میں رجسٹرڈ ووٹروں کی تعداد سمیت پولنگ سٹیشن سے متعلق تمام کوائف موجود ہونے چاہئیں تاکہ ہر پولنگ سٹیشن پر مطلوبہ حساس انتخابی مواد پہنچایا جاسکے تاکہ انتخابات کے نتائج کا عمل درست طریقے سے انجام دیا جاسکے۔

سفارشات

ہر حلقے میں شفاف اور مشاورتی عمل کو یقینی بنانے کے لیے انتخابی قوانین میں ترمیم کی جائے جس کے نتیجے میں پولنگ سٹیشنوں کی ایک فہرست مرتب کی جائے جو 3 سال تک کارآمد رہے اور اس کے بعد اس پر ایک مشاورتی عمل کے ذریعے نظر ثانی کی جائے۔ قانون میں یہ بھی واضح کیا جائے کہ انتخابات سے پہلے معینہ مدت کے بعد منظور شدہ پولنگ سکیم میں کوئی تبدیلی نہ کی جائے۔ کسی ہنگامی صورتحال میں

پولنگ کے مقام یا پولنگ سکیم میں تبدیلی سے متعلق ای سی پی سے تحریری منظوری حاصل کی جائے۔ اوران تبدیلیوں کی ای سی پی کی ویب سائٹ اور دیگر ذرائع کی مدد سے تشہیر کی جائے، تاکہ ووٹروں اور حلقے کے دیگر شراکت داروں کو باخبر رکھا جاسکے۔

مسئلہ نمبر 12

انتخابی قانون سازی میں شہریوں کے انتخاب میں حصہ لینے کے حق کا محتاط طریقے سے تحفظ کیا جائے۔ انتخاب لڑنے کے عمل سے متعلق غیر مناسب شرائط عائد کرنے اور امیدوار کی نامزدگی کی جانچ کے نامعقول اور غیر یکساں طریق کار کے باعث انتخابی عمل کی ساکھ کے بارے میں سوالات جنم لیتے ہیں، جیسا کہ 2013ء کے عام انتخابات کے دوران دیکھنے میں آیا۔

سفارشات

انتخابی قانون میں اس بات کا واضح طور پر تعین ہونا چاہیے کہ امیدوار کی اہلیت یا نااہلی ریٹرننگ آفیسر کی ذاتی تاویل کے تابع نہیں ہے۔ اس عمل کی یکسانیت کو یقینی بنانے کے لیے ایک یکساں نظام اپنایا جائے اور اس کے نفاذ کی ذمہ داری ای سی پی پر ہو۔ امیدواروں کی جانچ پڑتال کا دورانیہ تین ہفتے تک بڑھایا جائے تاکہ ای سی پی امیدواروں کی فراہم کردہ دستاویزات کی تصدیق اور توثیق کر سکے۔ مزید براں قانون میں اس طرح ترمیم کی جائے کہ ہر شہری کے لیے یہ لازمی ہو کہ وہ اسی حلقے کا رہائشی ہے جہاں سے وہ انتخاب لڑ رہا ہے، اور اسے صرف ایک ہی حلقے سے انتخاب میں حصہ لینے کی اجازت ہونی چاہیے تاکہ متعدد ضمنی انتخابات منعقد نہ کرانے پڑیں، جس میں روپے اور وقت کا ضیاع ہوتا ہے۔ امیدواروں کی فہرست (فارم V) کو حتمی شکل دینے سے پہلے عوام کو امیدواروں سے متعلق معلومات فراہم کی جائیں اور ای سی پی ان طریقوں کی تشہیر کرے جن کے ذریعے عوام ان معلومات تک رسائی حاصل کر سکیں۔

مسئلہ نمبر 13

نگران حکومت کے تقرر کا طریقہء کار اور شرائط

1973ء کے آئین میں بیسویں ترمیم کے ذریعے نگران حکومت کے قیام کا بہتر طریقہ کار متعارف کروایا گیا ہے جو نہ صرف غیر جانبدارانہ ہے بلکہ اس کو حکومت اور حزب اختلاف دونوں کا اعتماد بھی حاصل ہے۔ تاہم، موجودہ شقوں کے باعث پارلیمان اور صوبائی اسمبلیوں میں موجود دیگر جماعتیں اس عمل سے ہی خارج ہو جاتی ہیں جس کے نتیجے میں وسیع تر سیاسی شراکت داری سے متعلق مسائل پیدا ہوتے ہیں اور بعدازاں انتخابات کی نگرانی کے عمل میں حکومت کی غیر جانبداری کے متعلق سوالات جنم لیتے ہیں۔

سفارشات

وفاقی اور صوبائی نگران حکومتوں کا تقرر پارلیمانی اور صوبائی اسمبلی کی کمیٹیوں کے ذریعے سے ہونا چاہیے۔ وفاقی سطح پر سینیٹ اور قومی اسمبلی یا متعلقہ صوبائی اسمبلی میں نمائندگی رکھنے والی ہر جماعت کا ایک ایک رکن مذکورہ کمیٹیوں میں شامل ہونا چاہیے۔ مزید برآں مفادات کے حامل گروہوں کے درمیان کسی قسم کی کشیدگی سے بچنے کے لیے نگران حکومتوں کے اراکین کو انتخاب کے بعد کم از کم دو برس تک حکومت کی منظور کردہ تقرری پر براجمان ہونے پر پابندی ہونی چاہیے۔

1973ء کے آئین میں بیسویں ترمیم کے ذریعے نگران حکومت کے قیام کا بہتر طریقہ کار متعارف کروایا گیا ہے جو نہ صرف غیر جانبدارانہ ہے بلکہ اس کو حکومت اور حزبِ اختلاف دونوں کا اعتماد بھی حاصل ہے۔ تاہم، موجودہ شقوں کے باعث پارلیمان اور صوبائی اسمبلیوں میں موجود دیگر جماعتیں اس عمل سے ہی خارج ہوجاتی ہیں جس کے نتیجے میں وسیع تر سیاسی شراکت داری سے متعلق مسائل پیدا ہوتے ہیں اور بعدازاں انتخابات کی نگرانی کے عمل میں حکومت کی غیر جانبداری کے متعلق سوالات جنم لیتے ہیں۔

مسئلہ نمبر 14

ٹکڑوں میں تقسیم انتخابی قوانین

پاکستان کے انتخابات پیچیدہ قوانین اور ضوابط کے تحت منعقد کیے جاتے ہیں جو بے ربط ہونے کے علاوہ شہریوں کی رسائی سے باہر ہیں۔ مزید برآں گزشتہ برسوں کے دوران ان قوانین میں متعدد عارضی تبدیلیوں نے قانونی ڈھانچے میں انحراف اور دہرانے کے عمل کو جنم دیا ہے جس کو درست کرنے کی ضرورت ہے۔

سفارشات

پارلیمان کو چاہیے کہ وہ ان انتخابی قوانین کو پاکستان انتخابی بل کی صورت میں یکجا کرے: الیکشن کمیشن آرڈر 2002ء (چیف ایگزیکٹو کا آرڈر نمبر 1 مجریہ 2002ء) عام انتخابات کے انعقاد کا آرڈر مجریہ 2002ء (چیف ایگزیکٹو آرڈر نمبر 7، مجریہ 2002ء) پولیٹیکل پارٹیز آرڈر مجریہ 2002ء (چیف ایگزیکٹو کا آرڈر نمبر 18، مجریہ 2002ء) عوامی نمائندگی کا ایکٹ مجریہ 1976ء (ایکٹ نمبر Lxxxv، مجریہ، 1976ء) الیکٹورل رولز ایکٹ مجریہ 1974ء (ایکٹ نمبر 1974,xxl ء) حلقوں کی حد بندی کا ایکٹ مجریہ 1974ء (ایکٹ نمبر xxxi مجریہ، 1974ء) اور سینیٹ (الیکشن) ایکٹ مجریہ 1975ء (ایکٹ نمبر LI مجریہ، 1975ء)

مسئلہ نمبر 15

سمندر پار پاکستانیوں اور معاشرے کے پچھڑے طبقات کے انتخابی حقوق

2013ء کی انتخابی فہرستوں میں مردوں کے مقابلے میں خواتین ووٹروں کی تعداد ایک کروڑ کم تھی۔ جن حلقوں میں انتخابی امیدواروں نے خواتین کو حقِ رائے دہی کے استعمال سے روکنے کی ساز باز کی وہاں ای سی پی نے خواتین کے پولنگ بوتھ اور پولنگ سٹیشن قائم نہ کرکے صورتحال سے نمٹنے کی بجائے فرار کی راہ اختیار کی۔ دریں اثناء احمدی ووٹروں کے نام غیر قانونی الگ انتخابی فہرستوں میں درج کیے گئے تھے۔ جس کے باعث انہیں انتخابی عمل میں حصہ لینے سے موثر طریقے سے روکا گیا، اسی سی پی نے معذور ووٹروں یا سمندر پار دوہری شہریت رکھنے والے پاکستانیوں کو حقِ رائے دہی استعمال کرنے کے لیے انتظامات نہیں کیے تھے۔

سفارشات

پاکستانی قانون کے مطابق تمام اہل ووٹروں کے نام ووٹر فہرستوں میں شامل ہونے چاہئیں اور اس میں تمام اہل خواتین ووٹرز بھی شامل ہیں۔ مزید برآں ووٹروں کی فہرست کا کوئی بھی حصہ الگ یا علیحدہ نہ رکھا جائے یا کسی خاص عقیدے سے تعلق کی بنیاد پر ووٹروں میں امتیاز نہ برتا جائے۔ نادرا کے ذریعے ووٹوں کے اندراج کے طریقہء کار کے حوالے سے سفارشات سے یہ بات یقینی ہوجائے گی کہ مزید خواتین کا بطور ووٹر اندراج ہوگا۔ مزید برآں، انتخابی قانون میں واضح ہونا چاہیے کہ کسی گروہ کے لئے جداگانہ انتخابی فہرست نہیں بنائی جائے گی اور معذور ووٹروں کے لیے سہولیات کا بندوبست کیا جائے گا۔ علاوہ ازیں، پارلیمانی جماعتوں کی کمیٹی کے ذریعے سمندر پار پاکستانیوں کو حقِ رائے دہی کے استعمال کے قابل بنانے کے لئے مختلف طریقہء کار پر غور کیا جانا چاہیے۔

اگر ہم واقعی جمہوریت چاہتے ہیں تو پھر وقت آ گیا ہے کہ پارلیمان پاکستان کے لئے ووٹ دے

بم حملے میں ایک شخص ہلاک

خضدار پاکستان کے صوبہ بلوچستان کے ضلع خضدار میں دستی بم کے حملے میں ایک شخص ہلاک اور متعدد زخمی ہوگئے۔ خضدار پولیس کے ایک اہلکار نے بتایا کہ نامعلوم افراد نے ارباب کمپلیکس کے علاقے میں ایک دستی بم پھینکا۔ اہلکار کے مطابق اس بم کے پھٹنے سے ایک شخص ہلاک اور 13 زخمی ہوگئے۔ زخمیوں کو علاج کے لیے ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال منتقل کردیا گیا ہے۔ دھماکے سے متعدد گاڑیوں اور دکانوں کو بھی نقصان پہنچا۔ اس بم حملے کے محرکات تاحال معلوم نہیں ہوسکے۔ خضدار کوئٹہ سے جنوب مغرب میں 400 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے اور یہاں گذشتہ کچھ عرصے میں شدت پسندی کے واقعات میں اضافہ ہوا ہے۔ رواں برس جولائی میں یہاں زائرین کی بس کو دھماکیمیں نشانہ بنایا گیا تھا اور اس واقعے میں سات افراد زخمی ہوئے تھے۔ ادھر ایران سے متصل پنجگور کے علاقے میں فرنٹیئر ورکس آرگنائیزیشن کی ایک گاڑی پر بم حملہ ہوا ہے۔ پنجگور میں انتظامیہ کے ایک اہلکار نے بتایا کہ نامعلوم افراد نے گوارگو کے علاقے میں سڑک کنارے بم نصب کیا تھا۔ دھماکہ اس وقت ہوا جب ایف ڈبلیو او کی ایک گاڑی وہاں سے گزر رہی تھی تاہم اہلکار کے مطابق دھماکے میں کوئی جانی یا مالی نقصان نہیں ہوا۔ (نامہ نگار)

21 نومبر 2014 لاہور: ایچ آر سی پی کی جانب سے انتخابی اصلاحات پر مشاورت

وکلاء نے شہری کو تشدد کا نشانہ بنایا

فیصل آباد 13 نومبر کو سیشن کورٹ میں وکلاء نے شہری کو تشدد کا نشانہ بناڈالا۔ تشدد کا نشانہ بنانے کے بعد وکلاء شہری کو ڈسٹرکٹ بار میں لے گئے۔ باواچک کے رہائشی عمران نے ایک سال قبل اپنی خالہ زاد عافیہ کے ساتھ پسند کی شادی کی تھی۔ لڑکی کے ورثاء نے اسکے خلاف مقدمہ درج کروادیا تھا۔ وہ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج مقصود علی قریشی کی عدالت میں پیشی کے بعد اپنی اہلیہ کے ساتھ باہر نکلا، تو اسی دوران مقامی وکیل وسیم اور اسکے ساتھیوں نے حملہ آور ہو کر اسکو تشدد کا نشانہ بنایا، تشدد کا نشانہ بنانے کے بعد وکلا اسے ڈسٹرکٹ بار میں لے گئے، جہاں دوبارہ اس پر تشدد کیا گیا، اسی دوران نائب صدر بار میاں عابد نے معاملہ کو رفع دفع کروادیا۔ (میاں نوید)

31 اکتوبر 2014 جام شورو: معاشرے کے غیر محفوظ طبقات کے حقوق پر مشاورتی اور ایڈووکیسی تقریب کا اہتمام

دو گروہوں میں تصادم میں دو افراد قتل

چارسدہ چارسدہ کے تحصیل تنگی میں دو فریقین نے زبانی تکرار پر ایک دوسرے پر فائرنگ کردی جس کے نتیجے میں فریق اول سے سرفراز خان ولد محمد حسن سکنہ بہار گڑھی جبکہ فریق دوم سے وقار خان ولد فضل قیوم سکنہ بہار گڑھی موقع پر جان بحق ہوئے۔ مقتول سرفراز کے بھائی شہاب ولد محمد حسن سکنہ بہار گڑھی نے پولیس کو بتایا کہ وہ اپنے بھائی کیساتھ کہیں جارہے تھے کہ اس اثناء میں ملزمان گران باچہ، بابر اور وقار خان پسران فضل قیوم ساکنان بہار گڑھی نے آکر ان پر اندھادھند فائرنگ کردی جس سے ان کا بھائی موقع پر جان بحق جبکہ وہ معجزانہ طور پر بچ گیا۔ دوسری جانب فریق دوم سے مقتول وقار خان کے والد فضل قیوم سکنہ بہار گڑھی نے پولیس کو بتایا کہ وہ اپنے بیٹے کیساتھ کہیں جارہا تھا کہ اس دوران ملزمان شہاب خان ولد سرفراز، جابر خان ولد دلاور خان ساکنان بہار گڑھی نے آکر ان پر فائرنگ کردی جس سے اس کا بیٹا موقع پر جان بحق ہوا۔ تنگی پولیس نے دونوں فریقین کی جانب سے ملزمان کے خلاف قتل کا مقدمہ درج کرکے ملزمان کی تلاش شروع کردی ہے۔ (نامہ نگار)

صحت

خیبر پختونخوا کے 20 فیصد پولیو کیس کراچی سے منتقل ہونے کا انکشاف

پشاور | پاکستان میں پولیو وائرس کے پھیلاؤ کو فاٹا اور صوبہ خیبر پختونخوا سے منسوب کیا جاتا ہے تاہم سرکاری ڈیٹا سے انکشاف ہوا ہے کہ ملک کا سب سے بڑا شہر کراچی کے پی کے اور فاٹا کے مختلف حصوں میں زندگی بھر کے لیے معذور کر دینے والے اس وائرس کے پھیلاؤ میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ خیال رہے کہ رواں برس اب تک ملک بھر میں 235 پولیو کیسز سامنے آ چکے ہیں۔ ڈان کو دستیاب سرکاری اعداد و شمار کے مطابق خیبر پختونخوا کے 5 اضلاع میں پھیلنے والے پولیو وائرس کے 20 فیصد واقعات کا تعلق جنیاتی طور پر کراچی سے ملتا ہے، اسی طرح ملک کا یہ بڑا شہر فاٹا میں اس معذور کر دینے والے دو فیصد واقعات کا باعث بنا ہے۔ یہ انکشاف اس وقت ہوا ہے جب عالمی ادارہ صحت کی جانب سے حال ہی میں انتباہ جاری کیا گیا تھا کہ کراچی دنیا کو پولیو سے پاک بنانے کی کوشش میں اہم ترین محور کی حیثیت رکھتا ہے۔ ڈان کو دستیاب سرکاری دستاویزات کے مطابق پشاور کے 9 فیصد، 74 فیصد ٹانک، 66 فیصد بونیر، 100 فیصد تورغر، مردان 50 فیصد مردان میں سامنے آئے ہیں۔ مجموعی طور پر کے پی اور فاٹا کے 6 فیصد کیسز کا تعلق کراچی سے بتایا جاتا ہے۔ ڈیٹا کے مطابق کے پی اور فاٹا کے 45 فیصد پولیو کیسز کا تعلق شمالی وزیرستان ایجنسی، 22 فیصد خیبر ایجنسی، 10 فیصد جنوبی وزیرستان اور 8 فیصد کا پشاور سے ہے۔ (انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

تھر میں قحط سالی سے خودکشیاں

تھرپارکر | چومیگھواڑ قحط سالی کے ساتھ ایک صدمے کا بھی سامنا کر رہے ہیں، جس کی وجہ بھی قحط سالی بنی۔ اس قحط نے پہلے ہریالی، بعد میں مویشی اور چند روز قبل نوجوان بیٹا چھین لیا۔ تھر کی تحصیل چھاچھرو کے گاؤں چھاپر دین محمد کے 60 سالہ چمو کے نوجوان بیٹے نے 15 روز قبل کنویں میں چھلانگ لگا کر خودکشی کر لی تھی۔ چومیگھواڑ بتاتے ہیں کہ ان کا 21 سالہ بیٹا رائے مل مزدوری کے لیے بیراجی علاقے گیا تھا لیکن وہاں روزگار نہیں ملا اور واپس آ گیا، اس کے بعد اس کے دماغ میں خلل آ گیا۔ تھر میں خوراک کی کمی کے باعث خواتین میں خون کی کمی عام ہے۔ میاں بیوی اور آٹھ بیٹوں پر مشتمل اس گھرانے کے پاس چھ بھیڑیں، دو بکریاں اور اونٹوں کی ایک جوڑی باقی ہے جن کو وہ درختوں سے پتے اتار کر کھلاتے ہیں۔ چومیگھواڑ کے مطابق یہاں بھوک کا راج ہے اس قدر کہ جانور بھی بھوکوں مر رہے ہیں۔ اس واقعے کے بعد جو دوسرے بچے بیراجی علاقوں میں گئے تھے وہ بھی واپس آ گئے ہیں۔ صحرائے تھر میں رواں سال خودکشیوں کے واقعات میں اضافہ دیکھنے میں آیا ہے۔ غیر سرکاری ادارے ایسوسی ایشن فار واٹر اینڈ اپلائیڈ ایجوکیشن اینڈ رینوایبل انرجی یعنی اویئر کے ڈائریکٹر علی اکبر راہموں کا کہنا ہے کہ صورتحال کی شدت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ 2012 میں 24 افراد نے خودکشی کی تھی اور رواں سال کے دس ماہ میں 41 افراد اپنی جان لے چکے ہیں۔ خودکشی کرنے والوں میں 90 فیصد ہندو ہیں، جن میں شرح خواندگی انتہائی کم ہے۔ جس وجہ سے قحط سالی ان کے لیے خوفناک نتائج لاتی ہے۔ ان نتائج سے بچنے کے لیے یہ لوگ مال مویشیوں سمیت بیراجی علاقوں کی جانب نقل مکانی کرتے ہیں۔ اگرو میگھواڑ ننگر پارکر سے بس کا پانچ گھنٹے سفر طے کر کے عمر کوٹ میں ماہر نفسیاتی امراض کے پاس پہنچے تھے۔ کرائے، ڈاکٹر کے فیس اور ادویات خریدنے کے لیے انھیں تین میں سے ایک گائے سات ہزار میں فروخت کرنا پڑی۔ اگرو میگھواڑ کے چار بچے ہیں، ان میں سے صرف ایک میٹرک پاس ہے اور وہ بھی بیروزگار ہے۔ بات کرتے وقت ان کا دائیں بازو مسلسل کانپتا رہا۔ وہ بتاتے ہیں کہ بارشوں کے بعد کچھ کام دھندا ہوتا تھا، لیکن ان دنوں فارغ بیٹھے ہیں، چند مویشی ہیں جن پر گزر بسر ہو رہی ہے۔ ڈاکٹر لکیش کھتری تھر اور آس پاس کے علاقے میں واحد ماہر نفسیات ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اگرو میگھواڑ ڈپریشن کا شکار ہیں: قحط سالی کے نتیجے میں معاشی دباؤ نے لوگوں پر ذہنی دباؤ بڑھا دیا جس وجہ سے ڈپریشن کے مریضوں میں اضافہ ہو رہا ہے، اس وجہ سے خودکشی کے واقعات بڑھ رہے ہیں۔ قحط سالی کے نتیجے میں معاشی دباؤ نے لوگوں پر ذہنی دباؤ بڑھا دیا ہے۔ ڈاکٹر لکیش کے مطابق قحط سالی کی وجہ سے لوگوں کے پیسے نہیں ہیں، خوراک کی کمی بہت ہے اس سے ذہنی نشو و نما بھی متاثر ہوتی ہے۔ متاثرین جب بیراجی علاقوں میں جاتے ہیں تو وہاں دیکھتے ہیں کہ لوگوں کے پاس اتنا کچھ ہے اور ان کے پاس کھانا تک نہیں۔ اس سے ان میں احساس محرومی پیدا ہوتا ہے۔ انھی احساسات میں کچھ لوگ یہ سوچتے ہیں کہ اس زندگی سے بہتر ہے کہ اس کو ختم کر دیا جائے۔ تھر میں خوراک کی کمی کے باعث خواتین میں خون کی کمی عام ہے، جس کے نتیجے میں بچے کمزور پیدا ہوتے ہیں۔ ہر دوسرے روز یہاں سے بچوں کی ہلاکت کی خبریں آ رہی ہیں لیکن حکومت سندھ کا موقف ہے کہ کسی بھی بچے کی ہلاکت بھوک کی وجہ سے نہیں ہوئی کیونکہ فی خاندان کو 50 کلوگرام گندم فراہم کی گئی ہے۔ (نامہ نگار)

پولیو ٹیم پر حملہ، ایک رضا کار زخمی

چارسدہ | 24 نومبر کو خیبر پختونخوا کے شہر چارسدہ کے قریب شب قدر کے علاقے میں نامعلوم افراد کی فائرنگ سے انسداد پولیو مہم کا ایک رضا کار زخمی ہو گیا ہے۔ صوبے کے بیس اضلاع میں پولیو کے وائرس کو ختم کرنے کے لیے مہم جاری ہے۔ چارسدہ میں مٹہ روڈ پر انسداد پولیو مہم کے رضا کار بچوں کو اس خطرناک مرض سے بچاؤ کے قطرے پلا رہے تھے کہ اس دوران موٹر سائیکل پر سوار نامعلوم افراد نے ان پر فائرنگ کر دی جس سے ایک رضا کار زخمی ہو گیا۔ پولیس اہلکار کے مطابق زخمی رضا کار کو شب قدر ہسپتال لایا گیا جہاں ڈاکٹروں کے معائنے کے بعد انھیں پشاور میں لیڈی ریڈنگ ہسپتال منتقل کر دیا گیا۔ یہ واقعہ منڈا کے علاقے میں پیش آیا ہے جو قبائلی علاقے مہمند ایجنسی کی سرحد کے قریب واقع ہے۔ اس حملے کے بعد علاقے میں سکیورٹی بڑھا دی گئی ہے۔ مقامی لوگوں کا کہنا ہے کہ آج انسداد پولیو مہم کی وجہ سے شہر میں پولیس کی بھاری نفری تعینات ہے اور جگہ جگہ ناکے قائم کیے گئے ہیں۔ چارسدہ میں اس ماہ کے پہلے ہفتے میں ایسے پمفلٹ شہر کے مختلف مقامات پر چسپاں کیے گئے تھے جن میں کہا گیا تھا کہ اس پولیو ویکسین میں مضر صحت اجزا شامل ہیں اور بچوں کو یہ قطرے نہ دیے جائیں۔ یہ پمفلٹ مقامی انتظامیہ نے فوری طور پر ہٹا دیے تھے۔ اس سے پہلے گذشتہ ماہ کی 20 تاریخ کو باجوڑ ایجنسی میں بھی پمفلٹ تقسیم کیے گئے تھے جن میں کہا گیا تھا کہ وہ سکیورٹی فورسز کے اہلکاروں اور انسداد پولیو مہم کے رضا کاروں پر حملے کر سکتے ہیں۔ کوہاٹ کے علاقے جنگل خیل میں بڑی تعداد میں والدین نے اپنے بچوں کو پولیو کے قطرے دینے سے انکار کر دیا تھا لیکن بعد میں متعلقہ حکام نے ان والدین کو راضی کر لیا تھا۔

(بشکریہ بی بی اردو)

ایبولا سے بچاؤں کی تیاریاں تاحال نامکمل

اسلام آباد پاکستان میں ایبولا وائرس سے بچاؤ کی تیاریوں کا جائزہ لینے کے لیے عالمی ادارہ صحت کا جائزہ مشن اسلام آباد پہنچ گیا ہے لیکن ابھی تک ایبولا سے بچاؤ کی تیاریاں بظاہر مکمل نہیں کی جا سکی ہیں۔عالمی ادارہ صحت نے ایبولا وائرس کو پاکستان میں پھیلنے سے روکنے کے لیے اقدامات کرنے کی ہدایت کی تھی جو ایک ماہ میں مکمل کیے جانے تھے۔ان میں تمام بین الاقوامی ہوائی اڈوں پر خصوصی سکینرز کی تنصیب، عملے کی تربیت اور ہسپتال میں خصوصی ایبولا 'آئسولیشن وارڈ' کا قیام وغیرہ شامل ہے۔ڈبلیو ایچ او کا خصوصی مشن 25 نومبر سے ملک میں ایبولا کی روک تھام کے لیے کیے جانے والے اقدامات کا جائزہ لیگا تاہم وفاقی دارالحکومت کے بین الاقوامی ہوائی اڈے پر عالمی ادارہ صحت کے تجویز کردہ انتظامات بظاہرا تنے موثر دکھائی نہیں دیتے۔ڈاکٹر عرفان طاہر کے مطابق امیگریشن کے عملے کو تربیت دی گئی ہے کہ وہ پاسپورٹ کے ذریعے کسی بھی مشکوک مسافر کے بارے میں معلومات حاصل کر سکیں کہ وہ حالیہ دنوں میں ایبولا سے متاثرہ افریقی ملک سے گزر کر پاکستان تو نہیں آ رہا۔محکمہ صحت کے حکام کا کہنا ہے کہ وہ ان انتظامات کو بہتر بنانے کے لیے کوشاں ہیں اور بہت جلد ایبولا سے دفاع کا موثر نظام تشکیل پا جائے گا۔عالمی ادارہ صحت کی ہدایت پر اسلام آباد ایئرپورٹ کے بین الاقوامی آمد لاؤنج میں لگایا جانے والا 'تھرمو سکینر' ٹھیک طرح سے کام نہیں کر رہا اور ایبولا سے متاثرہ مریضوں کو ہسپتال منتقل کرنے کے لیے خصوصی ایمبولینس بھی ابھی تک فراہم نہیں کی جا سکی ہے۔ایئرپورٹ پر تعینات عملے کو ایبولا سے متعلق بریفنگز تو دی جا رہی ہیں لیکن عملے کے بعض ارکان نے بی بی سی کو بتایا ہے کہ محکمہ صحت کا ہوائی اڈوں پر نگرانی کا عمل بہت موثر نہیں ہے۔بینظیر بھٹو ایئرپورٹ پر تعینات محکمہ صحت کے افسر ڈاکٹر عرفان طاہر نے اس سکینر کے خراب ہونے کی تصدیق تو کی لیکن ساتھ ہی سکینر کی اہمیت کم کرنے کی کوشش بھی کی۔عالمی ادارہ صحت نے بھی تسلیم کیا ہے کہ یہ سکینر بہت ضروری نہیں ہے کیونکہ یہ صرف انسان میں بخار کی نشاندہی کرتا ہے اور اگر کسی مریض نے جہاز میں بخار ختم کرنے کی دوا کھا لی ہے تو یہ سکینر غیر موثر ہو جائے گا۔ڈاکٹر عرفان طاہر نے بتایا کہ ان کے خیال میں بخار ماپنے والے اس سکینر سے زیادہ اہم مسافروں کے پاسپورٹ کے ذریعے ان کے سفر کی تفصیلات معلوم کرنا ہے۔ان کے بقول یہ جاننا زیادہ اہم ہے کہ کوئی مسافر ایبولا سے متاثرہ کسی ملک سے تو نہیں آ رہا۔امیگریشن کے عملے کو تربیت دی گئی ہے کہ وہ پاسپورٹ کے ذریعے کسی بھی مشکوک مسافر کے بارے میں معلومات حاصل کر سکیں کہ وہ حالیہ دنوں میں ایبولا سے متاثرہ افریقی ملک سے گزر کر پاکستان تو نہیں آ رہا۔انھوں نے بتایا کہ محکمہ صحت اور بعض دیگر اداروں نے ایبولا کے لیے مخصوص ایمبولینس فراہم کرنے کا وعدہ کیا ہے جو بہت جلد بینظیر بھٹو سمیت ملک کے مختلف ہوائی اڈوں پر دستیاب ہو گی۔ان کا کہنا تھا کہ فی الحال ہوائی اڈے پر موجود سرکاری ایمبولینس ہی کو ہنگامی صورتِ حال کے لیے تیار رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔راولپنڈی کا بینظیر بھٹو ہسپتال اسلام آباد کے ہوائی اڈے سے قریب ترین ہے تاہم اس کے بجائے ایبولا کے ممکنہ مریضوں کو اسلام آباد کے پمز ہسپتال لایا جائے گا۔اس کی وجہ محکمہ صحت کے عملے کے مطابق راولپنڈی میں قائم بینظیر بھٹو ہسپتال کے قریب تعمیراتی کام ہے۔تاہم پمز ہسپتال میں بھی ایبولا کے مشتبہ مریض کو وصول کرنے کی کوئی تیاری دکھائی نہیں دیتی۔ہسپتال میں ایک 'آئسولیشن وارڈ' پہلے سے موجود تو ہے۔لیکن عالمی ادارہ صحت کے رہنما اصولوں کے مطابق کسی کمرے یا وارڈ کو ایبولا کے ممکنہ مریضوں کے لیے مختص یا تیار نہیں کیا گیا ہے۔اس آئسولیشن وارڈ میں ڈینگی اور دیگر بیماریوں سے متاثرہ مریض تو دیکھے جا سکتے ہیں لیکن یہاں پر بھی عام آمد و رفت کم کرنے یا منہ ڈھانپنے کے لیے ماسک وغیرہ دستیاب نہیں ہیں۔ہسپتال کے ترجمان ڈاکٹر وسیم خواجہ نے اس بارے میں بی بی سی کے سوال کے جواب میں کہا کہ عملے کو ایبولا کے مریض کی دیکھ بھال کے لیے تربیت دی جا چکی ہے۔ایبولا کے مریض کو بھی ویسے ہی دیگر مریضوں سے الگ رکھا جاتا ہے جیسے ڈینگی بخار یا دیگر مریضوں کو رکھا جاتا ہے۔ایبولا کے لیے کسی بھی ہسپتال میں وارڈ تعمیر نہیں کیا جاتا۔ڈاکٹر خواجہ نے بتایا کہ ان کی تیاریاں مکمل ہیں اور وہ ایبولا کے مشتبہ مریض کو کسی بھی وقت وصول کر کے اس کا علاج کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

طبی سہولیات کی کمی

ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع بھر کے کسی ہسپتال میں نجی سہولت نہ ہونے کے باعث مریض فیصل آباد جانے پر مجبور ہیں۔حکومت کی طرف سے عوام کو علاج معالجے کی سہولیات کی فراہمی کے لیے ضلع بھر میں ایک ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال 66 بنیادی مراکز صحت، 23 ضلع کونسل ڈسپنسریاں، 7 رورل ہیلتھ سنٹرز اور دو تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال قائم کیے گئے لیکن کسی بھی سرکاری ہسپتال میں مریضوں کیلئے وینٹی لیٹرز کی سہولت فراہم نہیں کی گئی اور انتہائی ایمرجنسی میں بھی مریضوں کو مصنوعی سانس اور آئی سی یو میں رکھنے کیلئے فیصل آباد ریفر کر دیا جاتا ہے جہاں پہنچنے سے قبل مریضوں کی بڑی تعداد موت کے منہ میں پہنچ جاتی ہے۔

طویل عرصہ گزرنے اور درجنوں جانیں ضائع ہونے کے باوجود کسی منتخب نمائندے اور محکمہ صحت کے ذمہ داران نے اس اہم مسئلے کے حل کی جانب توجہ نہیں دی۔اس سلسلے میں ایچ آر سی پی ضلعی کور گروپ ٹوبہ ٹیک سنگھ کے رابطہ کرنے پر ای ڈی او (ہیلتھ) ڈاکٹر شفیق نے موقف اختیار کیا کہ ڈی ایچ کیو ہسپتال کی اپ گریڈیشن کے جاری منصوبے کی تکمیل پر وینٹی لیٹر کی سہولت بھی فراہم کی جائے گی۔شہریوں نے اعلیٰ حکام سے مطالبہ کیا ہے کہ کم از کم سول ہسپتال میں ہی فوری طور پر وینٹی لیٹر کی سہولت فراہم کی جائے تاکہ مریضوں کی مشکلات کا ازالہ ہو سکے۔

(اعجاز اقبال)

بلوچستان میں پولیو کے چھٹے کیس کی تصدیق

کوئٹہ بلوچستان کے ضلع قلعہ عبداللہ میں ایک 18 ماہ کی بچی میں پولیو وائرس کی تصدیق ہو گئی جس سے یہاں پولیو کیسز کی تعداد 11 ہو گئی۔صوبائی محکمہ صحت کے ذرائع نے ڈان کو بتایا کہ قلعہ عبداللہ میں 18 ماہ کی بچی میں پولیو وائرس کا انکشاف ہوا ہے۔یہ کیس ایک ایسے موقع پر سامنے آیا ہے جب ایک دن قبل ہی صوبائی دارالحکومت کوئٹہ کے ساتھ ساتھ 10 اضلاع میں پولیو مہم اختتام پذیر ہوئی۔رواں ہفتے کے آغاز میں بلوچستان کے گیارہ اضلاع میں سخت سیکیورٹی میں پولیو مہم شروع کی گئی تھی۔صوبائی حکومت نے پولیو مہم کے دوران کسی بھی ناخوشگوار واقعے سے بچنے کے لیے رضا کاروں کو سخت سیکیورٹی فراہم کی جس میں پانچ سال سے کم عمر 2 لاکھ 38 ہزار بچوں کو پولیو کے قطرے پلائے گئے۔کوئٹہ کے علاوہ جن اضلاع میں پولیو مہم چلائی گئی ان میں پشین، قلعہ عبداللہ، قلعہ سیف اللہ، ژوب، لورالائی، نصیر آباد، جعفر آباد اور لسبیلہ شامل ہیں۔رواں سال اب تک قلعہ عبداللہ اور کوئٹہ سے پانچ پانچ اور ضلع ژوب سے پولیو کا ایک کیس سامنے آیا ہے۔بلوچستان میں گزشتہ دو سال کے دوران کوئی پولیو کیس سامنے نہیں آیا تھا تاہم رواں سال جولائی میں قلعہ عبداللہ سے پولیو کیس رپورٹ ہوا تھا۔اس سلسلے میں 2011 سب سے بدترین سال ثابت ہوا تھا جہاں صوبے بھر سے 73 کیس سامنے آئے تھے۔محکمہ صحت کے حکام نے والدین کی جانب سے پولیو کے قطرے پلانے سے انکار کو بڑھتے ہوئے پولیو کیسز کی اہم وجہ قرار دیا تھا۔

(نامہ نگار)

اقلیتیں

کوٹ رادھا کشن واقعہ کے خلاف احتجاج

پیرمحل 15 نومبر کو سانحہ کوٹ رادھا کشن کیخلاف مسیحی برادری نے مبارک آباد کالونی سے شہباز چوک تک احتجاجی ریلی نکالی اور نعرہ بازی کی۔ احتجاجی مظاہرہ میں سما جی ورکرز، نجی این جی اوز کے نمائندوں خواتین بچوں سمیت سینکڑوں افراد نے شرکت کی۔ احتجاجی مظاہرہ کی قیادت فادر سائمن خورشید نے کی۔ احتجاجی مظاہرہ میں شامل مظاہرین بینرز اور پلے کارڈ بھی اٹھا رکھے تھے۔ مظاہرین سے خطاب کرتے ہوئے مقررین کا کہنا تھا کہ مسیحی برادری ہر مذہب کے لوگوں کا احترام کرتی ہے مقررین نے حکومت پنجاب کو شدید تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے واقعہ میں ملوث ملزمان کیخلاف سخت کارروائی کا بھی مطالبہ کیا۔ بعدازاں احتجاجی مظاہرین اپنا احتجاج ریکارڈ کروا کر پرامن طور پر منتشر ہو گے۔

(اعجاز اقبال)

ہندو ذاکر کا رینجرز پر تشدد کا الزام

تھرپارکر سندھ میں ہندو ذاکر روی شنکر نے الزام عائد کیا ہے انھیں رینجرز نے تشدد کا نشانہ بنایا ہے اور مجالس پڑھنے پر اعتراض کیا ہے۔ تاہم رینجرز کے ترجمان نے اس واقعے سے لاعلمی ظاہر کی ہے۔ ریٹائرڈ سرکاری ملازم روی شنکر کھتری گزشتہ چالیس برسوں سے سندھ، پنجاب اور خیبر پختونخوا کے شہروں میں مجالس پڑھتے رہے ہیں، انھوں نے ڈائریکٹر جنرل رینجرز سندھ کو ایک تحریری شکایت بھیجی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ وہ امام حسین کے پیروکار ہیں اوران کی شان میں رباعیاں اور قصیدے پڑھتے ہیں اوراس کے علاوہ درگاہ حیدر شاہ چھاچھرو کے متولی بھی ہیں، جس کی انھوں نے اپنی پینشن سے تعمیر نو کرائی ہے۔ انھوں نے کہا کہ اکتیس اکتوبر کی دوپہر کو وہ درگاہ میں موجود تھے تو انہیں چھاچھرو پولیس نے ٹیلیفون پر تھانے بلایا جب وہاں پہنچا تو ڈیوٹی افسر نے بتایا کہ رینجرز حکام ان سے ملنا چاہتے ہیں۔ 'تھوڑی دیر کے بعد رینجرز کے مقامی ڈی ایس پی چار دیگر اہلکاروں کے ساتھ وہاں پہنچے، انھوں نے آتے ہی بدکلامی کے ساتھ تشدد کا نشانہ بنانا شروع کر دیا اور کہتے رہے کہ ہندو ہو کر منبر پر بیٹھتا ہے۔ کچھ دیر کے بعد تھانے سے جانے دیا گیا۔ روی شنکر نے بتایا ہے کہ عاشورہ کے دن فلیگ مارچ کے دوران دوپہر کو رینجرز اور پولیس کی گاڑیاں درگاہ کے باہر جمع ہوئیں اور انھیں طلب کیا گیا اور زبردستی پولیس موبائیل میں سوار کر کے پورے شہر میں تماشہ بنایا گیا جس کے بعد چھاچھرو تھانے پر لا کر دو گھنٹے تحویل میں رکھا گیا۔ انھوں نے اپنی درخواست میں کہا ہے کہ قانون نافذ کرنے والے اداروں کا کام قانون کا احترام کرنے والے شہریوں کا تحفظ ہے نہ کہ انہیں ہراساں کرنا، وہ سمجھتے ہیں کہ ڈی ایس پی رینجرز نے اپنے اختیارات سے تجاوز کیا ہے وہ ان سے اپنی زندگی کو خطرہ محسوس کرتے ہیں۔ روی شنکر کا کہنا ہے کہ وہ بین المذاہب ہم آہنگی کے لیے کام کرتے ہیں، اس کارروائی سے ان کے جذبات مجروح ہوئے ہیں اوران کا مشن بھی متاثر ہوا ہے، لہٰذا اس واقعے میں ملوث ملزمان کے خلاف کارروائی کی جائے تاکہ وہ صحرائے تھر میں مذہبی ہم آہنگی کا مشن جاری رکھ سکیں۔ یاد رہے کہ اس سے پہلے مقامی مسجد کے مفتی نے بھی روی شنکر کے مجالس پڑھنے پر غیر اعلانیہ پابندی لگا رکھی ہے۔ روی شنکر کا کہنا ہے کہ لوگوں کے اصرار پر انھوں نے کچھ رباعیاں پڑھی تھیں۔

(نامہ نگار)

قرآن کی بے حرمتی کے الزام پر عیسائی جوڑا قتل

قصور پنجاب کے ضلع قصور میں کے نواحی گاؤں رادھا کشن میں 4 نومبر کو ایک مشتعل ہجوم نے ایک عیسائی جوڑے کو قرآن کی مبینہ بے حرمتی کرنے کے الزام میں ہلاک کر دیا ہے۔ یہ واقعہ منگل کو کوٹ رادھا کشن کے گاؤں میں پیش آیا۔ پولیس کے مطابق مشتعل افراد نے مسیحی خاتون شمع بی بی اور اُس کے شوہر شہزاد مسیح کو تشدد کا نشانہ بنایا جس کے بعد اُنہیں جلا دیا۔ پولیس کہنا ہے کہ جب وہ موقع پر پہنچے تو دونوں میاں بیوی کو مشتعل افراد نے جان سے مار دیا تھا۔ رادھا کشن کے ایک پولیس اہلکار نے بی بی سی کو بتایا کہ پولیس کی اطلاع ملی ہے کہ پیر کے روز ایک عیسائی عورت نے قرآن کو جلا دیا تھا جس کے بعد کچھ لوگوں نے اِس معاملے کو سلجھانے کی کوشش بھی کی تھی لیکن منگل کے روز ایک مشتعل ہجوم نے انھیں ہلاک کر دیا۔ پولیس اہلکار نے بتایا کہ جب پولیس اطلاع ملنے پر اس گاؤں پہنچی تو دونوں میاں بیوی کو ہلاک کیا جا چکا تھا۔ پولیس کے مطابق جائے وقوع پر چار سو کے لگ بھگ مشتعل افراد موجود تھے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف نے مسیحی میاں بیوی کو زندہ جلانے کے واقعے کا نوٹس لیتے ہوئے ایک تحقیقاتی ٹیم تشکیل دے دی ہے۔ پولیس کا کہنا ہے کہ دونوں میاں بیوی بھٹے پر رہتے تھے اور اُن کی عمریں 30 سے 35 سال بتائی جاتی ہیں۔ خاوند کا نام شہزاد مسیح اور بیوی کا شمع بتایا گیا ہے۔ پولیس اہلکار نبیا مین نے بتایا کہ ابھی تک اس واقعے کے مقدمے کے لیے پولیس کو کوئی درخواست وصول نہیں ہوئی اور اسی وجہ سے کسی کو گرفتار بھی نہیں کیا گیا۔

(نامہ نگار)

اشتعال دلانے کا مرکزی کردار مقامی مسجد کا پیش امام ہے

قصور پاکستان کے صوبہ پنجاب کے ضلع قصور میں 4 نومبر کو توہین مذہب کے الزام میں عیسائی جوڑے کو جلانے کے واقعے پر علاقے کے سب ڈویژنل پولیس افسر کا کہنا ہے کہ لوگوں کو مشتعل کرنے میں مقامی مسجد کے پیش امام کا مرکزی کردار ہے۔ بی بی سی سے بات کرتے ہوئے ایس ڈی پی او صدر سرکل ڈی ایس پی سید نذر عباس شاہ نے کہا کہ تفتیش کے دوران یہ بات سامنے آئی ہے کہ مقامی مسجد کے پیش امام محمد حسین نے بغیر تحقیق کیے لاؤڈ سپیکر پر متعدد بار اعلان کیا کہ ایک عیسائی جوڑے نے قرآن کو نذر آتش کیا ہے، اور جو شخص قرآن کی بیحرمتی کرتا ہے وہ سخت سزا کا مستحق ہو جاتا ہے۔ پولیس افسر کے مطابق اس اعلان کے بعد لوگ گھروں اور کھیتوں سے کام کاج چھوڑ کر جتھے کی صورت میں جائے وقوعہ پر پہنچے اور اُنھوں نے شہزاد مسیح اور اُس کی بیوی شمع کو تشدد کا نشانہ بنایا۔ پولیس حکام نے دعوی کیا کہ مقامی پولیس مقتولین کو بچانے کے لیے جائے حادثہ پر پہنچ گئی تھی تاہم وہاں پر موجود مشتعل افراد نے پولیس کو اپنے فرائض سرانجام دینے سے روک دیا۔ نذر عباس شاہ کا کہنا تھا کہ اس مقدمے کی اب تک ہونے والی تحقیقات میں مقتولین کا بھٹے کے مالک یوسف گجر کے ساتھ رقم کے لین دین کا معاملہ سامنے نہیں آیا۔ اُنھوں نے کہا کہ اس مقدمے میں اب تک 43 افراد کو گرفتار کیا گیا ہے اور اس مقدمے میں 53 افراد نامزد ہیں جبکہ باقی افراد کی گرفتاری کے لیے چھاپے مارے جا رہے ہیں۔ پولیس حکام کے مطابق مولوی محمد حسین بھی اُن چار ملزمان میں شامل ہیں جن کا لاہور کی انسداد دہشت گردی کی عدالت سے چار روزہ ریمانڈ لیا گیا ہے۔ جمعرات کے روز وفاقی کابینہ کے اجلاس میں بھی کوٹ رادھا کشن کے واقعے کی سختی سے مذمت کی گئی ہے۔ (نامہ نگار)

قانون نافذ کرنے والے ادارے

بم دھماکے سے ایک لیویز اہلکار ہلاک

باجوڑایجنسی یکم نومبر کو باجوڑ ایجنسی کی تحصیل ماموند کے علاقہ کمرسر میں دوران گشت لیویز اہلکاروں پر ریموٹ کنٹرول بم دھماکہ ہوا۔ بم دھماکے میں ایک اہلکار جاں بحق جبکہ ایک شدید زخمی ہوگیا۔ باجوڑ لیویز فورس کے اہلکار تحصیل ماموند کے علاقے کمرسر میں معمول کا گشت کر رہے تھے کہ سڑک کنارے نصاب ریموٹ کنٹرول بم ایک زوردار دھماکے سے پھٹ گیا۔ دھماکے میں ایک لیویز اہلکار جاں بحق جبکہ ایک اہلکار زخمی ہوگیا۔ زخمی کو علاج کے لیے ہسپتال منتقل کر دیا گیا۔ واقعہ کے بعد سکیورٹی فورسز نے علاقے کو گھیرے میں لے کر سرچ آپریشن شروع کر دیا۔

(شاہد حبیب)

لاپتہ افراد کی نعش برآمد

فیصل آباد چند روز قبل لاپتہ ہونے والے 40 سالہ شخص کی نعش کھلے مین ہول سے برآمد ہوگئی۔ ورثاء نے نعش فیصل آباد روڈ پر رکھ کر شدید احتجاج کیا۔ تفصیلات کے مطابق تاندلیانوالہ کے علاقے محلّہ اسلام پورہ کا رہائشی محمد گلزار 3 روز سے گھر سے لاپتہ تھا، گزشتہ شام گلزار کی نعش ایس پی آفس کے قریب کھلے مین ہول سے برآمد ہوئی۔ پولیس نے نعش قبضہ میں لے کر ضروری قانونی کارروائی کے بعد ورثاء کے حوالے کر دی۔ ورثاء نے نعش پل نہر بنگلہ پر رکھ کر فیصل آباد روڈ بلاک کر شدید احتجاج کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ گلزار کو اغوا کے بعد قتل کیا گیا ہے، مقدمہ درج کر کے ملزمان کو گرفتار کیا جائے۔

(نامہ نگار)

بہن بھائی کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا

ٹوبہ ٹیک سنگھ پانچ افراد نے گھر میں گھس کر بہن بھائی کو تشدد کا نشانہ بنا ڈالا۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ کے نواحی گاؤں 330 ج ب کے امین کے مطابق اس کی بیوی اپنی بچی کو مدرسہ چھوڑنے جا رہی تھی کہ راستے میں شہباز وغیرہ نے اس پر نازیبا الفاظ کہے اور گالی گلوچ بھی کی۔ خاتون گھر آئی تو ملزمان بھی گھر میں گھس آئے اور ڈنڈے مار کر اسے اور اس کے بھائی عبدالغفار کو شدید زخمی کر دیا۔ اہل علاقہ کے آنے پر ملزمان ہوائی فائرنگ کرتے ہوئے فرار ہوگئے۔ سٹی پولیس نے مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کر دی ہے۔

(نامہ نگار)

لیویز اہلکاروں کی گاڑی پر ریموٹ کنٹرول بم حملہ

باجوڑایجنسی 22 اکتوبر کو باجوڑ ایجنسی میں انسداد پولیوٹیموں کی حفاظت پر تعینات لیویز اہلکاروں کی گاڑی پر ریموٹ کنٹرول بم حملے میں دو لیویز سپاہیوں سمیت تین افراد شدید زخمی ہوگئے۔ دھماکے سے گاڑی کو سخت نقصان پہنچا۔ دھماکہ تحصیل ماموند کے دورافتادہ علاقہ ڈیرہ میں اس وقت ہوا جب لیویز اہلکار ایک پرائیویٹ گاڑی میں انسداد پولیوٹیموں کی حفاظت کے لیے وہاں جا رہے تھے۔ حکام کے مطابق گاڑی جب ڈیرے کے ایک مقامی قبرستان کے قریب پہنچ گئے تو نامعلوم افراد کی جانب سے سڑک کنارے نصب ایک ریموٹ کنٹرول بم زوردھماکے سے پھٹ گیا، جس کے نتیجے میں گاڑی میں سوار دو لیویز اہلکاروں اور ڈرائیور شدید زخمی ہوگئے۔ زخمیوں میں انور سید، رحمان الدین اور گاڑی ڈرائیور عمر شامل ہیں۔ دھماکے کی آواز سنتے ہی مقامی لوگ اور امن کمیٹیوں کے رضا کار فوری طور پر جائے وقوع پر پہنچ گئے۔ اور امدادی کارروائیاں شروع کر دی۔ ابھی تک کسی نے بم دھماکے کی ذمہ داری قبول نہیں کی۔ علاقے میں سرچ آپریشن شروع کر دیا گیا ہے۔

(شاہد حبیب)

پولیس کو قانون کے دائرے میں رہ کر کام کرنے کی ہدایت

فیصل آباد ایس ایچ اوز سمیت دیگر پولیس ملازمین کی جانب سے شہریوں کو نجی ٹارچر سیلز میں رکھنے کا انکشاف ہوا ہے جبکہ ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج نے نوٹس لیتے ہوئے پولیس حکام کو قانون کے دائرے میں اختیارات کا استعمال یقینی بنانے کی ہدایت کی ہے۔ ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج صفدر سلیم شاہد کی طرف سے سی پی او ڈاکٹر سہیل حبیب تاجک اور ایس ایس پی انویسٹی گیشن صاحبزادہ بلال عمر کو ارسال کردہ مراسلے میں تحریر ہے کہ ضلع کے مختلف تھانوں میں تعینات ایس ایچ اوز اور تفتیشی افسران قانون کی ذرہ بھر پرواہ نہیں کرتے اور قانون کے یہ محافظ اختیارات کا ناجائز استعمال کرتے ہوئے بیگناہ شہریوں کو بغیر مقدمہ اٹھا کر حوالات کے ساتھ ساتھ نجی ٹارچر سیلز میں رکھ کر وحشیانہ تشدد کا نشانہ بناتے ہیں۔ علاوہ ازیں فرضی کارروائیاں کرتے ہوئے جھوٹے مقدمات میں ملوث کرنے کی دھمکی دیکر رشوت وصول کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور ناکامی کی صورت میں جھوٹے مقدمات تیار کر کے انہیں عدالت میں پیش کر دیا جاتا ہے۔ مراسلے میں مزید تحریر کیا گیا ہے کہ ضلعی پولیس کے ایس ایچ اوز اور تفتیشی افسران کی طرف سے قانون کو خاطر میں نہ لانے کے واقعات میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے، جس کے باعث شہریوں کی غیر قانونی حراست کے واقعات میں خوفناک حد تک اضافہ ہو چکا ہے۔ ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج نے سی پی او اور ایس ایس پی انویسٹی گیشن کو ہدایت کی ہے کہ اپنے ماتحت عملہ کی اس قانون شکنی کا نوٹس لیتے ہوئے انہیں قانون کے دائرے میں رہ کر کام کرنے کا پابند بنائیں۔

(میاں نوید)

محنت کش پر پولیس کا تشدد

ایبٹ آباد تھانہ بگنوتر کے موضع سیرگاہ کے رہائشی شیراز اعوان کو پولیس اہلکاروں نے تشدد کا نشانہ بنانے کے علاوہ ہتھکڑی لگا کر گاؤں میں گھمایا اور تذلیل کا نشانہ بنایا۔ تھانہ بگنوتر کی حدود سیرگاہ میں 14 اکتوبر کو شیراز کا اپنے تایا زاد بھائیوں تو قیر و سہیل پسران ارشاد کے ساتھ جھگڑا ہوا جس کی رپورٹ تھانہ بگنوتر میں لکھوائی گئی۔ اول الذکر دونوں بھائی بااثر لوگ ہیں جنہوں نے پولیس پر دباؤ ڈال کر شیراز کے خلاف غیر قانونی کارروائی کروائی ہے۔ اہلیان علاقہ ہرنو نے ڈی آئی جی ہزارہ سے شیراز اعوان پر ہونے والے تشدد کی غیر جانبدارانہ انکوائری کا مطالبہ کرتے ہوئے ذمہ داران کے خلاف قانونی کارروائی کا مطالبہ ہے۔

(مدنی اعجاز)

بم دھماکہ، دو لیویز اہلکار جاں بحق

باجوڑایجنسی 11 نومبر کو باجوڑ ایجنسی کی تحصیل سالارزئی کے علاقہ چرگو میں گاڑ پر ریموٹ کنٹرول بم دھماکے کے نتیجے میں دو اہلکار جاں بحق ہوگئے۔ دھماکہ اس وقت ہوا جب پولیٹیکل تحصیلدار زادہ خان باجوڑ لیویز فورسز کے اہلکاروں کے ہمراہ پولیو کے خلاف جاری مہم کی نگرانی کے لیے گاڑی میں جا رہے تھے، گاڑی میں لیویز فورسز کے دو اہلکار احسان اللہ اور عبیداللہ موقع پر جاں بحق ہوگئے اور زادہ خان اور دو افراد زخمی ہوگئے۔ بعد میں پولیٹیکل تحصیلدار زادہ خان کو علاج کے لیے ہیلی کاپٹر کے ذریعے پشاور ہسپتال منتقل کیا گیا۔ جہاں زیر علاج رہا لیکن زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے دم توڑ گئے۔

(شاہد حبیب)

تعلیم

طالبات کوٹرانسپورٹ کی سہولت کا مطالبہ

ڈجکوٹ ڈجکوٹ گورنمنٹ گرلز ڈگری کالج کی طالبات سرکاری بس ہونے کے باوجود سفری سہولت سے محروم ہیں۔تفصیلات کے مطابق گورنمنٹ گرلز ڈگری کالج دو ماہ سے آپریشنل ہو چکا ہے۔ڈرائیور اور کنڈیکٹر کی سیٹ خالی ہونے کی وجہ سے طالبات سفری سہولت سے محروم ہیں۔کالج کلرک لیاقت علی نے بتایا کہ عارضی طور پر ڈرائیور اور کنڈیکٹر کو بھرتی کیا جا رہا ہے، طالبات کو جلد سفری سہولت مہیا کر دی جائے گی۔ (نامہ نگار)

سکول بسوں کی مرمت کا مطالبہ

جڑانوالہ گورنمنٹ ہائر سیکنڈری سکول برائے متاثرہ سماعت جڑانوالہ روڈ میں دو گاڑیاں ناکارہ پڑی ہوئی ہیں۔سکول انتظامیہ خصوصی بچوں کو پک اینڈ ڈراپ کی سہولت فراہم کرنے کیلئے دو گاڑیوں میں اوورلوڈنگ کرنے پر مجبور ہوگئی۔32 سیٹوں والی بسوں میں 100 سے زائد طلباء کو پک اینڈ ڈراپ کرنے سے کوئی بھی بڑا حادثہ ہوسکتا ہے۔کئی ماہ گزرنے کے باوجود گاڑیوں کی مرمت کیلئے فنڈز نہ مل سکے۔خصوصی بچوں کے والدین نے حکام سے مطالبہ کیا ہے کہ سپیشل سکولز میں ٹرانسپورٹ کے حوالے سے مسائل کو ہنگامی بنیادوں پر حل کیا جائے۔واضح رہے کہ سپیشل ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کے واحد ہائر سیکنڈری سکول برائے متاثرہ سماعت خصوصی طلباء کو فری پک اینڈ ڈراپ کیلئے 4 گاڑیاں فراہم کی گئی تھیں۔ہر بس میں 28 سے 32 طلباء کے بیٹھنے کی گنجائش ہے جبکہ عرصہ دراز سے دو بسیں مرمت نہ ہونے کے باعث سکول احاطہ میں کھڑے کھڑے کھٹارہ ہو رہی ہیں اور سکول کے 200 سے زائد خصوصی بچوں کو پک اینڈ ڈراپ کرنے کیلئے صرف دو بسیں ہیں۔ان خصوصی بچوں کے والدین کی طرف سے سکول انتظامیہ کو متعدد بار بسوں میں اوورلوڈنگ کی شکایت کی گئی لیکن سکول انتظامیہ کا کہنا ہے کہ اعلیٰ حکام کو دیگر بسوں کی مرمت کیلئے فنڈز جاری کرنے کی درخواست بھجوائی گئی ہے جیسے ہی فنڈز جاری ہوں گے دیگر دو بسوں کو فنکشنل کر کے اوورلوڈنگ کی شکایت کو کم کر دیا جائے گا۔ (نامہ نگار)

سکول وین کے قریب دھماکہ، ڈرائیور اور بچہ ہلاک

پاراچنار فاٹا کے علاقے کرم ایجنسی کے ضلع پاراچنار میں اسکول وین کے قریب بم دھماکے میں ایک بچہ اور وین کا ڈرائیور ہلاک ہوگیا۔18 نومبر کو پاراچنار کے علاقے نستی کوٹ میں صبح سویرے اسکول وین کے قریب دھماکے سے ڈرائیور اور ایک طالب علم ہلاک ہوگیا۔پولیٹیکل حکام کے مطابق دھماکا خیز مواد سڑک کنارے نصب کیا گیا تھا جس کی زد میں آکر گاڑی مکمل طور پر تباہ ہوگئی۔ذرائع کے مطابق دھماکے کے نتیجے میں متعدد بچے زخمی بھی ہوئے جنہیں ہسپتال منتقل کر دیا گیا ہے۔پولیس اور قانون نافذ کرنے والے اداروں نے جائے وقوعہ پر پہنچ کر علاقے کو گھیرے میں لے لیا ہے اور واقعے کی تفتیش شروع کر دی ہے۔ (نامہ نگار)

اساتذہ کی تعداد میں اضافہ کیا جائے

فیصل آباد گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج برائے خواتین جڑانوالہ کو قائم ہوئے 30 سال ہوگئے مگر اساتذہ کی تعداد میں اضافہ نہ ہوسکا۔1983ء میں کالج کو ڈگری کا درجہ ملا۔اس وقت کالج میں طالبات کی تعداد 500 اور اساتذہ کی تعداد 40 تھی۔2013ء میں کالج کو پوسٹ گریجویٹ کا درجہ مل گیا جہاں اب ایم اے کی کلاسز بھی جاری ہیں۔اب کالج میں طالبات کی تعداد 3500 کے قریب ہے جبکہ اساتذہ کی تعداد میں کوئی اضافہ نہیں کیا گیا۔عوامی، سماجی اور کاروباری حلقوں نے بہتر تعلیمی نتائج کیلئے اساتذہ کی تعداد میں اضافے کا مطالبہ کیا ہے۔

سرکاری سکول کی عمارت دھماکے سے تباہ

چارسدہ پاکستان کے صوبے خیبر پختونخوا کے ضلع چارسدہ میں حکام کا کہنا ہے کہ مسلح افراد نے قبائلی علاقے کے سرحد کے قریب دھماکے سے ایک سرکاری سکول کی عمارت کو نقصان پہنچا ہے۔پولیس کے مطابق یہ واقعہ 21 نومبر کو مہمند ایجنسی کے سرحد پر واقع ضلع چارسدہ کے دور افتادہ علاقے کودئی میں ہوا۔تھانہ سرو کے ایک اہلکار یونس خان نے بی بی سی کو بتایا کہ مسلح افراد نے گورنمنٹ گرلز مڈل سکول کی عمارت میں دھماکہ خیز مواد نصب کیا تھا جس کے پھٹنے سے سکول کے دو کمرے تباہ ہوگئے ہیں۔پولیس اہلکار کا کہنا تھا کہ اس سے پہلے بھی اس علاقے میں شدت پسندوں کی طرف سے سکولوں پر حملے کیے جاتے رہے ہیں جس میں 20 کے قریب سرکاری سکول تباہ ہو چکے ہیں۔واضح رہے کہ مہمند ایجنسی اور ضلع چارسدہ کے سرحدی علاقوں میں گزشتہ کئی سالوں سے سرکاری عمارتوں پر حملوں کا سلسلہ جاری ہے تاہم مہمند ایجنسی میں سکیورٹی فورسز کی طرف سے شدت پسند تنظیموں کے خلاف کارروائیوں کے بعد تعلیمی اداروں پر حملوں میں کافی حد تک کمی واقع ہوگئی تھی۔ (نامہ نگار)

طالبہ کو اغواء کرلیا گیا

سمندری سمندری تھانہ کے علاقہ سے دن دہاڑے طالبہ کو گن پوائنٹ پر اغوا کرلیا گیا۔جبکہ ورثاء اور شہریوں نے سڑک بلاک کر کے 5 گھنٹے شدید احتجاج کیا۔تفصیلات کے مطابق 478 گ ب کے ارشد کی بیٹی اپنی کلاس فیلو کے ساتھ رکشہ پر کالج جا رہی تھی کہ 474 گ ب مین روڈ پر موٹر سائیکل سوار دو افراد نے اسلحہ کے زور پر اسے اغوا کرلیا۔وقوعہ کی خبر ملتے ہی اہل علاقہ اور ورثاء سڑک پر آ گئے اور احتجاج کرتے ہوئے سڑک کو پانچ گھنٹے کیلئے بند کر دیا جبکہ بروقت کارروائی نہ کرنے کے الزام میں پولیس کیخلاف نعرے بازی کی۔ڈی ایس پی ملک اعجاز اور ایس ایچ او صدر میاں زاہد نے اغوا کاروں کی گرفتاری کی یقین دہانی کراتے ہوئے مظاہرین کو منتشر کیا۔صدر پولیس نے ملزم عثمان اور ساتھیوں کیخلاف مقدمہ درج کرلیا ہے۔ (میاں نوید)

سکول ٹیچر کے تشدد سے طالب علم شدید زخمی

گوجرہ 7 نومبر کو ایلیمنٹری سکول 154 گ ب کے عدیل ساتویں کلاس کے طالب علم پر ٹیچر نے چوری کے الزام میں تشدد کیا۔پولیس نے قانونی کارروائی کی بجائے معاملہ پنچایت کے سپرد کر دیا۔گوجرہ کے نواحی گاؤں 154 گ ب کے خلیل کے مطابق اس کا گیارہ سالہ بیٹا عدیل گاؤں کے ایلیمنٹری سکول میں ساتویں کلاس کا طالب علم ہے۔سکول ٹیچر نے عدیل کو ڈنڈے سے تشدد کا نشانہ بنایا۔جس کے نتیجہ میں وہ شدید زخمی ہوگیا۔بچے کے ورثا اسے ہسپتال لے گئے اور احتجاج شروع کر دیا۔اطلاع ملنے پر پولیس اور تحصیل انتظامیہ کے اہلکار موقع پر پہنچ گئے جنہوں نے سکول ٹیچر کے خلاف کارروائی کی یقین دہانی کرائی جس پر ورثا نے اپنا احتجاج ختم کیا۔بعد ازاں پولیس نے قانونی کارروائی کی بجائے معاملہ پنچایت کے سپرد کر دیا۔متاثرہ طالب علم کے والد نے تشدد کرنے والے ٹیچر کے خلاف کارروائی کا مطالبہ کیا ہے۔اس سلسلے میں ایچ آر سی پی ضلعی کور گروپ ٹوبہ ٹیک سنگھ نے مقامی پولیس اور ٹیچر سے رابطہ کیا گیا تو انہوں نے تمام الزامات کی تردید کی۔ (اعجاز اقبال)

دونوجوانوں کو قتل کر کے جلادیا گیا

واشک 25 اکتوبر کو پاک ایران سرحد پر واقع تحصیل ماشکیل کے نواحی علاقے دشت لیلیٰ میں نامعلوم مسلح افراد نے رات کی تاریکی میں پک اپ گاڑی میں سوار دو افراد عبدالرؤف اور سبزل ریکی کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا اور بعدازاں دونوں کی لاشوں کو جلادیا۔ پولیس نے ملزمان کے خلاف مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کر دی ہے۔ تاہم واقعے کی وجوہات معلوم نہیں ہوسکی۔

(فاروق کبدانی)

گاڑی پر فائرنگ، 3 ہلاک، 3 زخمی

واشک 26 اکتوبر کو ماشکیل میں مسلح افراد نے ایک گاڑی پر فائرنگ کر کے تین افراد کو ہلاک اور تین کو زخمی کر دیا۔ ہلاک شدگان کی شناخت عظیم جان، جمعہ خان اور محمد اقبال کے ناموں سے ہوئی جبکہ زخمی افراد میں عبدالشکور، محمد عاقل اور محمد اکرم شامل ہیں۔ مقامی پولیس نے علاقے میں سرگرم ایک مسلح گروہ کے سربراہ امیر اور ان کے دس دیگر ساتھیوں کیخلاف مقدمہ درج کرلیا ہے لیکن تاحال کسی قسم کی گرفتاری عمل میں نہیں آئی۔ مقتول افراد کے لواحقین نے نامزد ملزمان کی عدم گرفتاری کو انتظامیہ کی نااہلی قرار دیتے ہوئے اعلیٰ حکام سے نوٹس لینے کا مطالبہ کیا ہے۔

(فاروق کبدانی)

21 اکتوبر 2014 ٹمیاری: معاشرے کے غیر محفوظ طبقات کے حقوق پر مشاورتی اور ایڈووکیسی تقریب کا اہتمام

صحافی کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا

خیرپور 6 نومبر کو خیرپور کے گاؤں گمبٹ میں نامعلوم افراد نے فائرنگ کر کے محمد جیون نامی صحافی کو قتل کر دیا۔ محمد جیون کی اہلیہ کا کہنا تھا کہ ان کی کسی کے ساتھ دشمنی نہیں ہے اور یہ کہ اس کے خاوند کو سچ لکھنے پر قتل کیا گیا۔ وقوعے کے چشم دید گواہ نیاز محمد نے بتایا کہ وقوعہ والے دن مقتول اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ موٹرسائیکل پر گمبٹ جارہا تھا کہ راستے میں کچھ مسلح افراد نے مقتول کو گولیاں مار کر قتل کر دیا اور فرار ہوگئے۔ صحافی برادری کے نمائندے شوکت آرائیں کا کہنا ہے کہ صحافی برادری وقوعہ کی مذمت کرتی ہے اور قاتلوں کی گرفتاری کا مطالبہ کرتی ہے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ وقوعہ کی شفاف تحقیقات کروا کر ملزمان کو انصاف کے کٹہرے میں لایا جائے۔ مذکورہ وقوعے کے خلاف سندھ کے متعدد شہریوں میں احتجاجی مظاہرے بھی کئے گئے۔ (عبدالمنیم ابڑو)

سیاسی کارکن کی بوری بند نعش برآمد

کراچی/ملیر ملیر کے علاقے گلشن حدید سے جئے سندھ متحدہ محاذ کے کارکن روشن بڑوہی کی گولیوں سے چھلنی بوری بند نعش برآمد ہوئی۔ روشن بڑوہی لاڑکانہ کے محلّہ رسول آباد کا رہائشی تھا اور وہ ایک نجی سکول میں کام کرتا تھا۔ اس کے والدین اور لاڑکانہ کے لوگوں نے اس کی رہائی کے لیے احتجاج بھی کیا تھا۔ مقتول کی نعش کو ایدھی سنٹر منتقل کیا گیا اور بعدازاں ورثاء کے حوالے کر دیا گیا۔ روشن بڑوہی کے والد نے بتایا کہ چندروز پہلے ان کے بیٹے کی رہائی کے لیے بیس لاکھ روپے تاوان کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ ایسا ہی ایک واقعہ اکتوبر کے پہلے ہفتے کے دوران بھی پیش آیا تھا جب ایک قوم پرست کارکن اور طالب علم شکیل خانہاڑو، جسے 5 اکتوبر کو اغواء کیا گیا تھا، کو قتل کر کے اس کی نعش کو کراچی کے علاقے ملیر کینٹ میں پھینک دیا گیا تھا۔ شکیل یونیورسٹی آف سندھ میں سوشل ورک کی تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ وہ جسے سندھ متحدہ محاذ کے ایک رنگ جے سندھ سٹوڈنٹ فیڈریشن کے ساتھ وابستہ تھا۔ (ڈاکٹر اشوتھما)

نوجوان کی جان لے لی

ٹوبہ ٹیک سنگھ نامعلوم افراد نے خنجر کے وار کر کے نوجوان کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ کے نواحی گاؤں 322 ج ب (شہزادہ) کا رہائشی 20 سالہ فاروق 2 نومبر کو گوجرہ روڈ کے قریب محلّہ نور پارک میں واقع ہیلتھ کلب میں ایکسرسائز کے بعد گھر جارہا تھا کہ گلی میں موجود موٹرسائیکل سوار افراد نے اس پر خنجروں سے حملہ کر دیا جس کے باعث فاروق شدید زخمی ہوگیا جبکہ ملزمان فرار ہونے میں کامیاب ہوگئے۔ زخمی نوجوان کو طبی امداد کیلئے ہسپتال پہنچایا گیا تاہم وہ شدید زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے جاں بحق ہوگیا۔ اطلاع ملنے پر ڈی ایس پی میاں اکرم اور ایس ایچ او سٹی انسپکٹر بہادر بھٹی موقع پر پہنچ گئے۔ پولیس نے ضروری کارروائی کے بعد نعش ورثاء کے حوالے کر کے تفتیش شروع کر دی ہے۔

(اعجاز اقبال)

معاشی جائزہ

2014-15ء کا بجٹ اور عوام کے حقوق

ڈاکٹر پرویز طاہر

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے اس سال بھی وفاقی اور صوبائی بجٹوں کی انسانی حقوق کے حوالے سے جانچ کے لئے 7 نومبر کو ایک مشاورت کا انعقاد کیا۔ معروف ماہر معاشیات ڈاکٹر پرویز طاہر نے اس موقع پر اپنا کلیدی مقالہ پیش کیا۔ جس کا اردو ترجمہ جہد حق کے قارئین کے لئے پیش خدمت ہے۔ (ادارہ)

1-تعارف:

2014-15ء کی بجٹ تقریر میں وفاقی وزیر خزانہ نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ ایک ایسی معیشت کی تصویر پیش کرنے جا رہے ہیں جسے عدم استحکام کا کوئی خطرہ نہیں۔ بلکہ یوں کہا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا کہ یہ معیشت تسلسل کے ساتھ ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ سرمایہ کاری کا عمل پھر سے جاری ہو گیا ہے، اعتماد بحال ہو رہا ہے اور لوگ بہتر مستقبل کی امیدیں باندھ رہے ہیں۔ یقیناً اس کی وجہ وہ معتبر اور سیاسی دانشمندی کے طور طریقے ہیں جن پر حکومت تسلسل کے ساتھ عمل پیرا ہے۔ وفاقی وزیر خزانہ کے اس دعوے کے برعکس مالی سال کی پہلی سہ ماہی میں زیادہ تر اعشاریے پستی کی طرف جاتے دکھائی دیتے ہیں۔

2013-14ء کی آخری سہ ماہی میں پیو ریسرچ سنٹر (Pew Research Centre) نے چوالیس ممالک کے سروے کے دوران 48,643 افراد سے سوالات کیے۔ اٹھائیس ممالک میں جواب دینے والے افراد کی اکثریت نے امیر و غریب کے درمیان فرق کو بہت زیادہ قرار دیا۔ پاکستان انہی ممالک میں سے تھا جہاں کے جواب دینے والے 76 فیصد افراد عدم مساوات کے بارے میں بے حد متفکر تھے اور انہوں نے اس عدم مساوات کا قصوروار حکومت کی معاشی پالیسیوں کو قرار دیا۔

بجٹ نے 11 نکاتی حکمت عملی پیش کی۔ جن میں مالیاتی خسارہ کی کمی، ٹیکسوں کی وصولی میں اضافہ، افراط زر کے بڑھتے ہوئے رجحان پر قابو پانا، توانائی کے بحران پر تسلسل کے ساتھ توجہ مرکوز کرنا، برآمدات کا فروغ، نئی ملازمتیں پیدا کرنا، ترقی کے لیے سرمایہ کاری کو بڑھانا، مجموعی قومی قرضوں کا انتظام و انصرام، غریبوں کے مفادات کو تحفظ مہیا کرنا، سماجی تحفظ کے پروگراموں کو مستحکم کرنا اور آئی سی ٹی شعبہ کو ترقی اور فروغ دینا شامل ہیں۔ تاہم اصلی حکمت عملی تھی پرائیوٹائزیشن، سڑکوں وغیرہ کی تعمیر، لیپ ٹاپ کی تقسیم اور نوجوانوں کو آسان شرائط پر قرضوں کی فراہمی جیسے سیاسی پروگراموں پر عمل درآمد۔

2-بنیادی خصوصیات:

کیا بجٹ جس کی بنیادی خصوصیات جدول 1 میں دی گئی ہیں، محض اُن غیر حقیقی اعداد و شمار پر مشتمل تھا جو معتبر اور قابل عمل پالیسیوں کی موجودگی کے بغیر ہی پیش کر دیئے گئے تھے؟ جون

> 2007-08ء سے معیشت نے اپنی صلاحیت سے کہیں کم نمو پائی ہے۔ اس دھیمے پن یا سست رفتاری کے ذمہ دار عوامل میں بہت کم تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ ان میں بجلی اور گیس کی کمی کے علاوہ عوام کی زندگیوں اور املاک کے تحفظ کے حوالے سے ریاست کی ختم ہوتی ہوئی اہلیت سے پیدا ہونے والی غیر یقینی کی صورت حال شامل ہیں۔ اس کا اظہار بڑے پیمانے کی مینوفیکچرنگ کے شعبہ کی غیر اطمینان بخش کارکردگی سے ہوتا ہے۔

2014ء میں 2014-15ء کے لیے وفاقی اور صوبائی بجٹوں میں جو اہم اقتصادی اعشاریے پیش کیے تھے وہ زیادہ حوصلہ افزا نہیں تھے۔ پہلی سہ ماہی (جولائی تا ستمبر 2014ء) سے متعلق معلومات دستیاب ہیں۔ افراطِ زر، اعشاریہ، جو عام لوگوں کو سب سے زیادہ متاثر کرتا ہے، کی شرح 7.5 فیصد تھی۔ گزشتہ برس کی اگلی سہ ماہی کے دوران افراط زر کی شرح 8.1 فیصد سے کم تھی لیکن حقیقت میں یہ کافی زیادہ رہی۔ دراصل یہ اوسط ستمبر میں ہونے والے اضافے کو نظروں سے اوجھل رکھتی ہے۔ سٹیٹ بینک نے توقع کا اظہار کیا ہے کہ مستقبل میں یہ اضافہ جاری رہے گا۔ سٹیٹ بینک کو شک ہے کہ افراط زر کی شرح کا نصف 8 فیصد سالانہ کا ہدف حاصل کیا جا سکتا ہے۔ افراط زر میں اضافہ کے ساتھ ساتھ شرح نمو میں بھی کمی واقع ہو گی۔ 2007-08ء سے معیشت نے اپنی صلاحیت سے کہیں کم نمو پائی ہے۔ اس دھیمے پن یا سست رفتاری کے ذمہ دار عوامل میں بہت کم تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ ان میں بجلی اور گیس کی کمی کے علاوہ عوام کی زندگیوں اور املاک کے تحفظ کے حوالے سے ریاست کی ختم ہوتی ہوئی اہلیت سے پیدا ہونے والی غیر یقینی کی صورت حال شامل ہیں۔ اس کا اظہار بڑے پیمانے کی مینوفیکچرنگ کے شعبہ کی غیر اطمینان بخش کارکردگی سے ہوتا ہے۔ مالی سال کے پہلے ماہ کے دوران اس میں محض 1.1 فیصد کا اضافہ ہوا۔ ماہانہ سطح پر دیکھا جائے تو جنوری 2014ء سے یہ انڈکس نیچے کی طرف آ رہا ہے۔ بہتر زرعی پیداوار سے متعلق امیدوں پر حالیہ سیلابوں سے ہونے والے نقصانات نے پانی پھیر دیا ہے۔

جدول 1۔ 2014-15ء کے وفاقی بجٹ کی بنیادی خصوصیات (جی ڈی پی کا فیصد)

	بجٹ برائے سال 2013-14ء	نظرثانی شدہ بجٹ برائے وسال 2013-14ء	بجٹ برائے سال 2014-15ء
حقیقی جی ڈی پی %اضافہ	4.4	4.1	5.1
کل سرمایہ	15.1	14.0	15.7
افراطِ زر (%)	8.0	8.5	8.0
کل آمدنی	14.0	15.1	14.5
ٹیکس سے حاصل آمدنی	10.9	10.6	11.5
ایف بی آر کی طرف سے وصول کیئے گئے ٹیکس سے حاصل آمدنی	9.5	9.0	9.7
کل اخراجات	20.4	20.9	19.4
حالیہ	15.2	16.2	15.2
ترقی (ڈویلپمنٹ)	5.1	4.7	4.2
مالیاتی توازن	-6.3	-5.8	-4.9
ریونیو بیلنس	-1.2	-1.1	-0.7
کل سرکاری قرضہ	61.3	62.0	58.7

بین الاقوامی سطح پر قیمتوں میں ہونے والے اتار چڑھاؤ اور عالمی معیشت کے لیے پیداواری پیشین گوئیوں پر منفی نظرثانی کے ساتھ ساتھ کمزور پیداواری افزائش کے باعث برآمدات متاثر ہو رہی ہیں جبکہ درآمدات میں اضافہ ہو رہا ہے اور اس کی وجہ صرف تیل کے درآمدی بل میں اضافہ نہیں ہے۔ درآمدات اس لیے مہنگی ہیں کہ امریکی ڈالر کے مقابلے میں روپے کی قدر

میں 3.7 فیصد کی آئی ہے۔ برآمدات میں دس فیصد کی جبکہ درآمدات میں 12 فیصد اضافہ ہوا ہے جس کے سبب تجارتی خسارے میں 45 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ بیرون ملک پاکستانیوں کی طرف سے آنے والے زرمبادلہ میں مسلسل اضافے کے باوجود بڑھتے ہوئے تجارتی خسارے سے ادائیگیوں کے توازن پر دباؤ بڑھتا ہے۔ غیر ملکی امداد کے داخلی بہاؤ اور غیر ملکی سرمایہ کاری میں کمی آ رہی ہے۔ مالی سال کے پہلے تین مہینوں میں صرف 169 ملین ڈالر کی براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری ہوئی۔ منافع بخش سرکاری شعبہ کے حصص کی نجکاری سے ملنے والی رقوم اور ڈالر سے موسوم یورو بانڈ اور سکوک کو مالیاتی اور بیرونی نقصانات کو پورا کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ فیڈرل بورڈ آف ریونیو (ایف بی آر) نے پہلی سہ ماہی کے دوران 549 ارب روپے جمع کیے جبکہ پچھلے سال اسی عرصے کے دوران یہ رقم 481 ارب روپے تھی۔ یہ 14 فیصد بڑھوتری اس اضافے کی نسبت کہیں کم تھی جو یقینی طور پر حاصل ہونا چاہیے تھا۔ 2013-14ء کے بجٹ کا ٹارگٹ 2810 ارب روپے تھا جبکہ بعد میں نظر ثانی شدہ ٹارگٹ 2275 ارب روپے رہ گیا۔ موجودہ اخراجات میں اضافہ یقینی ہے جس کے باعث ٹارگٹ پر نظر ثانی ضروری ہو جائے گی۔ ٹارگٹ سے زیادہ اخراجات کا سبب ضرب عضب آپریشن اور سیلاب زدگان کی بحالی پر اٹھنے والے اخراجات ہیں۔ اس کے باعث آمدنی کا توازن بجٹ میں دیئے گئے ٹارگٹ سے زیادہ ہوگا جو کہ جی ڈی پی کا 0.7 فیصد ہے۔ نتیجتاً مالیاتی خسارے کو جی ڈی پی کے 4ء9 فیصد تک لانا ایک بے حد مشکل مرحلہ ہوگا۔ چنانچہ سرکاری قرضہ، خاص طور پر مہنگا اندرونی قرضہ بجٹ ٹارگٹ سے کافی زیادہ ہوگا۔ حکومت کے داخلی قرضہ کے حجم میں جولائی 2014ء کے بعد والے مہینے کے دوران 30 ارب روپے کا اضافہ ہوا۔ جولائی 2013ء کے مقابلے میں سود کی ادائیگی میں 80.5 فیصد اضافہ ہوا۔ بجٹ کے آغاز سے لے کر 5 ستمبر 2014ء تک سٹیٹ بینک حکومت کو قرض دینے والا بنیادی قرض خواہ تھا۔ قرضہ دینے اور قرضہ لینے کے درمیان فرق 4.43 فیصد تھا جو کہ بہت زیادہ تھا۔

3- سرکاری شعبے کا ترقیاتی پروگرام:

جدول 2 میں دیکھا جا سکتا ہے کہ سال 2014-15ء کے فیڈرل پبلک سیکٹر ڈویلپمنٹ پروگرام کے لیے 525 ایک روپے کی رقم مختص کی گئی ہے جو گزشتہ برس کے بجٹ سے کم لیکن نظر ثانی شدہ تخمینے سے زیادہ ہے۔ چالیس ارب روپے کے چالو خسارے کو تسلیم کرتے ہوئے (زائد بجٹ کے لیے خوشگوار صورت حال) گزشتہ سال کے لیے نظر ثانی شدہ بجٹ 385 ارب روپے رہ گیا۔ حتمی گنتی اس سے بھی کم ہو گی۔ سو بجٹ بنانے اور اس پر عمل درآمد کے درمیان یہ انتہائی

جدول 2۔ سرکاری شعبہ کا ترقیاتی پروگرام (روپے ملین میں)

الف۔وفاقی پی ایس ڈی پی	540,000	425,000	525,000
۔تعلیم	525,000	3,193	3,451
ٹریننگ اینڈ سٹینڈرڈ ان ہائر ایجوکیشن	18,490	22,490	20,069
ڈویژن	750	545	1,071
۔ہائر ایجوکیشن کمشن	25739	26,802	27015
۔نیشنل فوڈ سکیورٹی اینڈ ریسرچ ڈویژن	-	-	12,500
۔نیشنل ہیلتھ سروسز اینڈ کوآرڈی نیشن	57840	54008	43,427
ڈویژن	30,965	28,014	39,566
۔پاکستان ایم ڈی جیز اینڈ کمیونٹی	63,039	88,537	111,563
ڈویلپمنٹ پروگرام	52,300	52,300	51,475
۔واٹر اینڈ پاور ڈویژن	51,443	76,095	63,613
(شعبہ پانی)	115,000	-	-
۔ریلویز ڈویژن	6,15000	389,720	650,000
۔نیشنل ہائی وے اتھارٹیز	1,155,000	814,720	1,175,000
(این۔ایچ۔اے)			
۔پاکستان اٹامک انرجی کمشن			
۔واپڈا (بجلی)			
۔نئے ترقیاتی پروگرام			
ب۔صوبائی پی ایس ڈی پی			
ج۔ٹوٹل پی ایس ڈی پی			

ناخوشگوار فرق ہے۔ درحقیقت گزشتہ برس کے بجٹ میں 115 ارب روپے کی جو رقم سیاسی مقاصد والی ''نئے ترقیاتی مہم'' کے لیے مختص کی گئی تھی۔ وہ اس خلیج یا فاصلے کو پاٹنے کے لیے استعمال کی جائے گی۔ 2014-15ء کے مالی سال کے پہلے چار مہینوں میں پبلک سیکٹر ڈویلپمنٹ پروگرام (پی ایس ڈی پی) کے لیے مختص رقم میں سے صرف سترہ فیصد رقم جاری کی گئی تھی۔ یہ رقم گزشتہ برس کے دوران جاری کی جانے والی رقوم سے کم ہے۔

سماجی اور پیداواری شعبے صوبائی حکومتوں کے دائرہ عمل میں آتے ہیں۔ ترقیاتی دائرہ عمل میں وفاقی حکومت کی اہم ذمہ داری کا تعلق فزیکل انفراسٹرکچر یعنی توانائی، پانی، ہائی ویز (شاہراہوں) اور ریلوے کے شعبوں سے ہوتا ہے۔ ترجیحات کا ذکر کیا جائے تو پہلی ترجیح توانائی کی بجائے شاہراہیں بن چکی ہیں اور یہ اقتصادی ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ 2013-14ء میں نیشنل ہائی وے اتھارٹی کے لیے 63 ارب روپے کی رقم مختص کی گئی تھی لیکن نظر ثانی کے بعد اس ادارے کے اخراجات بڑھ کر 89 ارب روپے تک جا پہنچے۔ 2014-15ء کے لیے بجٹ میں پچھلے برس کی رقم سے دوگنا زیادہ رقم مختص کی گئی ہے۔ نہ صرف یہ کہ مختص کردہ رقم اہم ترین توانائی کے شعبہ کے لیے مختص کی گئی رقم سے کہیں زیادہ ہے بلکہ اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ ماحولیاتی لحاظ سے قابل ترجیح ریلوے کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ سماجی شعبہ کے لیے مختص رقوم کے ذریعے سے حقوق دیئے جا رہے ہیں۔ تعلیم اور صحت کے لیے مختص کی جانے والی رقوم میں اضافہ بے حد معمولی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عمومی طور پر صوبوں کو منتقل کیے گئے صحت اور اعلیٰ تعلیم کے لیے فنڈ صرف حالیہ این ایف سی ایوارڈ کی روشنی میں وفاقی حکومت مہیا کر رہی ہے۔ ''پاکستان ایم ڈی جی اور کمیونٹی ڈویلپمنٹ پروگرام'' کے نام سے شروع کیے جانے والے خصوصی پروگرام کے لیے 12 ارب 50 کروڑ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔ کیا اس خصوصی پروگرام کے ذریعے کچھ اہداف جلدی حاصل کر لیے جائیں گے یا یہ رقم صوبوں میں تقسیم کر دی جائے گی، یہ ابھی واضح نہیں ہے۔ گزشتہ بجٹ میں دیئے گئے نئے ترقیاتی اقدامات کی طرح نئے ترقیاتی اقدامات یا پروگراموں کے

بارے میں تفصیلات مہیا نہیں کی گئیں۔ پہلے چار ماہ کے دوران اس پروگرام کے لیے کوئی رقم جاری نہیں کی گئی اس لیے لگتا ہے کہ یا تو ابھی یہ سکیم تیار ہی نہیں ہوئی یا ابھی تک اس کو منظور نہیں کیا گیا۔

2013-14ء میں پی ایس ڈی پی کے صوبائی حصہ کے لیے 615 ارب روپے کی رقم مختص کی گئی تھی۔ لیکن نظرثانی شدہ تخمینے بہت زیادہ کم کر کے 390 ارب روپے کی رقم رکھی گئی۔ 2014-15ء کے بجٹ میں بھی بڑھوتری کا عمل جاری رکھا گیا چنانچہ اس سال کے لیے اس مد میں 650 ارب روپے کی رقم رکھی گئی۔ جیسا کہ ہم ضمیمہ پر دیئے گئے مالی خسارہ کے گوشوارے سے دیکھ سکتے ہیں کہ صوبوں کے لیے لازمی شرط ہے کہ وہ 289 ارب روپے کی فاضل آمدنی ظاہر کریں۔ آسان ترین اصطلاح میں اس کا مطلب یہ ہے کہ صوبے ترقیاتی کاموں پر کم خرچ کریں گے یعنی فاضل آمدنی ہی وہ رقم ہوگی جو خرچ نہیں کی جائے گی۔ چونکہ تعلیم، صحت، لیبر، امن و امان اور نظام عدل صوبائی موضوعات ہیں، اس لیے سماجی، اقتصادی حقوق لوگوں تک ناقص طریقے سے پہنچیں گے۔ (دیکھئے جدول 2 میں)

4- سرمایہ کاری اور روزگار

انسانی حقوق کے عالمی ڈکلریشن کا آرٹیکل 23 کہتا ہے:

(1) روزگار کا حق، ملازمت کے چناؤ کی آزادی، مناسب اور موافق حالاتِ کار اور بیروزگاری کے خلاف تحفظ ہر شخص کا حق ہے۔

(2) کسی تفریق یا امتیاز کے بغیر ایک جیسے کام کے لیے ایک جیسا معاوضہ ہر شخص کا حق ہے۔

(3) کام کرنے والے ہر شخص کا حق ہے کہ اسے منصفانہ اور مناسب معاوضہ دیا جائے جس کے ذریعے یہ یقینی ہو جائے کہ وہ خود اور اس کا خاندان انسانی وقار کے مطابق زندہ رہ سکتے ہیں اور اگر ضروری ہو تو دوسرے ذرائع سے اسے اور خاندان کو سماجی تحفظ حاصل ہو۔

(4) ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے ٹریڈ یونین بنائے اور اس میں شامل ہو۔

آئین پاکستان کے آرٹیکل 38 میں ان شقوں کی عکاسی ہوتی ہے۔ یہ وہ شقیں ہیں جن کا تعلق ''عوام کی سماجی بہتری اور معاشی ترقی'' سے ہے۔ یہ ریاست پر بندش عائد کرتی ہیں کہ وہ (الف) جنس، نسل، عقیدے سے قطع نظر لوگوں کی آسودگی کو یقینی بنائے اور اس مقصد کے حصول کے لیے ان کے معیارِ زندگی کو بہتر کرے۔ دولت کے ارتکاز کو نہ صرف روکے بلکہ ذرائع پیداوار اور وسائل کی تقسیم کو چند ہاتھوں میں مرتکز ہونے سے روکے تاکہ عام لوگوں کے مفادات کو نقصان

جدول 3۔ روزگار کے رجحانات (%)

	2007-08ء	2008-09ء	2009-10ء	2010-11ء	2012-13ء
بیروزگاری کی شرح	5.0	5.2	5.3	5.7	6.0
۔خواتین	8.7	9.0	9.2	9.0	9.1
غیر سرکاری معیشت میں روزگار کا حصہ	72.4	73.0	72.9	73.5	73.3
روزگار میں ذاتی کاروبار سے منسلک کارکنوں کا حصہ	35.9	34.8	35.6	36.3	34.9
کسی بھی وقت ختم ہوجانیوالی ملازمت (غیر محفوظ)	-	61.9	62	61.6	59
۔مرد	-	58.0	57.7	57.0	54.6
۔خواتین	-	77.3	79.0	78.3	75.0

نہ پہنچے۔ اس کے علاوہ آجر اور اجیر زمینداروں اور مزارعین دونوں کے حقوق میں توازن قائم کیا جائے۔ (ب) ملکی وسائل کے اندر رہتے ہوئے تمام شہریوں کو روزگار کی سہولتیں اور مناسب آرام اور کام کے دوران مناسب فرصت تمام افراد کے لیے لازمی سماجی انشورنس یا دوسرے ذرائع کے توسط سے سماجی تحفظ مہیا کرنا، (ج) پاکستان کی ملازمت میں کام کرنے والے یا ملک کے کسی بھی ادارے میں کام کرنے والے، (د) جنس، نسل اور فرقہ کے امتیاز کے بغیر تمام شہریوں کو بنیادی ضروریات زندگی مثلاً خوراک، لباس، مکان، تعلیم اور طبی سہولتوں کی فراہمی۔ ان شہریوں میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جن کے پاس مستقل یا عارضی طور پر ذریعہ معاش نہیں ہے۔

پیداواری سرمایہ کاری کے فروغ کے ذریعے روزگار کے مواقع نہ صرف یہ کہ پیدا کیے جا سکتے ہیں بلکہ ان میں وسعت پیدا کی جا سکتی ہے۔ 2012-13ء کے دوران معیشت میں کل سرمایہ کاری، جو پیداوار کے فروغ اور روزگار کے مواقع پیدا کرنے کے ذرائع ہیں، 2013-14ء میں جی ڈی پی کے 14.6 فیصد سے کم ہو کر 14 فیصد رہ گئی۔ 2014-15ء کے بجٹ میں جو ٹارگٹ مقرر کیا گیا وہ جی ڈی پی کا 15ء7 فیصد تھا جس کا حصول ناممکن ہے۔ یہ اسی طرح غیر حقیقی ہے جس طرح پچھلے برس ٹارگٹ کا حصول ناممکن تھا جو جی ڈی پی کا 15ء1 فیصد تھا۔ تکلیف دہ امر یہ ہے کہ مینوفیکچرنگ کے شعبہ میں مجموعی سرمایہ کاری کم ہو رہی ہے۔ کل نجی سرمایہ کاری میں مینوفیکچرنگ کا حصہ 2005-06ء میں 25ء6 فیصد تھا جو 2013-14ء میں کم ہو کر 11.3 فیصد رہ گیا۔ حکومت کا کاروبار موافق موقف ہونے کے باوجود نجی شعبہ نے ان قرضوں سے زائد قرضے واپس کیے جو جولائی 2015ء میں سرمایہ کاری کے لیے حاصل کیے گئے تھے۔ پیداوار کے ساتھ سرمایہ کاری بھی سست رہی، ملازمتوں کے جتنے مواقع پیدا ہوئے ان سے کہیں زیادہ مواقع ختم ہوئے۔ ''کاروبار کرنے'' پر عالمی بینک کی تازہ ترین رپورٹ نے انکشاف کیا ہے کہ پاکستان اپنی نچلی سطح سے مزید نیچے گر کر 127 ویں سے 128 ویں درجے پر آ گیا ہے۔

جدول 3 میں دیکھا جا سکتا ہے کہ بیروزگاری کی شرح 2007-08ء میں 5 فیصد تھی جو 2012-13ء میں بڑھ کر 6 فیصد ہو گئی۔ یہ اعداد و شمار لیبر فورس سروے میں دیئے گئے ہیں۔ ان کے مطابق ملازمتوں میں مردوں کی نسبت خواتین کی شرح کافی زیادہ ہے۔ 2012-13ء میں بیروزگاری کی سب سے زیادہ شرح خیبر پختونخوا میں 8.5 فیصد تھی جبکہ پنجاب میں یہ شرح 6.1 فیصد، سندھ میں 5 فیصد اور بلوچستان میں 4 فیصد تھی۔ جو لوگ ملازم تھے، ان میں سے 73 فیصد لوگ عام قسم کے یا کہہ لیجئے وہ غیر رسمی قسم کے شعبے میں ملازم تھے۔ ان میں ذاتی قسم کے ادارے شامل ہیں جن میں کام کرنے والے خود ہی اس کے مالک ہوتے ہیں یا وہ چھوٹے چھوٹے ادارے جن میں دس سے کم افراد کام کرتے ہیں اور ان میں سے بھی زیادہ تر کارکن گھر کے لوگ ہی ہوتے ہیں یا جز وقتی ملازم ہوتے ہیں اور یا پھر کام سیکھنے والے ہوتے ہیں، ان میں وہ ادارے شامل نہیں جن کا تعلق زراعتی سرگرمیوں سے ہوتا ہے یا ایسی پیداوار سے ہوتا ہے جو مارکیٹ میں نہیں بیچی جاتی۔ (دیکھئے جدول 3 میں)

خود اپنا کاروبار چلانے والے کارکن اور خاندان کے لوگ جو کام میں مدد دیتے ہیں، غیر سرکاری شعبہ میں شمار ہوتے ہیں، وہ غیر محفوظ ملازمت کے زمرے میں آتے ہیں۔ خود کا ملازم وہ شخص ہوتا ہے جو مذکورہ مدت کے دوران اپنے طور پر کام کرتا ہے یا ''سیلف ایمپلائمنٹ جاب'' پر ایک یا زیادہ شراکت داروں کے ساتھ مل کر کام کرتا ہے لیکن مستقل بنیاد پر کام نہیں کرتا لیکن امکانی طور پر خاندان کے ایک یا زیادہ افراد یا وہ ملازمین جو عارضی طور پر ملازمت پر رکھے جاتے تھے، اس تعریف میں آتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان میں خود

کاشت کرنے والے مالکان، فصل کے شراکت دار اور کنٹریکٹ کاشتکار بھی شامل ہیں۔

خاندان کا وہ فرد جو ایسے شراکتی کاروبار میں بلامعاوضہ کام کرتا ہے جو اس کے گھر کا کوئی فرد یا دوسرے رشتہ دار چلاتے ہیں، اعانتی گھریلو فرد کے طور پر جانا جاتا ہے۔ کل باروزگار افراد میں سے 73 فیصد لوگ غیر سرکاری ملازمتیں کرتے ہیں، بلکہ تقریباً 60 فیصد ملازمین غیر محفوظ ملازمتیں کرتے ہیں۔ مردوں کی نسبت خواتین کی زیادہ تعداد غیر محفوظ ملازمتوں میں ہے۔

5- نجکاری:

جدول 3 میں ملازمتوں کے بارے میں دیئے گئے اعدادو شمار کا تعلق 2014-15ء کے بجٹ کے عرصہ سے ہے۔ تاہم جدول 1 میں کل سرمایہ کاری کے رجحان سے پتہ چلتا ہے کہ حالیہ سال کے دوران بیروزگاری، غیر مستقلی، غیر رسمی اور ضرر پذیری جیسے بے حد سنجیدہ مسائل پیش آتے رہیں گے۔

اس تمام ترصورت حال کے باوجود سرکاری ملکیت کے 32 اداروں کو نجکاری کے تیز تر عمل کے ذریعے نجی ملکیت میں دینے کا فیصلہ کرلیا گیا ہے، جس کے باعث بیروزگاری میں مزید اضافہ ہوگا۔ جن اداروں کی نجکاری فیصلہ کیا گیا ہے، ان میں تیل اور گیس، بینکنگ اور فنانس، بجلی، صنعتیں، ٹرانسپورٹ اور ریئل اسٹیٹ کے ادارے شامل ہیں۔ ان 32 اداروں میں سے 11 اداروں کی نجکاری مستقبل قریب میں کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ ان اداروں کے ملازمین کی طرف سے متوقع مزاحمت کے پیش نظر قادر پور جیسے گیس پیدا کرنے والے یونٹ ان گیارہ اداروں میں شامل نہیں کیے گئے۔ عملی طور پر پالیسی یہ ہے کہ بڑی تعداد میں سرکاری اداروں کی نکاری پر عمل درآمد وقفے وقفے سے کیا جائے۔ نہ تو ماضی میں کیے گئے مناسب تلافی یا معاوضہ کی ادائیگی کے وعدوں کو دوہرایا گیا ہے اور نہ ہی انہیں ملازمتوں پر برقرار رکھنے کا وعدہ کیا گیا۔ چنانچہ تاحال نجکاری کے عمل کے فوری آغاز کے آثار نظر نہیں آ رہے۔ قادر پور کے معاملے میں کارکنوں کے ردعمل اور پاکستان اسٹیل ملز کے مقدمے میں سپریم کورٹ کا فیصلہ نجکاری کمیشن کو مشکل سے ہضم ہو رہا ہے اور اس کا اظہار اس سے بھی ہوتا ہے کہ مقدمہ ہارنے والی پارٹیوں کی طرف سے مقدمے بازی سے اجتناب برتا جا رہا ہے۔ چنانچہ نجکاری سے قبل پاکستان اسٹیل ملز کی تعمیر نو کے لیے وسائل مہیا کرنے میں حکومت کی طرف سے تاخیر کی جا رہی ہے۔ جہاں تک پاکستان ریلویز کا تعلق ہے تو وزیر ریلوے نے ریلویز کی نجکاری کی سخت مخالفت کی ہے۔ تاحال اس سلسلے میں کسی قسم کی کارروائی ہوتی نظر نہیں آ رہی۔ پاکستان انٹرنیشنل ایئر لائنز کا

جدول 4۔ فوڈ سکیوٹی پر ہونے والے اخراجات (روپے ملین میں)

	2009-10ء	2010-11ء	2011-12	2012-13Rء	2013-14Rء	2014-15Bء
وفاقی علاقہ	261,750	245,265	266,972	285,469	382,241	225,437
پنجاب	32,556	41,197	149,325	73,899	35,934	68,673
سندھ	23,702	29,253	49,637	32,538	23,945	26,602
خیبر پختونخوا	9,914	14,203	20,076	15,674	18,695	22,072
بلوچستان	11,819	16,538	19,996	14,259	15,232	20,575
کل	339,741	346,456	823,825	544,178	476,048	363,359

میموآئیٹم: اخراجات کا فیصد

	2009-10ء	2010-11ء	2011-12	2012-13Rء	2013-14Rء	2014-15Bء
وفاقی علاقہ	10.2	9.2	8.5	8.2	9.0	5.2
پنجاب	7.0	5.2	17.0	7.4	3.2	5.1
سندھ	7.8	8.0	10.0	6.4	3.8	3.4
خیبر پختونخوا	6.4	5.8	7.1	5.3	5.7	5.7
بلوچستان	14.8	11.8	15.3	10.3	8.9	11.1
کل	9.5	8.2	16.8	10.0	7.3	5.1

جہاں تک معاملہ ہے تو آئی ایم ایف سے جو وعدہ کیا گیا تھا کہ جون 2014ء کے آخر تک پی آئی اے کے 26 فیصد حصص سٹریٹیجک سرمایہ کاروں / حصہ داروں کو دینے اور اضافی عملہ کو رضا کارانہ ہینڈ شیک کے ذریعے فارغ کر دیا جائے گا لیکن اس منصوبے پر عمل درآمد نہیں ہو سکا۔ شنید ہے کہ حکومت نے مالی مشیر کی خدمات حاصل کرنے کا عمل شروع کر دیا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ کامیاب کنسورشیم کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ کمیونیکیشن سٹریٹیجی فرم کی خدمات حاصل کرے تاکہ فریقین یعنی پی آئی اے کے کارکنوں اور حزب اختلاف کی جماعتوں خصوصاً پاکستان پیپلز پارٹی اور ایم کیو ایم کی توقعات کو پورا کیا جاسکے۔ نجکاری کمیشن کے چیئرمین نے تسلیم کیا ہے کہ نقصان میں جانے والے اداروں کی فروخت سے سنجیدہ سیاسی، لیبر، ملازمین کے حقوق سے متعلق مسائل اور نجکاری کے بعد پیش آنے والے چیلنجوں کا سامنا کرنا کافی تکلیف دہ امر ہوگا۔ پاکستان مسلم لیگ قوت ادراک کو اچھی طرح سمجھتی ہے۔ عوامی شعور کو بڑھانے اور مفادات کے حامل لوگوں کی طرف سے درپیش مزاحمت اور مارکیٹ کے منفی جذبات پر قابو پانے کے لیے کچھ کرنا ہوگا۔ اس کا حل یہ نکالا گیا ہے کہ ابلاغ عامہ کی حکمت عملی کی تیاری میں مصروف ہوجایا جائے۔

پاکستان مسلم لیگ (ن) کی حکومت گومگو کی کیفیت سے دوچار ہے۔ وہ نہیں جانتی کہ نقصان میں جانے والے اداروں کی نجکاری کے بارے میں کیا کرے لیکن اس کے باوجود انتہائی منافع بخش اداروں کے اقلیتی حصص کی فروخت میں کافی جلد بازی دکھائی گئی ہے۔ جون 2014ء میں یو بی ایل کے بقیہ 19.8 فیصد حصص فروخت کر دیئے گئے۔ اس کے بعد پاکستان پٹرولیم لمیٹڈ (پی پی ایل) کے حصص کی فروخت شروع کر دی گئی۔ یاد رہے کہ پی پی ایل قدرتی گیس کی کل مقدار کا 20 فیصد حصہ فراہم کرتی ہے۔ اب آئل اینڈ گیس ڈویلپمنٹ کارپوریشن لمیٹڈ کی باری ہے جس کے بعد حبیب بینک لمیٹڈ کی باری اس سال آ جائے گی۔

یو بی ایل کی فروخت کے عمل کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ جلد بازی میں کیا گیا فیصلہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس عمل میں شفافیت نہیں رہی۔ عام طور پر حصص سابقہ کنٹرولنگ شیئر ہولڈرز کے نمائندے خریدتے ہیں جس سے حصص کی ملکیت کو وسعت دینے کا تصور ہی ختم ہو جاتا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ معاشی قوت کے ارتکاز کو روکنے کا عمل بھی بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس معاملے میں مقررہ حد سے زیادہ پیشکش موصول ہونے کے دعوے سے ظاہر ہوتا ہے کہ فی حصص قیمت کہیں زیادہ ہوسکتی تھی۔ باوجود اس حقیقت کے کہ حکومتی وزیر سٹاک مارکیٹ کی بہتر کارگزاری کا ڈھنڈورا پیٹتے رہتے تھے، اس معاملے میں صرف آٹھ خریدار تھے۔ پی پی ایل کی 5 فیصد حصص کی پیشکش میں معمول سے کم قیمت پر حصص کی فروخت کی پالیسی جاری رہی لیکن یہ منظور کردہ کٹوتی یا کم قیمت اس کٹوتی سے کہیں کم تھی جس کی سفارش فنانشل ایڈوائزر نے کی تھی لیکن حقیقی سودا مارکیٹ پرائس سے کہیں زیادہ قیمت پر ختم ہوا۔ تمام حصص کا ایک بٹا پانچ حصہ انفرادی طور پر لوگوں نے خریدا۔ لگتا تھا کہ فروخت کا ایسا عمل اختیار کیا گیا تاکہ ویسا ہی ردعمل نہ سامنے آئے جو یو بی ایل کے حصص کی فروخت کے

وقت سامنے آیا تھا۔ بہرحال قیمت مقرر کرنے کے گوشوارے تیار کرنے کا عمل وہی رہا اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ او جی ڈی سی ایل کے 7.5 فیصد حصص کی فروخت کے عمل کے وقت ان تجربات کو پیش نظر رکھا جائے گا جن کا سامنا یو بی ایل اور پی پی ایل کے حصص کی فروخت کے وقت کرنا پڑا تھا۔ اس دوران او جی ڈی سی ایل کے مظاہرہ کرنے والے متعدد ملازمین کو اسلام آباد میں گرفتار کر لیا گیا۔ سینیٹ میں حزب اختلاف نے کارکنوں کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کیا ہے۔

مؤثر نگرانی کے بنیادی نظام کی عدم موجودگی میں نجکاری عوامی مفاد کے خلاف عمل ہوتا ہے۔ اس بنیادی نظام کی شان و شوکت تو اپنی جگہ موجود ہے لیکن کارکردگی کے حوالے سے دیکھا جائے تو اس میں مزید بہتری کی ضرورت ہے۔ مالیاتی شعبہ کا نگران سٹیٹ بینک آف پاکستان ہے لیکن آزاد ادارے کے طور پر کام کرنے کے لیے اس کے پاس اختیارات نہیں ہیں یعنی اپنے فرائض کی ادائیگی کے حوالے سے وہ خود مختار ادارہ نہیں ہے۔ سیکیورٹی اینڈ ایکسچینج کمیشن اور کمپٹی ٹیشن کمیشن کو بھی اسی طرح کی رکاوٹوں اور دشواریوں کا سامنا ہے۔ نیشنل الیکٹرک پاور ریگولیٹری اتھارٹی اور آئل اینڈ گیس ریگولیٹری اتھارٹی کے بھی دانت نہیں ہیں اور یہ ادارے مختلف سکینڈلوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ریگولیٹری اداروں کی دیکھ بھال پیشہ ور ہاتھوں میں نہیں ہے۔ اس سے قطع نظر حکومت ٹیکس کے ڈھانچے کو بہتر بنانے کی بجائے نجکاری کے عمل کو جاری رکھے ہوئے ہے تاکہ مالی شگاف کو پُر کیا جا سکے۔ اس عمل کے دوران بیروزگاری کی شرح میں اضافہ کے عمل کو نہیں روکا جا سکتا۔

6- بجٹ اور سماجی و اقتصادی حقوق کی فراہمی کا عمل:

سماجی اور معاشی حقوق بجٹ میں دیئے گئے اخراجات کے ذریعے فراہم کیے جاتے ہیں۔ اٹھارہویں ترمیم اور ساتویں این ایف سی ایوارڈ کے بعد، اس معاملے میں سب سے بڑی ذمہ داری صوبوں کے پاس منتقل ہو گئی ہے۔ چنانچہ وفاقی اور صوبائی بجٹوں کا تجزیہ پیش خدمت ہے۔

7- خوراک کا حق:

خوراک کو آئین میں بطور حق کوئی پہچان یا شناخت نہیں دی گئی لیکن خوراک تک رسائی کی اہمیت پر ناواجب اصرار نہیں کیا جا سکتا۔ 2013ء کے لیے گلوبل فوڈ سیکیورٹی انڈکس میں 107 ممالک میں پاکستان 75 ویں نمبر پر تھا۔ دستیابی، رسائی اور استفادہ تحفظ خوراک کے اہم اجزاء ہیں۔ پالیسی ساز زیادہ تر توجہ دستیابی پر دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر حکومت سندھ نے دس لاکھ ٹن گندم برآمد کرنے کا فیصلہ کیا اور یہ فیصلہ اس نے اس لیے کیا کہ حکومت کا خیال ہے کہ صوبے کے پاس

جدول 5۔ شعبہ صحت کے اخراجات (روپے ملین میں)

	2009-10ء	2010-11ء	2011-12ء	2012-13Rء	2013-14Rء	2014-15Bء
وفاقی علاقہ	23,180	22,790	10,342	11,674	37,466	38,158
پنجاب	37,388	42,346	62,454	52,104	61,725	73,222
سندھ	19,468	22,937	36,854	48,644	48,096	56,809
خیبر پختونخوا	10,212	11,181	20,306	14,214	28,253	30,750
بلوچستان	4,151	6,763	9,509	10,659	13,592	18,470
ٹوٹل	94,399	106,017	139,465	137,295	189,133	217,409

میمو آئیٹم: اخراجات کی فیصد شرح

	2009-10ء	2010-11ء	2011-12ء	2012-13Rء	2013-14Rء	2014-15Bء
وفاقی علاقہ	0.9	0.9	0.3	0.3	0.9	0.9
پنجاب	8.0	5.3	7.1	5.2	5.5	5.4
سندھ	6.4	6.2	7.5	9.6	7.5	7.3
خیبر پختونخوا	6.6	4.6	7.2	4.8	8.6	7.9
بلوچستان	5.2	4.8	7.3	7.7	7.9	9.9
ٹوٹل	2.6	2.5	2.8	2.5	2.9	3.1

زائد فصل ہے جو صوبے کی ضرورت سے کہیں زیادہ ہے۔ اس کے باوجود سرکاری رپورٹیں بتاتی ہیں کہ صوبہ کی 71 فیصد آبادی خوراک کے حصول سے متعلق مسائل سے دوچار ہے۔

مجموعی طور پر ملک میں 26.6 فیصد آبادی معمول کے مطابق خوراک کا استعمال کرتی ہے۔ کام کو باضابطہ اور غیر اتفاقی بنانے کے حوالے سے مضمون کے پچھلے حصے میں تذکرہ کیا گیا ہے۔ غیر محفوظ ملازمت کی بھرمار کے ساتھ ساتھ خوراک کی قیمتوں میں اضافہ نے خوراک تک رسائی کو بہت زیادہ مشکل بنا دیا ہے۔ گلگت بلتستان، فاٹا، بلوچستان اور صوبہ پنجاب کے جنوبی علاقے اور سندھ کے متعدد اضلاع میں صورتحال بے حد خراب ہو چکی ہے۔ تھر کی خراب ہوتی ہوئی صورت حال ظاہر کرتی ہے کہ وہاں غذا کے حوالے سے کس قدر عدم توجہی سے کام لیا جا رہا ہے۔ دیکھیے جدول 4 میں)

بجٹ میں فوڈ سیکیورٹی سے متعلق مختص رقوم میں زراعت، فوڈ سپورٹ اور امدادی رقوم (سبسڈی) پر اُٹھنے والے اخراجات شامل ہیں۔ یہ جدول 4 میں دیئے گئے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ سال 12-2011ء سے ٹوٹل بجٹ تیزی کے ساتھ کم ہو رہا ہے۔ تمام بجٹوں کا فیصد تناسب دیکھا جائے تو وفاقی حکومت کے معاملے میں خرچ میں شدید طور پر کمی آئی ہے جس سے اختیارات کی صوبوں کو منتقلی کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔ جہاں تک پنجاب کا معاملہ ہے تو یہاں گذشتہ برس 3.2 فیصد جبکہ حالیہ برس کے دوران 5.1 فیصد اضافہ ہوا ہے تاہم یہ اضافہ گزشتہ برسوں کی نسبت کم ہے۔ سندھ میں گزشتہ برس کی نسبت اس برس کے دوران فیصد شرح کم رہی ہے۔ 12-2011ء کے دوران فیصد کمی بہت زیادہ رہی ہے۔ بلوچستان نے 15-2014ء کے لیے اپنے بجٹ کا 11.1 فیصد حصہ مختص کیا ہے جو پچھلے سال کی نسبت زیادہ ہے۔ پچھلے سال یہ 8.9 فیصد تھا۔ خیبر پختونخوا نے پچھلے سال کا مختص کردہ بجٹ اس سال بھی جاری رکھا ہے۔ مختص کردہ یہ رقوم زیادہ تر زرعی پیداوار سے متعلق ہیں اور ان میں کمی سے واضح ہوتا ہے کہ خوراک پر دی جانے والی سبسڈی میں کمی کے کیا اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ ''فراہمی'' کے لیے ترجیح واضح نظر آتی ہے جبکہ رسائی اور تصرف ترجیحات میں شامل نہیں۔

8- زندہ رہنے کا حق:

انسانی حقوق کے عالمی اعلامیہ کے آرٹیکل 25(1) میں کہا گیا ہے کہ ''ہر شخص کو اپنی اور اپنے اہل و عیال کی صحت اور فلاح و بہبود کے لیے مناسب معیار زندگی کا حق حاصل ہے۔ اس میں خوراک، لباس، مکان اور علاج کی سہولتیں اور دوسری ضروری معاشرتی مراعات اور بیروزگاری، بیماری، معذوری، بیوگی، بڑھاپے اور ایسے حالات میں روزگار سے محرومی جو اس فرد کے قبضہ قدرت سے باہر ہوں، کے خلاف تحفظ کا حق حاصل ہے''۔ تاہم اس اعلامیہ سے صحت کسی ایسے بنیادی حق کی حیثیت حاصل نہیں کر لیتا جس پر عمل درآمد لازمی قرار دیا جائے۔ لیکن طبی سہولتوں تک رسائی کو آرٹیکل 9 کے تحت ''زندہ رہنے کے حق'' کے لیے ضروری شرط کے طور پر تعبیر کیا جاتا ہے۔ (دیکھیے جدول 5 میں)

پاکستان میں صحت پر اُٹھنے والے سرکاری اخراجات

ہمیشہ جی ڈی پی کے ایک فیصد سے بھی کم رہے ہیں۔ چھوت کی جان لیوا بیماریوں، غیر محفوظ خوراک، ناقص اور کم غذا اور بنیادی صحت تک رسائی نہ ہونے کے باعث جو خطرات درپیش ہیں، ان کے پیش نظر یہ اخراجات انتہائی کم ہیں۔ علاج کے پرانے طریقوں کے بارے میں تعصب پایا جاتا ہے۔ کم ترجیح کے علاوہ اب مدافعتی دیکھ بھال کے ساتھ ساتھ ایک اور مسئلہ درپیش ہوگیا ہے اور وہ ہے ہیلتھ ورکرز خصوصاً پولیو ورکرز کو تحفظ فراہم کرنا۔ 2014-15ء کے بجٹ میں صحت کے لیے محض 3.1 فیصد بجٹ مختص کیا گیا ہے۔ بلوچستان نے سب سے زیادہ بجٹ رکھا ہے جس کے بعد خیبر پختونخوا اور سندھ کا نام آتا ہے۔ سب سے کم بجٹ پنجاب نے مختص کیا ہے جو 5.4 فیصد ہے اور جو گزشتہ برس کے نظر ثانی شدہ بجٹ سے ذرا سا کم ہے۔

10- تعلیم کا حق:

انسانی حقوق کے عالمی ڈیکلریشن کے آرٹیکل 26(1) میں کہا گیا ہے کہ ''ہر شخص کو تعلیم حاصل کرنے کا حق ہے۔ تعلیم کم سے کم ابتدائی اور بنیادی درجوں میں مفت ہوگی۔ ابتدائی تعلیم لازمی ہوگی۔ فنی اور پیشہ وارانہ تعلیم کو عام کیا جائے گا اور لیاقت کی بنیاد پر اعلیٰ تعلیم تک رسائی سب کے لیے مساوی طور پر ممکن ہوگی۔ معاشی، معاشرتی اور ثقافتی حقوق کے بین الاقوامی میثاق کے آرٹیکل 13 میں کہا گیا ہے کہ ''تمام افراد کے لیے پرائمری تعلیم لازمی اور مفت ہوگی۔ ثانوی تعلیم اپنی مختلف شکلوں بشمول فنی اور پیشہ وارانہ ثانوی تعلیم اس طرح عام کرنا ہوگی کہ یہ ہر شخص کی دسترس میں ہو۔ خاص طور سے بتدریج مفت تعلیم رائج کرکے یہ مقصد حاصل کیا جائے گا۔''

پاکستان نے آئین میں اٹھارہویں ترمیم کے ذریعے تعلیم کے اُس حق کو مانا ہے جسے عالمی سطح پر تسلیم کیا گیا ہے۔ آئین میں آرٹیکل 25اے شامل کیا گیا ہے جس میں ابتدائی تعلیم کو بنیادی حق تسلیم کیا گیا ہے۔ اس آرٹیکل میں کہا گیا ہے کہ ''تعلیم پر حق...... حکومت پانچ سے 16 برس کی عمر تک کے تمام بچوں کو قانون کے مطابق مفت اور لازمی تعلیم مہیا کرے گی۔'' تعلیم کو اس لیے اہم قرار دیا گیا ہے کہ اس کے ذریعے دوسرے سماجی اور اقتصادی حقوق حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ مساوی اور تسلسل کے ساتھ جاری رکھنے کے لائق ترقی تعلیم یافتہ آبادی کے بغیر ممکن نہیں۔ تاہم بجٹ کی تخصیص سے یہ امید پیدا نہیں ہوتی کہ عالمی ابتدائی تعلیم کا مقصد جلد حاصل کرلیا جائے گا۔ تعلیم کا معیار اور حجم بھی ترجیحات کے پیمانے پر مسلسل نیچے جارہا ہے۔ (دیکھئے جدول 6 میں)

جہاں تک جی ڈی پی کے فیصد تناسب کا تعلق ہے تو تعلیم پر اُٹھنے والے اخراجات میں اضافہ تو ہو رہا ہے لیکن اس کی

جدول 6۔ تعلیم کے اخراجات

تعلیم۔کل اخراجات کا فیصد	وفاق	پنجاب	سندھ	خیبر پختونخوا	بلوچستان	ٹوٹل
2012-13ء	2.08	28.38	24.35	34.04	21.08	9.75
2013-14ء	2.32	29.15	23.62	34.54	22.90	10.00
2014-15Bء	1.98	19.70	18.78	30.12	21.89	9.28
تعلیم۔جی ڈی پی کا فیصد						
2012-13ء						2.09
2013-14ء						2.12
2014-15Bء						2.25

رفتار انتہائی سست ہے۔ جدول 6 میں دیکھا جاسکتا ہے کہ 2012-13ء میں خرچ 2.01 فیصد تھا اور اگلے برس یہ 2.12 فیصد تھا۔ 2014-15ء کے بجٹوں میں اس میں 2.25 فیصد مزید اضافہ ہوگیا۔ تاہم ترقی پذیر ملکوں کے مقابلے میں یہ تناسب بہت ہی کم ہے۔ کل اخراجات کے تناسب کے اعتبار سے بھی یہ مصارف بے حد کم ہیں۔ 2014-15ء میں اس کے لیے 9.28 فیصد بجٹ رکھا گیا تھا جو 2013-14ء سے بھی کم تھا جو کہ 10 فیصد تھا جبکہ 2012-13ء میں یہ 9.75 فیصد تھا۔ تعلیم کا شعبہ صوبوں کو منتقل کرنے کے بعد وفاقی حکومت نے بجٹ اختصاص میں کمی کردی جس کے نتیجے میں 2014-15ء کے لیے صوبوں میں تعلیم کے لیے بجٹ کی رقم 2013-14ء کے نظر ثانی شدہ اخراجات سے بھی کم کردی گئی۔ سب سے بڑے صوبے میں سب سے زیادہ کٹوتی کی گئی جو دس فیصد پوائنٹس تھی۔ تاہم تعلیم کا سب سے زیادہ بجٹ خیبر پختونخوا کا تھا جس کے بعد بلوچستان، پنجاب اور سندھ کا نمبر آتا ہے۔

آرٹیکل 25۔اے پر عمل درآمد کی رفتار کو تیز کرنے کے حوالے سے توقع یہی تھی کہ تعلیم کے بجٹ اختصاص میں پرائمری تعلیم کے ساتھ تعصّبانہ رویہ اختیار کیا جائے گا۔ تاہم ایسا ہوا نہیں۔ ضمیمہ III میں یہ معلومات درج کی گئی ہیں۔ سندھ کے سوا 2014-15ء میں تعلیمی بجٹ کا بڑا حصہ ثانوی تعلیم کے لیے مختص کیا گیا ہے۔

II - آلودگی سے پاک ماحول کا حق:

قوانین وضوابط نہ ہونے کے باوجود اب دنیا آلودگی سے پاک ماحول کو بنیادی انسانی حقوق کے طور پر تسلیم کرنے لگی ہے۔ ماحولیاتی انحطاط، وسائل میں تخفیف، قدرتی آفات، آلودگی، غیر محفوظ پانی اور صحت وصفائی کے ناقص انتظامات مسلسل ترقی کے لیے بڑا خطرہ ہیں۔ محفوظ، صاف

جدول 7۔ ماحولیات کے اخراجات (روپے ملین میں)

	2009-10ء	2010-11ء	2011-12ء	2012-13Rء	2013-14Rء	2014-15Bء
وفاق	4,072	19,566	47,453	14,766	3,023	2,871
پنجاب	15,146	26,598	22,150	16,178	17,625	32,356
سندھ	8,019	14,850	25,438	7,273	7,029	9,435
خیبر پختونخوا	7,564	9,333	11,586	12,511	16,231	22,026
بلوچستان	3,206	7,274	7,047	8,186	9,129	11,408
ٹوٹل	38,007	77,621	113,674	58,913	53,036	78,097

میمو آئیٹم: اخراجات کا فیصد

	2009-10ء	2010-11ء	2011-12ء	2012-13Rء	2013-14Rء	2014-15Bء
وفاقی علاقہ	0.2	0.7	1.5	0.4	0.1	0.1
پنجاب	3.2	3.3	2.5	1.6	1.6	2.4
سندھ	2.6	4.0	5.1	1.4	1.1	1.2
خیبر پختونخوا	4.9	3.8	4.1	4.2	5.0	5.7
بلوچستان	4.0	5.2	5.4	5.9	5.3	6.1
ٹوٹل	1.1	1.8	2.3	1.1	0.8	1.1

اورصحت مندانہ ماحول زندہ رہنے کےحق کے لیے لازمی شرط ہےاورصحت کےحق کا حصول محفوظ اور دوستانہ ماحول کے بغیر ممکن نہیں۔1994ء میں شہلا ضیا مقدمے میں عدالت عظمیٰ نے قرار دیا کہ آرٹیکل 9 اور 14 کا تعلق زندہ رہنے کےحق اوراعلیٰ وقار سے ہے اور''صاف ماحول اور آلودگی سے پاک فضا'' کی دستیابی کو یقینی بنائے بغیر ان کا حصول ممکن نہیں۔

(دیکھیے جدول 7 میں)

ماحولیاتی خطرات میں آبادی، پانی کے فشار اور شہری آلودگی جیسے ماحولیاتی مسائل نے اضافہ کیا ہے اس کے علاوہ موسمیاتی تبدیلیوں نے حالات کو بے حد بگاڑ دیا ہے۔ سیلاب، خشک سالی، طوفان، گلیشئروں کا پگھلاؤ اور زلزلے معمول بنتے جا رہے ہیں۔ اس حوالے سے موسمیاتی تبدیلی کی جو قومی پالیسی بنائی گئی ہے اس میں تخفیف اور تبدیلی کے لیے اقدامات تجویز کیے گئے ہیں۔ نیشنل کلائمیٹ چینج کے نام سے ایک وزارت بھی قائم کی گئی ہے۔ لیکن یہ شعبہ صوبوں کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ کنکرنٹ موضوع ہونے کے حوالے سے اس شعبہ کے معاملات کو وفاقی حکومت دیکھ رہی ہے اس کے باوجود اس کے لیے بہت کم فنڈ مہیا کیے جاتے ہیں۔ جدول 6 میں جو اخراجات دکھائے گئے ہیں، ان کا تعلق ماحولیات، پانی کی فراہمی، صحت وصفائی اور طوفانوں سے ہے۔ حالیہ بجٹ میں اس پروگرام کے لیے 2.9 ارب روپے رکھے گئے ہیں جبکہ 2011-12ء میں 47.5 ارب روپے کا بجٹ رکھا گیا تھا۔ ٹوٹل بجٹ کے فیصد کے حساب سے ساتویں این ایف سی ایوارڈ اور 18 ویں ترمیم کے بعد پنجاب ماحولیات پر بہت کم خرچ کر رہا ہے حالانکہ اس سے پہلے اس مقصد کے لیے قابل ذکر بجٹ مختص تھا۔ سندھ کا بھی ایسا ہی معاملہ ہے۔ تاہم خیبر پختونخوا اور بلوچستان اختیارات کی منتقلی سے پہلے کے مقابلے میں اپنے بجٹ کا کہیں بڑا حصہ اس مقصد کے لیے خرچ کر رہے ہیں۔ مجموعی طور پر 2014-15ء میں تمام وفاقی اور صوبائی بجٹوں کا اعشاریہ کے حساب سے 1.1 فیصد بنتا ہے۔ یہ بالکل ویسا ہی ہے جیسا 2009-10ء میں تھا یعنی 18 ویں ترمیم اور ساتویں این ایف سی ایوارڈ سے پہلے والے سال جیسا۔

12- گروہی تحفظ (کمیونٹی سکیورٹی) کا احساس:

نسلی و ثقافتی، مذہبی اور دوسری اقلیتوں کے درمیان شناخت کے حوالے سے پیدا ہونے والے تناؤ نے گروہی زندگی کو بہت زیادہ متاثر کیا ہے۔ ابتدائی اور ثانوی تعلیم، اقلیتوں، مذہبی امور، خواتین اور بچوں پر اُٹھنے والے اخراجات سے سرسری سا اندازہ ہوتا ہے کہ بین المذہبی ہم آہنگی پیدا کرنے اور عمومی طور پر گروہی تحفظ مہیا کرنے کے لیے حکومت

جدول 8۔ گروہی تحفظ (روپے ملین میں)

	2009-10ء	2010-11ء	2011-12ء	2012-13Rء	2013-14Rء	2014-15Bء
وفاق	11,981	11,570	12,626	33,577	14,050	15,014
پنجاب	73,236	99,043	121,622	129,236	195,443	221,602
سندھ	34,311	45,385	80,094	76,412	82,451	95,455
خیبرپختونخوا	32,253	15,881	51,861	58,253	78,389	93,852
بلوچستان	7,788	12,691	16,513	21,348	23,261	39,893
ٹوٹل	159,570	184,586	282,716	318,826	393,594	465,817

میموآئیٹم: اخراجات کا فیصد

	2009-10ء	2010-11ء	2011-12ء	2012-13Rء	2013-14Rء	2014-15Bء
وفاقی علاقہ	0.5	0.4	0.4	1.0	0.3	0.3
پنجاب	15.7	12.4	13.9	12.9	17.5	16.4
سندھ	11.3	12.4	16.2	15.1	12.9	12.3
خیبرپختونخوا	20.8	6.5	18.4	19.6	24.0	24.1
بلوچستان	9.7	9.1	12.6	15.4	13.4	21.5
ٹوٹل	4.5	4.4	5.7	5.9	6.0	6.6

کیا اقدامات کر رہی ہے۔ جدول 8 سے ان اخراجات کے اختصاص کے طریق کار سے متعلق علم ہوتا ہے۔ کل اخراجات کے ایک حصہ یا جزو کے طور پر 2009-10ء سے گروہی تحفظ پر اُٹھنے والے اخراجات میں 4.5 فیصد سے 6.6 فیصد تک اضافہ ہوا ہے۔ اس برس کے بجٹ میں اخراجات کا سب سے بڑا حصہ خیبر پختونخوا کا تھا جس کے بعد بلوچستان، پنجاب اور سندھ کے نام آتے ہیں۔ اس میں وفاقی حکومت کا حصہ سب سے کم تھا۔ تاہم ذہن نشین کرنے کی بات یہ ہے کہ بنیادی تعلیم ان چند بڑے شعبوں میں سے ہے جن پر صوبے زیادہ توجہ دیتے ہیں اور جن پر بھاری اخراجات ہوتے ہیں۔ اقلیتوں، مذہبی معاملات، خواتین اور بچوں کے شعبے ایسے ہیں جنہیں مقابلتاً غیر اہم تصور کیا جاتا ہے۔

ظاہر ہے کہ گروہی تحفظ کے معیار کا انحصار نصاب کے مواد اور اقلیتوں، خواتین اور بچوں کے لیے پالیسیوں اور پروگراموں کی موزونیت اور تاثیر پر ہوتا ہے۔ 2013ء کے لیے ورلڈ اکنامک فورم نے جو گلوبل جینڈر گیپ رپورٹ شائع کی ہے، اس میں شامل 142 ممالک کی فہرست میں پاکستان 141 ویں نمبر پر تھا۔ معاشی شرکت کے حوالے سے بھی پاکستان 141 ویں نمبر پر اور سیاسی اختیارات کے حوالے سے 85 ویں نمبر پر تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بہت زیادہ سیاسی شرکت بھی زیادہ اقتصادی شرکت میں تبدیل نہیں ہو سکی۔ نیشنل ایجوکیشن مینجمنٹ انفارمیشن سسٹم کی ایک نئی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ ڈھائی کروڑ بچے سکول نہیں جاتے۔ عدم مساوات پر آکسفام کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ غیر معمولی عدم مساوات اور سماجی تبدیلی کے عمل میں سست روی کے درمیان بہت مضبوط تعلق ہوتا ہے۔

(دیکھیے جدول 8 میں)

13- نوعِ انسانی بمقابلہ قومی سلامتی

عام طور پر پاکستان میں سکیورٹی کا مطلب اس کے شہریوں کا نہیں بلکہ ریاستی حدود کا تحفظ لیا جاتا ہے۔ عوامی وسائل کے اختصاص میں انسانی تحفظ پر قومی تحفظ کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اٹھارہویں ترمیم سے پہلے مرکزیت پسند ریاست نے وسائل کا ایک بڑا حصہ انسانوں کی بہتری کو نظرانداز کرتے ہوئے سرحدی تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے مختص کر دیا تھا۔ امن، لوگوں کے آپس میں رابطے اور تجارت کی بجائے جنوبی ایشیائی علاقہ مستقل ریاستی تنازعہ کا شکار ہے۔ البتہ اس کشیدگی میں کمی یا بڑھوتری ہوتی رہتی ہے۔ ایک مہذب ریاست کی شہریت کے حقوق اور فوائد سے پاکستانی عوام مستفید نہیں ہوتے۔ انصاف تک رسائی، قانون کی پاسداری، تعلیم، صحت اور دوسری ضروریات زندگی جس میں روزگار اور معاش بھی شامل ہیں، تمام شہریوں کے لیے خواب ہی رہتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ سماجی، اقتصادی اور ثقافتی حقوق کے حصول کے لیے بجٹ میں مناسب رقوم کی تخصیص ضروری ہے تاکہ ایسی مشترکہ معیشت اور ایسے سماج کو یقینی بنایا جا سکے جن میں تمام شہریوں کو انسانی تحفظ کی سہولتیں میسر ہوں۔ نوعِ انسانی کے تحفظ کے لیے اقوام متحدہ کے کمیشن

جدول 9۔ انسانی سلامتی بمقابلہ قومی سلامتی

	2009-10ء	2010-11ء	2011-12ء	2012-IRء	2013-IRء	2014-IBء
انسانی تحفظ (روپے بلین میں)	1,389	1,584	2,167	2,2801	2,862	3,165
قومی تحفظ (روپے بلین میں)	468	530	637	729	785	877
انسانی تحفظ بطور کل اخراجات کا فیصد	38.7	37.5	44.1	42.1	43.9	44.8
قومی تحفظ بطور کل اخراجات کا فیصد	13.0	12.5	13.0	13.5	12.0	12.4
انسانی تحفظ بطور جی ڈی پی کا فیصد	9.3	8.7	10.8	10.0	11.3	10.9
قومی تحفظ بطور جی ڈی پی کا فیصد	3.1	2.9	3.2	3.2	3.1	3.0
انسانی تحفظ بمقابلہ قومی تحفظ	2.97	2.99	3.4	3.13	3.6	3.6

برائے انسانی تحفظ کی جن سات جہتوں کی شناخت کی ہے ان میں معاشی تحفظ، خوراک کا تحفظ، صحت کا تحفظ، ماحولیاتی تحفظ، ذاتی تحفظ، گروہی تحفظ اور سیاسی تحفظ شامل ہیں۔ جدول 9 میں سکیورٹی کی ان سات اقسام کے لئے مختص رقوم سے کیا گیا ہے تاکہ انسانی تحفظ کے لیے اختصاص کا تخمینہ لگایا جا سکے۔ ان اختصاص کا موازنہ قومی سلامتی کے لیے مختص رقوم سے کیا گیا ہے۔

انسانی تحفظ پر اُٹھنے والے اخراجات قومی تحفظ پر اُٹھنے والے اخراجات سے زیادہ تھے۔ اٹھارہویں ترمیم اور ساتویں این ایف سی ایوارڈ کے وقت سے انسانی تحفظ اور قومی تحفظ کے اخراجات کا تناسب 3 سے بڑھ کر 3.6 ہو چکا ہے تاہم یہ اضافہ ان ممالک کے مقالے میں کم ہے جن کا فی کس جی ڈی پی ہمارے جتنا ہے۔ 2014-15ء کے بجٹ میں انسانی تحفظ کے لئے مختص رقم ٹوٹل بجٹ کے فیصد کے حساب سے 44.8 فیصد ہے جبکہ پچھلے برس یہ بجٹ 43.9 فیصد تھا۔ اسی عرصہ کے دوران قومی تحفظ کے اخراجات کے حصص میں اضافہ کم تھا جو کہ 12 فیصد سے 12.4 فیصد تک تھا۔ تاہم جی ڈی پی کے فیصد تناسب کے حوالے سے دونوں قسم کے اختصاص میں کمی آئی ہے لیکن انسانی تحفظ کے اخراجات میں کمی بہت تیز تھی یعنی 2013-14ء میں جی ڈی پی کا 11.3 فیصد 2014-15ء میں کم ہو کر 10.9 فیصد رہ گیا۔ اسی عرصہ کے لیے قومی سلامتی کا بجٹ جی ڈی پی کے 3.1 فیصد سے کم ہو کر 3 فیصد رہ گیا۔ اس کی تفصیلات جدول 9 میں پیش کی گئی ہیں۔ (دیکھئے جدول 9 میں)

انسانی تحفظ پر اٹھنے والے کم اخراجات کی بازگشت 2015ء کے اختتام تک سنائی دیتی رہی، واضح رہے کہ ترقیاتی مقاصد کے حصول میں کامیابی کا اظہار پاکستان کے توقع سے نہایت کم ریکارڈ سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ جنوبی ایشیاء کے ممالک میں کم ترین کارکردگی ہے۔ نشاندہی کرنے والے کل 33 اشاروں میں پاکستان راہِ عمل کے صرف 14 اشاروں پر نظر کرتا ہے۔ جیسا کا جدول 10 سے ظاہر ہوتا ہے۔ ابتدائی تعلیم اور زچہ کی شرح اموات سے متعلق کوئی بھی اشارہ موجود نہیں ہے۔ بچوں کی اموات کے نصف اشاریے اور خواتین کے اختیارات کے حوالے سے نصف سے بھی کم اشاریے نظر آتے ہیں۔ پنجاب اور خیبر پختونخوا میں صورتحال سندھ اور بلوچستان سے بہتر ہے۔ 2015ء کے بعد کے ایجنڈے میں انسانی تحفظ کے ضمن میں ہونے والے بحث مباحثے، جیسا کہ سیکرٹری جنرل کی پیش کردہ رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے، کا بنیادی موضوع ہے، تمام لوگوں کے لئے "پُر وقار زندگی"۔ ایجنڈے کا مقصد تمام ممالک کی توجہ اس موضوع کی طرف دلانا ہے تا کہ اس مقصد کے حصول میں کوئی بھی ملک پیچھے نہ رہ جائے اور اس میں اقتصادی کایا پلٹ، امن اور طرزِ حکمرانی شامل ہیں۔ (دیکھئے جدول 10 میں)

عالمگیر معلومات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایم ڈی جی کا 2015ء کے اختتام تک غربت کو نصف تک گھٹانے کے ہدف کو حاصل کرنے کی توقع ہے۔ پاکستان میں سرکاری اعداد وشمار ظاہر کرتے ہیں کہ پاکستان نے 13 فیصد کا اپنا ہدف بہت پہلے ہی حاصل کر لیا تھا۔ 2010-11ء میں افرادی گنتی غربت کی شرح کا تخمینہ 12.4 فیصد لگایا گیا تھا۔ 2000-01ء میں 34.4 فیصد سے 2005-06ء میں 22.3 فیصد کمی کے دعوے نے تمام تر کارروائی ہی کو مشکوک بنا دیا۔ عالمی بنک کا لگایا گیا تخمینہ بھی یہی ظاہر کرتا ہے کہ 1991ء اور 2011ء کے عرصے کے دوران پاکستان میں فی کس روزانہ آمدنی 1.25 ڈالر تھی۔ پاکستان اکنامک سروے 2013-14ء ان اعداد وشمار کو "ملک میں غربت کے عارضی اظہاریئے" قرار دیتا ہے جبکہ ایک ٹیکنیکل گروپ اسے سرکاری ضابطہء کار قرار دیتا ہے۔ غربت سے متعلق بجٹ میں رکھے گئے اخراجات کم ہو رہے ہیں۔ جدول 10 سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اخراجات 2011-12ء میں جی ڈی پی کا 9.76 فیصد تھے۔ لیکن اس کے بعد سے ان میں مسلسل کمی آ رہی ہے۔ 2014-15ء کے جی ڈی پی کے 7.7 فیصد سے کم ہے۔ حیرت ہے کہ اس کے باوجود انسانی ترقی کے انڈیکس میں پاکستان 142 ویں نمبر پر ہے۔ (دیکھئے جدول 11 میں)

13۔ اختتام

2014-15ء کے لئے وفاقی اور صوبائی بجٹوں کا تجزیہ ظاہر کرتا ہے کہ ملک آج بھی قومی تحفظ کی ریاست بنا ہوا ہے جس کے وسائل کا بہت بڑا حصہ دفاعی ادارے کو چلا جاتا ہے۔ ساتویں این ایف سی ایوارڈ جو تھوڑی سی سہولت صوبوں کو سماجی واقتصادی بہتری کے حصول کے لیے مہیا کرتا ہے، اسے بھی صوبوں کے اندرونی دفاعی ادارے اُچک لیتے ہیں۔ امن وامان کی بگڑتی ہوئی صورتحال کے لیے بہت زیادہ وسائل کی ضرورت ہوتی ہے، لیکن یہ سیاسی لوگوں کو موٹر ویز، میٹرو بس اور ٹرانسپورٹ کی راہداریوں جیسے ان کے من پسند پروگراموں کو یہ بگڑتی ہوئی امن وامان کی صورتحال نہیں روکتی۔ بجلی جیسی انتہائی اہم ضرورت ان کی ترجیحات میں دوسرے نمبر پر آتی ہے۔ یونیورسل پرائمری سکول انٹرولمنٹ، اور سکولوں میں صنفی مساوات کا حصول مستقبل قریب میں تو نظر نہیں آتا۔ شعبہء صحت میں ناانصافی عروج پر ہے۔ خوراک اور صحت تک غریب لوگوں کی رسائی، خصوصاً دیہی علاقوں میں، کے حوالے سے ذرہ برابر بہتری نہیں آئی۔ زچہ و بچہ کی نگہداشت کے لیے اخراجات کے اختصاص اور ان کے نتائج کے حوالے سے حالات بے حد دگرگوں ہیں۔ بچوں کی خوراک کے حوالے سے افریقہ میں پاکستان سے بہتر صورتحال

جدول 10۔ ایم ڈی جی زیر ہونے والی ترقی

مقصد	اشاروں کی تعداد	ٹریک پر	ٹریک سے باہر
1۔ انتہائی غربت اور بھوک کا خاتمہ	3	1	2
2۔ یونیورسل پرائمری ایجوکیشن کا حصول	3	0	3
3۔ صنفی مساوات اور خواتین کے اختیارات کو فروغ دینا	5	2	3
4۔ بچوں کی شرح اموات میں کمی	6	3	3
5۔ زچہ کی صحت کی بہتری	5	0	5
6۔ ایچ آئی وی/ایڈز، ملیریا اور دیگر امراض کا مقابلہ	5	4	1
7۔ ماحولیاتی توازن کو قائم رکھنے کی ضمانت	6	4	2
اشاروں کی تعداد	33	14	19

ہے۔ جرائم سے محفوظ رکھنے اور مانع حمل تدابیر کا رواج بھی اسی قسم کی صورتحال پیش کرتا ہے۔ ماحولیاتی معاملات کو بہتر بنانے کے لیے پیسے کی ضرورت ہے۔ ایم ڈی جی کے اہداف، جن کا تعلق ماحولیاتی تحفظ سے ہے، کے حصول کا تعلق اہداف کو غلط تصریح کے ساتھ پیش کرنے سے ہے۔

موثر خدمات مہیا کرنے کے لیے ایسے اداروں کی ضرورت ہوتی ہے جن کی بنیاد مرکزیت پر نہ رکھی گئی ہو۔ 18ویں ترمیم کے تحت صوبوں کو اختیارات کی حوالگی سے اختیارات کو مزید نیچے یعنی مقامی سطحوں تک جانا چاہئے تھا۔ انتخابات کے ذریعے آنے والی مقامی قیادت، بہتر حکومت اور موثر انتظام، خصوصاً صوبائی اور ضلعی سطح پر بے حد ضروری ہے تاکہ عوام کی ضرورت پر دھیان دیا جاسکے اور آئین میں جس سماجی واقتصادی بہتری کی بات کی گئی ہے، اس پر عملدرآمد کیا جاسکے۔ غیر محفوظ ملازمتوں پر کام کرنے والے ساٹھ فیصد افراد اور غریب یا غیر محفوظ آبادی کے 75 فیصد حصے نے گزشتہ چھ برسوں کے دوران پیداواری عمل کی رفتار کو دھیما کر دیا ہے اور حکومت کے ''کاروبار دوست'' موقف کے باوجود پیداواری عمل میں تیزی نہ آنے اور بھاری مالیاتی اور کرنٹ اکاؤنٹ میں خسارے ایسی معیشت کی عکاسی کرتے ہیں جو ساختیاتی بگار کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔

بجٹوں میں حقوق کی بنیاد سے جڑے مواد کی کمی کی ایک اہم وجہ بجٹ کی تیاری کو نوکرشاہی پر چھوڑ دینا ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ جہاں نوکرشاہی کی پیشہ ورانہ اہلیت بدتر ہوئی ہے وہیں سیاسی وابستگی کے سبب پارٹی مفادات کے درآنے اور پارلیمانی فروگذاشت نے بھی حالات کو تکلیف دہ بنادیا ہے۔ وفاقی سطح پر وسط مدتی بجٹ کے فریم ورک کی تیاری کے پیچھے تصور یہی تھا کہ بجٹ کی تیاری کا عمل کافی پہلے شروع کیا جائے اور پارلیمنٹ اور اس کی متعلقہ کمیٹیوں کے مشورے بھی حاصل ہوجائیں۔ صوبائی سطح پر میڈیم ٹرم ڈویلپمنٹ فریم ورک کی تشکیل کا مقصد بھی یہی ہے۔ تاہم دونوں مشقیں یہ مقاصد پورا نہیں کرتیں۔ بجٹ کی ترجیحات اور عمل درآمد پر نظر رکھنے کے حقوق کو تسلیم کرنے کی یقین دہانی کا ایک ذریعہ شہریوں کی اس عمل میں شرکت ہے۔ پنجاب اور خیبر پختونخوا کی حکومتوں نے اس سال کے دوران شہریوں کے بجٹ کو شائع کرنا شروع کر دیا ہے۔ تاہم یہ وہ دستاویزات ہیں جنہیں آسان ترین زبان میں تحریر کیا گیا ہے جبکہ بجٹ کی تفصیلات بہت زیادہ صفحات پر درج کی گئی ہیں۔ یہ بجٹ کے بعد کی دستاویز ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ابتدائی مانیٹرنگ اور ترغیب دینے میں ممدومعاون ثابت ہو۔ تاہم یہ بجٹ کی وہ دستاویز نہیں ہے جو شہریوں کی خواہشوں، امنگوں کا آئینہ دار ہوسکتی ہے۔

(انگریزی سے ترجمہ)

جدول 11۔ غربت سے متعلق اخراجات

	روپے بلین	جی ڈی پی کا فیصد
2009-10ء	1,110,762	7.5
2010-11ء	1,245,541	6.8
2011-12ء	1,938,357	9.7
2012-13ء	1,911,300	8.5
2013-14ء	1,958,991	7.7
2014-15 Bء	2,121,993	7.3

ضمیمہ I۔ 2014-15ء کا بجٹ ایک نظر میں

وصولیاں	روپے بلین میں	اخراجات	روپے بلین میں
ٹیکس ریونیو	3,129	کرنٹ	3,130
۔ایف بی آر ٹیکس	2,810	منافع کی ادائیگیاں پنشن دفاعی اموراورسرسز گرانٹس اورٹرانسفر سبسڈیز رننگ آف لوکل گورنمنٹ	1,325 215 700 371 203
۔دوسرے ٹیکس	319	پرووژن فار پے اینڈ پنشن انکریز (اضافہ)	291 25
۔نان ٹیکس ریونیو	816		
A) گراس ریونیو وصولیاں B) منفی صوبائی حصہ	3,946 1,720		
I۔ نیٹ ریونیو وصولیاں (اے۔بی) ii۔نیٹ کیپیٹل وصولیاں iii۔ ایکسٹرنل وصولیاں (نیٹ) iv ۔ صوبائی زائد (سرپلس) کل وسائل	2,225 6,86 508 289 3,936	B۔ڈویلپمنٹ وفاقی پی ایس ڈی پی نیٹ لینڈنگ دوسرے ترقیاتی اخراجات کل اخراجات	806 525 120 162 3,936

ضمیمہ II۔ مالی خسارہ اور فنانسنگ 2014-15ء

مالی خسارہ	روپے بلین میں	گراس غیر ملکی قرضے	روپے بلین میں
A) وفاقی آمدنی (نیٹ)	2,225	گراس غیر ملکی قرضے	869
B) کل وفاقی اخراجات (i+ii)	3,936	قرضے کی ادائیگیاں	361
i) حالیہ اخراجات	3,130	طویل المدتی غیر ملکی قرضے	333
ii) ڈویلپمنٹ اینڈ نیٹ لیڈنگ (a+b+c)	806	قلیل المدتی غیر ملکی قرضے	27
a) وفاقی پی ایس ڈی پی	525	i) نیٹ ایکسٹرنل فنانسنگ	508
b) دوسرے ترقیاتی اخراجات	162	ii) ڈومیسٹک فنانسنگ (a+b)	914
c) نیٹ لینڈنگ	120	a) بنک فنانسنگ اس میں سٹیٹ بنک آف پاکستان کو فنانسنگ	228 0
C) وفاقی خسارہ (A-B)	-1,711	b) نیٹ بنک فنانسنگ	686
صوبائی زائد	289	پبلک ڈیٹ	415
تمام تر مالی خسارہ	-1,422	پبلک اکاؤنٹ	271
جی ڈی پی کا فیصد	-4.9%	کل فنانسنگ آف ڈیفی سٹ (i+ii) جی ڈی پی کا فیصد	1,422 4.9

ضمیمہ III۔ تعلیم پر اخراجات

2012-13ء	وفاق	پنجاب	سندھ	خیبر پختونخوا	بلوچستان	کل
پرائمری تعلیم	6,378	85,613	46,564	30,416	9,284	178,255
ثانوی تعلیم	7,626	59,167	25,777	34,225	11,717	138,512
جنرل یونیورسٹیاں، کالجز اور تعلیمی ادارے	38,579	20,095	10,806	10,341	2,795	82,616
دوسرے	19,130	31,211	15,278	9,476	5,375	80,470
کل	71,713	196,086	98,425	84,458	29,171	479,853
2013-14ء						
پرائمری تعلیم	6,996	90,046	50,573	36,148	9,968	193,731
ثانوی تعلیم	8,168	82,035	27,480	33,403	18,161	169,247
جنرل یونیورسٹیاں، کالجز اور تعلیمی ادارے	48,779	23,253	12,129	10,136	3,374	97,671
دوسرے	23,108	22,704	15,911	10,017	5,386	76,949
کل	87,051	218,038	106,093	89,704	36,889	537,598
2013-14Bء						
پرائمری تعلیم	6,335	105,836	52,818	36,235	10,108	211,332
ثانوی تعلیم	8,138	114,515	37,423	55,648	20,935.74	236,660
جنرل یونیورسٹیاں، کالجز اور تعلیمی ادارے	48,840	24,433	13,034	23,318	4,196	113,822
دوسرے	23,137	21,072	41,992	2,215	5,434	93,849
کل	88,450	265,856	145,267	117,416.30	40,674	655,663

خودکشی کے واقعات

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور جہدِ حق کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی گئی رپورٹوں کے مطابق **26** اکتوبر سے **25** نومبر تک کے دوران ملک بھر میں **139** افراد نے خودکشی کر لی۔ خودکشی کرنے والوں میں **46** خواتین شامل تھیں۔ اسی عرصہ کے دوران **51** افراد نے خودکشی کرنے کی کوشش کی جنھیں بروقت طبی امداد دے کر بچا لیا گیا۔ اقدام خودکشی کرنے والوں میں **21** خواتین شامل ہیں۔ اعداد و شمار کے مطابق خودکشی کرنے والوں میں **77** افراد نے گھریلو جھگڑوں و مسائل سے تنگ آ کر اور **15** نے معاشی تنگدستی سے مجبور ہو کر خودکشی کر لی۔ خودکشی کے واقعات میں **75** نے زہر کھا/پی کر، **19** نے خود کو گولی مار کر اور **28** نے گلے میں پھندا ڈال کر جان دے دی۔ خودکشی اور اقدام خودکشی کے **190** واقعات میں سے صرف **18** واقعات کی ایف آئی آر درج ہوئی۔

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
26اکتوبر	ظفر بھٹی	مرد	20برس	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ٹبہ قاضاں دائرہ دین پناہ	ـ	جنگ ملتان
26اکتوبر	نمل	خاتون	17برس	ـ	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	عثمان ٹاؤن، گوجرانوالہ	ـ	روزنامہ دنیا
26اکتوبر	عائشہ	خاتون	ـ	ـ	ـ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	گاؤں سوک، گجرات	ـ	روزنامہ دنیا
26اکتوبر	شیخ فرحان	مرد		ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	بلاک 23، سرگودھا	ـ	روزنامہ نئی بات
27اکتوبر	مہناز سہتو	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	خیر پور میرس، سندھ	ـ	روزنامہ کاوش
27اکتوبر	خالدہ	خاتون	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	باڈہ، لاڑکانہ، سندھ	ـ	روزنامہ کاوش
27اکتوبر	حسین	مرد	19برس	ـ	غیر شادی شدہ	ـ	زہرخورانی	داتا دربار، لاہور	ـ	روزنامہ نوائے وقت
27اکتوبر	مقصود	مرد	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	اچھرہ، لاہور	ـ	روزنامہ خبریں
27اکتوبر	محمد رمضان	مرد	18برس	ـ	ـ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	گاؤں مٹو ہائیکے، نوشہرہ ورکاں	ـ	روزنامہ جنگ
28اکتوبر	مسرت	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا ڈال کر	چکلالہ سکیم 3، راولپنڈی	ـ	روزنامہ نوائے وقت
28اکتوبر	محبوب لاشاری	مرد	22برس	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	خیر پور میرس، سندھ	ـ	روزنامہ کاوش
29اکتوبر	ح	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	بیٹی کے اغواء پر دلبرداشتہ	زہرخورانی	خان گڑھ، مظفر گڑھ	درج	جنگ ملتان
29اکتوبر	امجد علی	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ٹھٹھہ موسیٰ، چنیوٹ	ـ	روزنامہ جنگ
29اکتوبر	عبدالغفور	مرد	65برس	ـ	ـ	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	پھندا ڈال کر	چک 43، چشتیاں	ـ	روزنامہ جنگ
29اکتوبر	ـ	خاتون	18برس	ـ	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا ڈال کر	محلّہ حبیب پور، ڈسکہ	ـ	روزنامہ جنگ
30اکتوبر	صائمہ	خاتون	16برس	ـ	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کاہنہ، لاہور	ـ	روزنامہ نوائے وقت
30اکتوبر	عابدہ	خاتون	30برس	ـ	شادی شدہ	ـ	پھندا ڈال کر	کوٹ بہاول	ـ	روزنامہ نئی بات
30اکتوبر	رستم علی	مرد	24برس	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	گاؤں دودھے، ننکانہ	ـ	روزنامہ نئی بات
30اکتوبر	زاہد	مرد	25برس	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	پھندا ڈال کر	چک 30 ج ب، امین پور بنگلہ	ـ	روزنامہ جنگ
30اکتوبر	شاہد کیرو	مرد	17برس	ـ	غیر شادی شدہ	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	پھندا ڈال کر	نواں جتوئی، نوشہرو فیروز، سندھ	ـ	روزنامہ کاوش
30اکتوبر	اللہ ودھایا	مرد	45برس	ـ	شادی شدہ	بیماری سے دلبرداشتہ ہو کر	خود کو گولی مار کر	قمبر، سندھ	ـ	روزنامہ کاوش
31اکتوبر	اللہ بخش	مرد	23برس	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	نصیر آباد، قمبر، سندھ	ـ	روزنامہ کاوش
31اکتوبر	کوثر بی بی	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	نارنگ منڈی	ـ	روزنامہ نوائے وقت
31اکتوبر	فہیم	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	ـ	زہرخورانی	فیصل آباد	ـ	روزنامہ نوائے وقت
31اکتوبر	شفیق	مرد	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	محلّہ علامہ اقبال ٹاؤن، بصیر پور	ـ	روزنامہ نوائے وقت
31اکتوبر	ثمرین	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	ـ	زہرخورانی	رجانہ، ٹوبہ ٹیک سنگھ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
یکم نومبر	صائمہ	خاتون	ـ	ـ	ـ	ـ	نہر میں کود کر	تربیلا غازی	ـ	روزنامہ خبریں
یکم نومبر	محمد آصف	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	ـ	پھندا ڈال کر	پسرور	ـ	روزنامہ نوائے وقت
یکم نومبر	ثمینہ بی بی	خاتون	40برس	ـ	شادی شدہ	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	بند روڈ، لاہور	ـ	روزنامہ دنیا
یکم نومبر	ر	خاتون	ـ	ـ	غیر شادی شدہ	غربت سے دلبرداشتہ ہو کر	زہرخورانی	گھلا پور، مڈھ رانجھا	ـ	روزنامہ جنگ
یکم نومبر	سجاد علی	مرد	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	موضع جیون، ساہیوال	ـ	روزنامہ جنگ
یکم نومبر	فلک شیر	مرد	ـ	ـ	ـ	ـ	پھندا ڈال کر	ستیانہ روڈ، فیصل آباد	ـ	روزنامہ جنگ
یکم نومبر	محمد شہباز	مرد	ـ	ـ	ـ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	ـ	شاہ صادق نہنگ، شورکوٹ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
یکم نومبر	کنیز فاطمہ	خاتون	35برس	ـ	شادی شدہ	ذہنی معذوری	ٹرین تلے کود کر	محلّہ کوٹ رانجھا دھونکل، وزیر آباد	ـ	روزنامہ نئی بات

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
یکم نومبر	سلیم	مرد	28برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	محلّہ اقبال پورہ، سانگلہ ہل	-	روزنامہ نئی بات
2نومبر	-	مرد	-	-	-	عدالت سے انصاف نہ ملنے پر	زہرخورانی	کراچی	-	ایکسپریس ٹریبون
2نومبر	ریحانہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	شاہدرہ، لاہور	-	روزنامہ ڈان
2نومبر	طارق شاہ	مرد	20برس	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	دربار سلطان ایوب، کہروڑپکا	-	روزنامہ خبریں
3نومبر	کبریٰ کھوکھر	خاتون	24برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	نوشہرو فیروز، سندھ	-	روزنامہ کاوش
3نومبر	جلال احمد	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	خودکو گولی مارکر	موضع نڈھا، کاموکی	-	روزنامہ نوائے وقت
3نومبر	ر	خاتون	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	امیامیہ کالونی، فیروزوالہ	-	روزنامہ نوائے وقت
3نومبر	س	خاتون	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	گاؤں مٹو بھاٹکے، نوشہرورکاں	-	روزنامہ جنگ
4نومبر	نسرین ناریجو	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا ڈال کر	میر محمد، خیر پور میرس	-	روزنامہ کاوش
4نومبر	زوہیب	مرد	23برس	-	شادی شدہ	-	خودکو گولی مارکر	132اے، کورنگی، کراچی	-	روزنامہ نیوز
4نومبر	محمد نواز بھٹی	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	بستی حق نواز، بہاولپور	-	روزنامہ خبریں
4نومبر	محمد زاہد	مرد	22برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	مڈور باری، بہاولپور	-	روزنامہ خبریں
6نومبر	احسان لغاری	مرد	17برس	-	-	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	میر پور ماتھیلو، گھوٹکی	-	روزنامہ کاوش
6نومبر	عظمیٰ	خاتون	22برس	-	-	-	دریامیں کودکر	آزاد کشمیر	-	روزنامہ نوائے وقت
6نومبر	محمد عصمت	مرد	-	-	-	بیماری سے دلبرداشتہ ہوکر	خودکو گولی مارکر	چک 30ایم بی، جوہرآباد	-	روزنامہ جنگ
6نومبر	ساجدہ	خاتون	17برس	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	گاؤں جمالی تھل، جوہرآباد	-	س جنگ
6نومبر	باسل	مرد	23برس	-	-	گھریلو جھگڑا	پھندا ڈال کر	گورنمنٹ گرلز کالج روڈپکا، ساہیوال	-	روزنامہ جنگ
7نومبر	ثریا بی بی	خاتون	30برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	رحیم یارخان	درج	روزنامہ جنگ ملتان
7نومبر	آسیہ	خاتون	22برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	اڈا رفیق آباد نصیر ٹاؤن، چوبارہ	-	روزنامہ جنگ ملتان
7نومبر	محسن	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	گوالمنڈی، لاہور	-	روزنامہ نوائے وقت
7نومبر	-	مرد	-	-	شادی شدہ	-	زہرخورانی	کنجوانی	-	روزنامہ نوائے وقت
7نومبر	محمد طارق	مرد	-	-	شادی شدہ	بیوی کی موت سے دلبرداشتہ	-	پولیس لائن، لاہور	-	روزنامہ نیشن
8نومبر	عدیل	مرد	32برس	-	-	-	خودکو گولی مارکر	جے بلاک، ڈی ایچ اے، لاہور	-	روزنامہ ڈان
8نومبر	اللہ دتہ	مرد	-	-	-	-	خودکو گولی مارکر	جھنگ روڈ، فیصل آباد	-	روزنامہ خبریں
9نومبر	نشاء	خاتون	17برس	-	غیرشادی شدہ	دوست کی موت پر دلبرداشتہ	زہرخورانی	کرسچن کالونی، فیصل آباد	-	روزنامہ جنگ
9نومبر	آسیہ بی بی	خاتون	-	-	شادی شدہ	بیٹے کی موت پر دلبرداشتہ	پھندا ڈال کر	شاہ جیونہ	-	روزنامہ جنگ
9نومبر	محمد سرور	مرد	-	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	گاؤں 54/1 ٹکڑا، کمالیہ	-	روزنامہ جنگ
9نومبر	ل	خاتون	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	وزیرآباد	-	روزنامہ نوائے وقت
9نومبر	-	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	مصطفیٰ ٹاؤن، لاہور	-	روزنامہ مشرق
10نومبر	منیر	مرد	-	-	-	-	پھندا ڈال کر	516 گ ب، ماموں کانجن	-	روزنامہ جنگ
9نومبر	محمد رفیق	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	140مراد حاصل پور	درج	خواجہ اسداللہ
9نومبر	طارق شاہ	مرد	20برس	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	دربار سلطان ایوب، کہروڑپکا	-	روزنامہ خبریں
10نومبر	سیف اللہ	مرد	15برس	-	غیرشادی شدہ	-	پھندا ڈال کر	قصور	-	روزنامہ جنگ
11نومبر	مراد راجپر	مرد	23برس	-	شادی شدہ	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	پھندا ڈال کر	لاڑکانہ، سندھ	-	روزنامہ کاوش
11نومبر	عبدالستار	مرد	-	-	-	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	نہرمیں کودکر	دریاخان	-	سنوائے وقت
12نومبر	سمیراں بی بی	خاتون	20برس	-	-	گھریلو جھگڑا	-	خانپور	-	روزنامہ جنگ ملتان
12نومبر	رضوان	مرد	18جرس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	محلہ حسین آباد، احمد پور شرقیہ	-	شیخ مقبول حسین
12نومبر	زاہدہ	خاتون	23برس	-	-	-	-	لنگروالا، سرگودھا	-	روزنامہ جنگ
12نومبر	-	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	-	پھندا ڈال کر	شیخوپورہ	-	روزنامہ جنگ
12نومبر	طارق	مرد	-	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	جوہرآباد	-	روزنامہ جنگ

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
12نومبر	ناظم جوئیہ	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	جوہرآباد	-	روزنامہ جنگ
12نومبر	ثناء	خاتون	13برس	بچی	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا ڈال کر	چک 108/9، ساہیوال	-	روزنامہ جنگ
12نومبر	محمد عباس	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	مدینہ کالونی، بہاولنگر	-	روزنامہ جنگ
13نومبر	شہناز	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	بھیکھو موڑ، پھالیہ	-	روزنامہ جنگ
13نومبر	شیر محمد	مرد	32برس	-	-	-	زہرخورانی	موضع پپل ڈھوک قصاب، خوشاب	-	روزنامہ جنگ
14نومبر	اقبال ابرار	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	پرانی منڈی، پتوکی	-	روزنامہ دنیا
14نومبر	ساجد	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	پھالیہ	-	روزنامہ جنگ
14نومبر	محمد اویس	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	نورکوٹ	-	روزنامہ جنگ
14نومبر	بہادر	مرد	40برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	مرالہ، منڈی بہاؤالدین	-	روزنامہ جنگ
14نومبر	امجد	مرد	28برس	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	قذاقی پارک، مریدکے	-	روزنامہ جنگ
14نومبر	ر	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک 316ج ب، گوجرہ	-	روزنامہ جنگ
14نومبر	غلام مصطفیٰ	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	شیخ برہان، کمالیہ	-	روزنامہ جنگ
14نومبر	-	مرد	30برس	-	-	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	رحیم یارخان	-	ایکسپریس ٹربیون
14نومبر	محمد حسین	مرد	32برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	سالاپور، شرقپور	-	روزنامہ نوائے وقت
14نومبر	عنایت	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک امرو	-	روزنامہ نوائے وقت
13نومبر	الاہی بخش بھٹو	مرد	40برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا ڈال کر	لاڑکانہ، سندھ	-	روزنامہ کاوش
15نومبر	رمضان	مرد	27برس	-	-	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	ڈہرکی، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں
15نومبر	عبدالستار سہاگ	مرد	22برس	-	-	گھریلو جھگڑا	-	گوٹھ صالح سہاگ، خیرپورمیرس	-	روزنامہ کاوش
15نومبر	شانو بی بی	خاتون	-	-	-	-	زہرخورانی	احمد پور شرقیہ	درج	خواجہ اسداللہ
15نومبر	آصف	مرد	-	-	شادی شدہ	-	پھندا ڈال کر	چک 202ر ب، فیصل آباد	-	روزنامہ جنگ
15نومبر	محمد اقبال	مرد	-	-	-	غربت سے دلبرداشتہ ہوکر	زہرخورانی	ریلوے سٹیشن، گوجرہ	-	روزنامہ جنگ
15نومبر	دلاور	مرد	20برس	-	-	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	محلّہ غوثیہ، شاہکوٹ	-	روزنامہ جنگ
16نومبر	اختر علی	مرد	22برس	-	-	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	چوک چورہٹہ، ڈیرہ غازی خان	-	روزنامہ جنگ ملتان
16نومبر	نورین	خاتون	16برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا ڈال کر	پاسکووالی گلی، خانیوال	درج	روزنامہ جنگ ملتان
17نومبر	نعمان	مرد	19برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	قصبہ وچھ، سرگودھا	-	روزنامہ جنگ
17نومبر	ح	خاتون	25برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	سمندری، فیصل آباد	-	روزنامہ جنگ
17نومبر	عابدہ	خاتون	17برس	-	غیرشادی شدہ	-	زہرخورانی	73 گ ب، فیصل اباد	-	روزنامہ جنگ
17نومبر	دلاور شفیق	مرد	22برس	-	-	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	محلّہ غوثیہ آباد، فیصل آباد	-	روزنامہ نیوز
17نومبر	بشریٰ	مرد	42برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	محلّہ دولت پورہ، کامونکی	-	روزنامہ نوائے وقت
18نومبر	فتح محمد پٹھان	مرد	-	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	خودکو گولی مارکر	خیرپورمیرس، سندھ	-	روزنامہ کاوش
18نومبر	مریم	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا ڈال کر	احمد پور شرقیہ	درج	خواجہ اسداللہ
18نومبر	راشد	مرد	22برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	موضع واہ کندھل، داجل	-	روزنامہ جنگ ملتان
18نومبر	خالد محمود	مرد	-	-	-	-	زہرخورانی	جھنگ روڈ، لاہور	-	روزنامہ نوائے وقت
18نومبر	طاہرہ بی بی	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	176 گ ب، فیصل آباد	-	روزنامہ نوائے وقت
18نومبر	آصف	مرد	-	-	-	-	زہرخورانی	کرسچن ٹاؤن، فیصل آباد	-	روزنامہ نوائے وقت
18نومبر	محمد خالد	مرد	30برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	محلّہ منڈیانوالہ، کامونکی	-	روزنامہ نوائے وقت
18نومبر	ثریا	خاتون	22برس	-	-	گھریلو جھگڑا	ٹرین تلے کودکر	محلّہ کوچہ بندی، لالیاں	-	روزنامہ نوائے وقت
18نومبر	شاہ رسول	مرد	30برس	-	-	گھریلو جھگڑا	پھندا ڈال کر	موضع اگرویہ، پھالیہ	-	روزنامہ جنگ
18نومبر	فیصل	مرد	27برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گاؤں مرادکوٹ، کنجوانی	-	روزنامہ جنگ
18نومبر	فیاض	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	پھندا ڈال کر	ساہیوال	-	روزنامہ جنگ

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
19نومبر	محمد وارث	مرد	25برس	-	غیر شادی شدہ	ذہنی معذوری	پھندا ڈال کر	منصور آباد، فیصل آباد	-	روزنامہ نوائے وقت
19نومبر	علی بہادر	مرد	20برس	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا ڈال کر	جناح سٹیڈیم، سیالکوٹ	-	روزنامہ نوائے وقت
19نومبر	زاہد حسین	مرد	-	-	-	-	ٹرین تلے کود کر	ہلال پور، مڈھرانجھا	-	روزنامہ جنگ
19نومبر	امداد علی	مرد	30برس	-	-	-	زہر خورانی	گکھڑ منڈی	-	روزنامہ جنگ
19نومبر	افتخار احمد	مرد	30برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	قصبہ سانگلہ پل، ننکانہ	-	روزنامہ جنگ
19نومبر	بابر افضل	مرد	40برس	-	-	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	چک 205 رب، جڑانوالہ	-	روزنامہ نئی بات
19نومبر	محمد بلال	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	پھندا ڈال کر	محلہ شوکت آباد، سمندری، فیصل آباد	-	روزنامہ نئی بات
19نومبر	نجمہ کولاچی	خاتون	23برس	-	-	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	عادل پور، گھوٹکی، سندھ	-	روزنامہ کاوش
19نومبر	اسامہ	مرد	16برس	-	غیر شادی شدہ	-	-	بہاولنگر	-	روزنامہ جنگ ملتان
20نومبر	نیاز حسن سولنگی	مرد	48برس	-	شادی شدہ	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	پھندا ڈال کر	نوشہرو فیروز، سندھ	-	روزنامہ کاوش
21نومبر	اعجاز	مرد	25برس	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	چیچہ وطنی	-	روزنامہ نئی بات
21نومبر	شمیم بی بی	خاتون	-	-	شادی شدہ	-	پھندا ڈال کر	گاؤں کوٹلی لال، ننکانہ	-	روزنامہ نوائے وقت
21نومبر	سید باقر شاہ	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	مدینہ سیداں، گجرات	-	روزنامہ نوائے وقت
22نومبر	گل شیر	مرد	45برس	-	شادی شدہ	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	پھندا ڈال کر	شادباغ، لاہور	-	روزنامہ دنیا
22نومبر	-	خاتون	30برس	-	شادی شدہ	-	چھت سے کود کر	سوہدرہ، وزیر آباد	-	روزنامہ نئی بات
23نومبر	یعقوب	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	-	-	منچن آباد، بہاولنگر	-	روزنامہ جنگ ملتان
23نومبر	فیصل	مرد	-	-	-	-	خود کو گولی مار کر	علی پارک، گوجرانوالہ	-	روزنامہ ڈان
23نومبر	محمد یعقوب	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	-	زہر خورانی	نئی آبادی، منچن آباد	-	روزنامہ نوائے وقت
24نومبر	شمع بی بی	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	کامونکی	-	روزنامہ نوائے وقت
24نومبر	مرتضیٰ	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	اروپ، گوجرانوالہ	-	روزنامہ جنگ
24نومبر	جمشید	مرد	24برس	-	-	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	کوٹ خواجہ سعید، لاہور	-	روزنامہ خبریں
24نومبر	فہد سہیل	مرد	30برس	-	-	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	خود کو گولی مار کر	شہزاد کالونی، فیصل آباد	-	روزنامہ نوائے وقت
24نومبر	علی اکبر	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	غفور آباد، چناب نگر	-	روزنامہ نئی بات
25نومبر	طاہرہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	-	-	فقیر والی	-	روزنامہ جنگ ملتان
25نومبر	جہانزیب	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	-	میاں چنوں	-	روزنامہ جنگ ملتان

اقدام خودکشی:

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
25اکتوبر	لطیف	مرد	-	-	شادی شدہ	-	زہر خورانی	بیول، گوجرخان	-	روزنامہ نئی بات
25اکتوبر	اسد	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	-	زہر خورانی	ریواز گارڈن، لاہور	-	روزنامہ جنگ
25اکتوبر	ارم	خاتون	-	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	بادامی باغ، لاہور	-	روزنامہ جنگ
25اکتوبر	-	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	قصور	-	روزنامہ نیوز
26اکتوبر	نبیلہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	غربت سے دلبرداشتہ ہو کر	خود کو گولی مار کر	کاہنہ، لاہور	-	روزنامہ جنگ
26اکتوبر	اویس	مرد	29برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	نوشہرہ روڈ، گوجرانوالہ	-	روزنامہ دنیا
26اکتوبر	انعم	خاتون	18برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	کامونکی	-	روزنامہ دنیا
26اکتوبر	احمد تنویر	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	موضع کوٹلی باواسنگھ، ڈسکہ	-	روزنامہ دنیا
27اکتوبر	روبہت مسیح	مرد	18برس	-	-	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہر خورانی	گاؤں مارٹن پور، ننکانہ	-	روزنامہ خبریں
27اکتوبر	-	مرد	11برس	بچہ	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	باغ باوا، گجرات	-	ایکسپریس ٹریبون
29اکتوبر	کنول	خاتون	-	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	لوہاری گیٹ، لاہور	-	روزنامہ نوائے وقت

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
29اکتوبر	عامر	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	-	زہرخورانی	شاہدرہ،لاہور	-	روزنامہ نوائے وقت
30اکتوبر	نجمہ بی بی	خاتون	28برس	-	شادی شدہ	-	پل سے کود کر	لاہور	-	روزنامہ نوائے وقت
30اکتوبر	وزیراں بی بی	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چشتیاں	-	روزنامہ جنگ ملتان
30اکتوبر	شبنم بی بی	خاتون	22برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	بستی غریب آباد، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ ملتان
30اکتوبر	ادریس	مرد	30برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	صادق آباد	-	روزنامہ جنگ ملتان
30اکتوبر	تسلیم مائی	خاتون	-	-	-	-	خود کو آگ لگا کر	پرانا شجاع آباد	-	روزنامہ جنگ ملتان
30اکتوبر	عبدالرحمان کھوکھر	مرد	20برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	خیرپورمیرس	-	روزنامہ کاوش
31نومبر	باسط علی	مرد	-	-	-	-	خود کو گولی مارکر	گاؤں ڈھکی، چارسدہ	درج	روزنامہ آج
31نومبر	بھولو گوپانگ	مرد	-	-	-	پولیس کا ناروا رویہ	-	قمبر، سندھ	-	روزنامہ کاوش
یکم نومبر	ساحل راجپوت	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	خیرپورمیرس، سندھ	-	روزنامہ کاوش
یکم نومبر	عبداللہ کلہوڑو	مرد	14برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	خیرپورمیرس، سندھ	-	روزنامہ کاوش
3نومبر	رزاق سیال	مرد	16برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	سیال محلہ چونڈکو، خیرپورمیرس، سندھ	-	روزنامہ کاوش
3نومبر	شاہد ملاح	مرد	-	-	-	-	زہرخورانی	نوشہروفیروز، سندھ	-	روزنامہ کاوش
3نومبر	محمد عثمان	مرد	-	-	شادی شدہ	-	خود کو گولی مارکر	گاؤں تخت بھائی، مردان	درج	روزنامہ آج
4نومبر	-	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کھیالی، گوجرانوالہ	-	روزنامہ نوائے وقت
6نومبر	حناء	خاتون	-	-	غیرشادی شدہ	-	خود کو گولی مارکر	پھندوروڈ شہید آباد، پشاور	درج	روزنامہ آج
6نومبر	محمد وقاص	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	خود کو آگ لگا کر	نواں شہر کالونی، ملتان	-	روزنامہ نیوز
7نومبر	علی	مرد	22برس	-	غیرشادی شدہ	-	خود کو گولی مارکر	ڈوگر عمرزئی، بنوں	درج	روزنامہ ایکسپریس
7نومبر	چاہت بی بی	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک72این پی، رحیم یارخان	درج	روزنامہ جنگ ملتان
7نومبر	ظفراقبال	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	منومبارک، رحیم یارخان	درج	روزنامہ جنگ ملتان
9نومبر	نسرین اختر	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	پھندا ڈال کر	غریب محلہ، یعقوب چوک، حاصل پور	-	خواجہ اسداللہ
10نومبر	صائمہ	خاتون	18برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	شاہدرہ، لاہور	-	روزنامہ خبریں
11نومبر	غلام نبی	مرد	-	-	شادی شدہ	-	خود کو آگ لگا کر	تھانہ صدر، خانیوال	-	روزنامہ نئی بات
11نومبر	-	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	شاہدرہ، لاہور	-	روزنامہ جنگ
11نومبر	سید غفور	خاتون	-	-	شادی شدہ	-	خود کو آگ لگا کر	برہ بانڈہ، کبل، سوات	درج	روزنامہ ایکسپریس
12نومبر	عدنان	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	-	خود کو گولی مارکر	گاؤں ارمڑ امیانہ، پشاور	درج	روزنامہ آج
12نومبر	عبدالواحد کوبھر	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	شکارپور، سندھ	-	روزنامہ کاوش
13نومبر	آسیہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	باغبانپور، لاہور	-	روزنامہ خبریں
13نومبر	-	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گلبرگ، لاہور	-	روزنامہ خبریں
13نومبر	برکت	مرد	-	-	-	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	رائیونڈ، لاہور	-	روزنامہ خبریں
14نومبر	محمد آصف	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو آگ لگا کر	گوجرہ، ٹوبہ ٹیک سنگھ	-	روزنامہ نئی بات
14نومبر	ضیاء محمد	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مارکر	گاؤں عمرزئی، چارسدہ	درج	روزنامہ ایکسپریس
16نومبر	عمرخطاب	مرد	-	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	خانیوال	-	روزنامہ جنگ ملتان
17نومبر	سید طاہر شاہ	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مارکر	گاؤں سفید ڈھیری، پشاور	درج	روزنامہ ایکسپریس
18نومبر	ن	خاتون	-	-	شادی شدہ	-	خود کو آگ لگا کر	خانیوال	-	روزنامہ جنگ ملتان
17نومبر	حمیر	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	-	پھندا ڈال کر	بلوگرام، پشاور	درج	ایکسپریس
20نومبر	گل ناز	خاتون	-	-	غیرشادی شدہ	-	خود کو گولی مارکر	گاؤں پیرسباق، نوشہرہ	درج	روزنامہ آج
20نومبر	تسلیم بی بی	خاتون	-	-	شادی شدہ	-	-	لودھراں	-	روزنامہ جنگ ملتان
23نومبر	یاورعلی	مرد	-	-	-	-	زہرخورانی	-	-	روزنامہ کاوش
23نومبر	امجد علی جسکانی	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	خیرپورمیرس، سندھ	-	روزنامہ کاوش

کاری، کارو کہہ کر مار ڈالا:

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور ''جہد حق'' کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی جانے والی رپورٹوں کے مطابق 26 اکتوبر سے 24 نومبر تک 17 افراد پر کاروکاری کا الزام لگا کر قتل کر دیا گیا۔ جن میں 8 خواتین اور 9 مرد شامل ہیں۔

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	آلہ واردات	ملزم کا متاثرہ عورت / مرد سے تعلق	مقام	واقعہ کی بظاہر کوئی اور وجہ	ایف آئی آر درج / نہیں	ملزم گرفتار / نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن / اخبار
26اکتوبر	ریاضاں مگنیجو	خاتون	18برس	شادی شدہ	اعجاز مگنیجو	بندوق	خاوند	گوٹھ رب نواز مگنیجو، مرزاپور، شکارپور۔سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
27اکتوبر	جاوید لغاری	مرد	32برس	شادی شدہ	برادری والے	تشدد	۔	پھلیلی واہ، ماتلی، بدین۔سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
28اکتوبر	سجاد جمالی	مرد	35برس	شادی شدہ	کولاچی برادری	بندوق	۔	قاسم آباد، حیدرآباد۔سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
30اکتوبر	مسماۃ پٹھانی	خاتون	۔	شادی شدہ	روشن بگدار اور ساتھی	بندوق	باپ	گوٹھ امان اللہ بگدار، مدیجی، شکارپور۔سندھ	۔	درج	ایک گرفتار	روزنامہ کاوش
30اکتوبر	محبوب بگدار	مرد	30برس	شادی شدہ	روشن بگدار اور ساتھی	بندوق	رشتے دار	گوٹھ امان اللہ بگدار، مدیجی، شکارپور۔سندھ	۔	درج	ایک گرفتار	روزنامہ کاوش
31اکتوبر	مولابخش	مرد	48برس	شادی شدہ	۔	بندوق	۔	گاؤں علی نواز سبزوئی، کندھ کوٹ	۔	۔	۔	روزنامہ کاوش
06نومبر	صدوری بنگوار	خاتون	۔	شادی شدہ	طارق بنگوار اور ساتھی	بندوق	خاوند	گبلو، کشمور۔سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
06نومبر	رب نواز بنگوار	مرد	۔	شادی شدہ	طارق بنگوار اور ساتھی	بندوق	رشتے دار	گبلو، کشمور۔سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
06نومبر	شہناز منجھو	خاتون	۔	بیوہ	محمد علی منجھو	کلہاڑی	بھائی	گوٹھ میو منجھو، جیکب آباد۔سندھ	۔	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
08نومبر	صاحب خاتون	خاتون	۔	شادی شدہ	علی گل	بندوق	خاوند	گوٹھ معراج آباد، ٹھری میرواہ، خیرپور میرس	۔	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
12نومبر	داد محمد بھٹی	مرد	۔	۔	۔	کلہاڑی	رشتے دار	سجاول جونیجو، قمبر۔سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
12نومبر	روبینہ بھٹو	خاتون	۔	۔	محمود	کلہاڑی	۔	گوٹھ مٹھو اوباوڑو، گھوٹکی۔سندھ	۔	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
14نومبر	ڈیوں کولہی	مرد	18برس	۔	۔	پھندا ڈال کر	۔	گاؤں نواب یونس ٹالپر، کوٹ غلام محمد	۔	۔	۔	روزنامہ کاوش
17نومبر	وقار سموں	مرد	۔	۔	تسلیم سموں	بندوق	ماموں زاد بیٹا	گوٹھ لائق ماکو، سکھر۔سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
22نومبر	اللہ ودھایو چاچڑ	مرد	20برس	۔	دھنی بخش ڈوکی	بندوق	۔	اندھی بس اسٹاپ، بخشاپور، کشمور۔سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
22نومبر	آل خاتون ڈوکی	خاتون	۔	شادی شدہ	دھنی بخش ڈوکی	بندوق	دیور	گوٹھ نصیر ڈوکی، بخشاپور، کشمور۔سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
22نومبر	صورت بی بی	خاتون	۔	شادی شدہ	لیاقت علی جمالی	بندوق	شوہر	گاؤں بچل جمالی، اوستہ محمد	۔	۔	۔	روزنامہ کاوش

جنسی تشدد کے واقعات:

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور جہدحق کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی جانے والی رپورٹوں کے مطابق **25** اکتوبر سے **24** نومبر تک **67** افراد کو جنسی تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ جنسی زیادتی کا شکار ہونے والوں میں **54** خواتین شامل ہیں۔ **52** واقعات کے مقدمات درج کیے گئے اور **7** واقعات میں ملوث افراد گرفتار ہوئے۔

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت /مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج /نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
25اکتوبر	۔	بچی	13برس	غیرشادی شدہ	۔	اہل علاقہ	گاؤں بھیرموترہ، سیالکوٹ	درج	۔	روزنامہ ڈان
26اکتوبر	۔	بچی	9برس	غیرشادی شدہ	آصف	اہل علاقہ	چک 596 جی بی، فیصل آباد	درج	۔	روزنامہ ایکسپریس ٹربیون
27اکتوبر	الف	بچی	4برس	غیرشادی شدہ	غلام قادر	اہل علاقہ	گنویں جلال پور	درج	۔	روزنامہ جنگ ملتان
27اکتوبر	س	۔	۔	شادی شدہ	جاوید	۔	جلال پور پیروالہ	درج	۔	روزنامہ جنگ ملتان
27اکتوبر	س	خاتون	۔	۔	شہزاد،	رشتہ دار	حاصل پور	درج	۔	روزنامہ جنگ ملتان
28اکتوبر	مسعود رند	مرد	15برس	غیرشادی شدہ	اسداللہ	اہل علاقہ	نوشہروفیروز، سندھ	۔	۔	روزنامہ کاوش
30اکتوبر	۔	۔	۔	۔	مجاہد	۔	احمد بری مظفرگڑھ	درج	۔	روزنامہ جنگ ملتان
31اکتوبر	غلام مرتضی	بچہ	15برس	۔	۔	۔	خیرپور	۔	گرفتار	روزنامہ کاوش
31اکتوبر	احسن	بچہ	12برس	۔	۔	۔	کوٹ غلام محمد	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
یکم نومبر	ش	خاتون	14برس	غیرشادی شدہ	ریاض	اہل علاقہ	محلّہ حسن پورہ، پاکپتن	۔	۔	روزنامہ ایکسپریس
یکم نومبر	۔	خاتون	۔	غیرشادی شدہ	نعیم	اہل علاقہ	ساہیوال	درج	۔	روزنامہ نوائے وقت
یکم نومبر	ف	خاتون	۔	۔	۔	۔	جنرل بس سٹینڈ، وہاڑی	درج	۔	روزنامہ جنگ ملتان
2نومبر	۔	بچہ	۔	غیرشادی شدہ	رضوان	اہل علاقہ	رچناٹاؤن، فیروزوالا	درج	۔	روزنامہ نوائے وقت
2نومبر	خ ش	خاتون	۔	۔	غلام حیدر	اہل علاقہ	محلّہ رسول پور، جھنگ	درج	۔	روزنامہ نوائے وقت
2نومبر	س	بچہ	13برس	غیرشادی شدہ	صدام	۔	تھانہ سٹی، خانیوال	درج	۔	روزنامہ جنگ ملتان
4نومبر	س	خاتون	۔	۔	ثمر	اہل علاقہ	نورشاہ، ساہیوال	درج	۔	روزنامہ ایکسپریس
6نومبر	ر	خاتون	۔	شادی شدہ	۔	اہل علاقہ	بڈیانہ چونڈہ روڈ، سیالکوٹ	درج	۔	روزنامہ نوائے وقت
6نومبر	ک	بچی	7برس	غیرشادی شدہ	شکیل	اہل علاقہ	خانیوال	درج		روزنامہ جنگ ملتان
7نومبر	آریک	بچہ	4برس	غیرشادی شدہ	۔	اہل علاقہ	نشتر کالونی، لاہور	درج	۔	روزنامہ جنگ
7نومبر	ب	بچی	6برس	غیرشادی شدہ	راشد	اہل علاقہ	پیرکالونی، مظفرگڑھ	۔	۔	روزنامہ جنگ ملتان
7نومبر	م	خاتون	14برس	غیرشادی شدہ	خدابخش	۔	موضع بوکھاں میلسی	درج	۔	روزنامہ جنگ ملتان

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت/مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
8نومبر	عبدالوارث	مرد	16برس	غیرشادی شدہ	اکبرمراد	اہل علاقہ	قصور	درج	گرفتار	روزنامہ خبریں
8نومبر	ف	خاتون	14برس	غیرشادی شدہ	مسرت مسیح	اہل علاقہ	فیروزوالہ	درج	-	روزنامہ نوائے وقت
8نومبر	ث	خاتون	-	غیرشادی شدہ	-	اہل علاقہ	شریف پورہ، فیروزوالہ	درج	-	روزنامہ نوائے وقت
8نومبر	رضا	بچہ	-	غیرشادی شدہ	عادل	اہل علاقہ	فیصل آباد	درج	-	روزنامہ نوائے وقت
8نومبر	ن	خاتون	-	غیرشادی شدہ	لطیف	اہل علاقہ	اسحاق نگر، پاکپتن	-	-	روزنامہ نوائے وقت
8نومبر	-	خاتون	-	شادی شدہ	-	اہل علاقہ	رحیم یارخان	درج	-	روزنامہ نوائے وقت
9نومبر	ر	خاتون	-	-	-	اہل علاقہ	چک 238 گ ب، جڑانوالہ	-	-	روزنامہ نوائے وقت
9نومبر	اسامہ	بچہ	8برس	غیرشادی شدہ	عمران	اہل علاقہ	ران سندر، قصور	درج	-	روزنامہ نوائے وقت
9نومبر	الف	خاتون	-	-	اخلاق	اہل علاقہ	فیصل آباد	درج	-	روزنامہ نوائے وقت
9نومبر	ب	خاتون	13برس	غیرشادی شدہ	سجاد، وسیم	-	حویلی مبارک شاہ، سرائے سدھو	درج	-	روزنامہ جنگ ملتان
10نومبر	الف	خاتون	-	شادی شدہ	امجد، ساجد علی	اہل علاقہ	گاؤں محسن وال، میاں چنوں	درج	-	روزنامہ جنگ ملتان
10نومبر	م	خاتون	-	شادی شدہ	امجد، ساجل علی	اہل علاقہ	گاؤں محسن وال، میاں چنوں	درج	-	روزنامہ جنگ ملتان
10نومبر	-	خاتون	40برس	-	-	-	تاج باغ، لاہور	درج	-	روزنامہ نیوز
10نومبر	ث	خاتون	16برس	غیرشادی شدہ	امجد، ساجل علی	اہل علاقہ	گاؤں محسن وال، میاں چنوں	درج	-	روزنامہ جنگ ملتان
10نومبر	الف	خاتون	-	شادی شدہ	امجد، ساجد	اہل علاقہ	گاؤں محسن وال، میاں چنوں	-	-	روزنامہ خبریں
10نومبر	-	خاتون	-	شادی شدہ	امجد، ساجد	اہل علاقہ	گاؤں محسن وال، میاں چنوں	-	-	روزنامہ خبریں
10نومبر	ث	خاتون	16برس	غیرشادی شدہ	امجد، ساجد	اہل علاقہ	گاؤں محسن وال، میاں چنوں	-	-	روزنامہ خبریں
10نومبر	ع	مرد	-	غیرشادی شدہ	ثاقب	اہل علاقہ	ساہیوال	-	-	روزنامہ جنگ
11نومبر	-	خاتون	15برس	غیرشادی شدہ	-	اہل علاقہ	چک 38 ڈی او کاڑہ	درج	-	روزنامہ ڈان
12نومبر	ر	خاتون	-	غیرشادی شدہ	احمد	-	رحیم یارخان	درج	-	جنگ ملتان
13نومبر	-	خاتون	-	غیرشادی شدہ	رزاق	اہل علاقہ	اسلام پورہ، لاہور	درج	-	روزنامہ خبریں
13نومبر	ب	خاتون	-	غیرشادی شدہ	رزاق	اہل علاقہ	اسلام پورہ، لاہور	درج	-	روزنامہ خبریں
13نومبر	-	خاتون	-	شادی شدہ	-	رشتہ دار	ٹھٹھہ قادر بخش، حافظ آباد	درج	-	ایکسپریس ٹریبون
13نومبر	-	خاتون	-	شادی شدہ	-	اہل علاقہ	تعلقہ ہسپتال، بورے والا	درج	-	روزنامہ نوائے وقت

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت /مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج /نہیں	ملزم گرفتار /نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن /اخبار
14نومبر	-	خاتون	-	شادی شدہ	محسن	-	بوریوالہ ہسپتال	درج	-	روزنامہ جنگ ملتان
14نومبر	ب	خاتون	-	شادی شدہ	اکرم طارق، رشید، صادق	اہل علاقہ	مریدکے	درج	-	روزنامہ نوائے وقت
14نومبر	ص	خاتون	-	شادی شدہ	رمضان	-	گھلواں علی پور	درج	گرفتار	روزنامہ جنگ ملتان
14نومبر	ف	خاتون	-	-	اکرم، طارق، رشید، صادق	اہل علاقہ	مریدکے	درج	-	روزنامہ نوائے وقت
14نومبر	م	خاتون	-	غیر شادی شدہ	عثمان	اہل علاقہ	فقیرڈار، مریدکے	درج	-	روزنامہ نوائے وقت
14نومبر	م	خاتون	-	شادی شدہ	-	اہل علاقہ	چیچہ وطنی	-	-	روزنامہ خبریں
14نومبر	-	خاتون	-	غیر شادی شدہ	-	اہل علاقہ	گاؤں سنگت پور، ہڈیانہ، سیالکوٹ	-	-	روزنامہ نوائے وقت
14نومبر	-	بچی	6برس	غیر شادی شدہ	-	اہل علاقہ	پیرودھائی، راولپنڈی	درج	گرفتار	روزنامہ نوائے وقت
15نومبر	سفیر احمد	بچہ	6برس	غیر شادی شدہ	ندیم	اہل علاقہ	چک مٹو، پسرور	-	-	روزنامہ نئی بات
15نومبر	شان	مرد	-	-	رفیق	-	شیدانی شریف، رحیم یار خان	درج	گرفتار	روزنامہ جنگ
15نومبر	ز	خاتون	-	شادی شدہ	عبدالرشید	-	بستی مقصود آباد، سرائے سدھو		درج	روزنامہ جنگ
15نومبر	س	خاتون	-	غیر شادی شدہ	عاشق	اہل علاقہ	گاؤں نانک پور، پاکپتن	درج	-	روزنامہ نوائے وقت
15نومبر	ن ب	خاتون	-	غیر شادی شدہ	نصیر احمد	اہل علاقہ	بستی محمد پورہ، لکھو منڈی	درج	-	روزنامہ نوائے وقت
15نومبر	الف ب	خاتون	-	-	شوکت علی	اہل علاقہ	ساہیوال	درج	-	روزنامہ نوائے وقت
15نومبر	ح ب	خاتون	-	-	احمد علی	اہل علاقہ	ساہیوال	درج	-	روزنامہ نوائے وقت
14نومبر	ز	خاتون	-	-	ندیم، حنیف، سیف اللہ اجن	اہل علاقہ	گمبٹ، خیرپور میرس، سندھ	درج	-	روزنامہ کاوش
14نومبر	ز	خاتون	-	-	رحمان، شوکت شیخ	اہل علاقہ	قادریہ فیکٹری، گھوٹکی، سندھ	-	-	روزنامہ کاوش
16نومبر	ک	خاتون	-	شادی شدہ	مظہر	-	بستی نعمت علی میلسی	درج	-	روزنامہ جنگ
18نومبر	ر	خاتون	-	-	طارق حسین بھٹی	اہل علاقہ	عارف والا	-	-	روزنامہ خبریں
18نومبر	م	بچی	3برس	غیر شادی شدہ	الاہی بخش اجن	اہل علاقہ	خیرپور میرس، سندھ	درج	-	روزنامہ کاوش
21نومبر	ش	خاتون	-	شادی شدہ	طالب، عادل، جہانزیب	-	جام نواز علی، بیرانی	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
23نومبر	بنگل چوہان	مرد	16برس	-	اعجاز، برکت	-	کوٹری	درج	-	روزنامہ کاوش
22نومبر	ن	-	-	-	خالد حسین	-	مظفرگڑھ	درج	-	روزنامہ جنگ

بچے

غذائی قلت سے مزید 7 بچے ہلاک

عمرکوٹ سندھ کے قحط زدہ علاقے تھر پارکر میں غذائی قلت کے باعث 17 نومبر کو مزید 7 بچے جان کی بازی ہار گئے، جس کے بعد گزشتہ 45 دنوں میں تھر پارکر میں ہلاکتوں کی تعداد 80 ہوگئی ہے۔ نمائندہ ڈان نیوز کے مطابق تھر میں غذائی قلت کے باعث معصوم بچوں کی ہلاکت کی صورتحال خطرناک ہوتی جا رہی ہے اور چوبیس گھنٹوں کے دوران ڈسٹرکٹ تھر پارکر میں 14 بچے جان کی بازی ہار چکے ہیں۔ آج ہونے والی ہلاکتوں کے بعد ڈسٹرکٹ تھر پارکر میں غذائی قلت کے باعث موت کے منہ میں جانے والے بچوں کی تعداد 45 دنوں میں 80 ہوگئی ہے، جبکہ رواں برس اب تک کُل 470 ہلاکتیں ہوچکی ہیں۔ ڈسٹرکٹ ہیلتھ ڈپارٹمنٹ عمرکوٹ کی جانب سے جاری کیے گئے اعدادوشمار کے مطابق سول ہسپتال عمرکوٹ میں غذائی قلت سے ہونے والی ہلاکتوں کی تعداد 85 ہے، جن میں سے 60 نومولود بچے ہیں۔ یہاں اس بات کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ یہ وہ ہلاکتیں ہیں، جو میڈیا میں رپورٹ ہوئیں جبکہ دور دراز کے گاؤں اور نجی کلینکس میں مرنے والے بچوں کی تعداد رپورٹ نہیں کی جا سکی ہے۔ (بشکریہ روزنامہ ڈان)

باجوڑ سے تعلق رکھنے والی 26 نوعمر بچیاں برآمد

کراچی صوبہ سندھ کے شہر کراچی میں 26 نومبر کو پولیس نے لیاقت آباد کے علاقے میں ایک مکان پر چھاپہ مار کر 26 نوعمر لڑکیوں کو بازیاب کرایا ہے جن کا تعلق قبائلی علاقے باجوڑ سے بتایا جاتا ہے۔ پولیس کے مطابق لیاقت آباد کے علاقے سے بازیاب کرائی گئی لڑکیوں کی عمریں آٹھ سے دس سال کے درمیان ہیں اور وہ اردو نہیں بول سکتیں۔ پولیس کے مطابق چھاپے میں دو خواتین اور ایک مرد کو حراست میں لیا گیا ہے اور ان سے تفتیش جاری ہے۔ کراچی پولیس کے ایس ایس پی نعمان صدیقی نے بی بی سی اردو کے حسن کاظمی کو بتایا کہ ان بچیوں کو اب ضلع وسطی میں ان کے دفتر منتقل کیا جا رہا ہے۔ انھوں نے کہا کہ باجوڑ میں ان بچیوں کے والدین سے رابطہ کرنے کی کوششیں مسلسل جاری ہیں تا کہ وہ آ کر انھیں واپس لے جائیں۔ نعمان صدیقی کے مطابق ان بچیوں کو گذشتہ چند برس کے دوران قرآن حفظ کروانے کے لیے باجوڑ سے کراچی لایا گیا تھا اور ان کی معلّمہ اپنے ایک قرض دار کے قرض واپس نہ کرنے پر انھیں اس کے پاس چھوڑ گئی تا کہ وہ ان کے کھانے پینے کا خرچ اٹھائے۔ اس سے قبل منگل کی شب جائے وقوع کا دورہ کرنے والے متحدہ قومی موومنٹ کے رہنما رؤف صدیقی نے بی بی سی اردو کے احمد رضا سے بات کرتے ہوئے بتایا تھا کہ حراست میں لی گئی عورت کے بقول اس نے ایک مدرسے کی استانی سے چار لاکھ روپے قرض لیا تھا اور واپس نہ کر سکنے کے نتیجے میں اس استانی نے یہ بچیاں اس عورت کے مکان پر بھجوا دیں کہ ان کی کفالت کرو۔' مجھے حراست میں لی گئی عورت نے بتایا ہے کہ ان بچیوں کو مدرسے کی استانی نے اس مکان میں رکھوایا ہے۔' سندھ کے سابق وزیر داخلہ اور رکن صوبائی اسمبلی نے مزید بتایا کہ بچیاں بہت گھبرائی ہوئی تھیں اور رو رہی تھیں۔' ایس ایچ او کو کہا گیا ہے کہ ان تمام بچیوں کی معلومات لیں۔' رؤف صدیقی نے یہ بھی کہا: 'یہ قرض کے لین دین کا قصہ سمجھ سے بالاتر ہے۔ جو عورت ان بچیوں کے ساتھ اس مکان پر آئی ہوئی ہے وہ پشتو، اردو اور پنجابی جانتی ہے۔' ان کا مزید کہنا تھا کہ ایس ایچ او نے مدرسے کی مالکن کو بھی طلب کیا ہے۔' مدرسے کے بارے میں معلومات زیادہ نہیں ہیں کیونکہ یہ مدرسہ کوئی مقامی مدرسہ نہیں ہے۔' مکان کے بارے میں تفصیلات بتاتے ہوئے رؤف صدیقی نے کہا کہ 'ایک چھوٹا کمرا ہے جس میں تین چار پائیاں پڑی ہیں۔ اس کمرے کے ساتھ ایک صحن سا ہے جہاں گرل لگی ہوئی ہے۔ اسی صحن میں یہ بچیاں ہیں۔' نجی ٹی وی پر چلنے والی فوٹیج کے مطابق ان بچیوں سے کئی سوال پوچھے گئے لیکن اردو نہ آنے کے باعث انھوں نے جواب نہیں دیا۔ ایک شخص نے رؤف صدیقی کے کہنے پر ایک بچی سے پشتو میں پوچھا کہ وہ کب کراچی آئی تو اس بچی نے کہا کہ تین سال قبل کراچی آئی تھی۔

(بشکریہ بی بی اردو)

پاکستان کے ڈھائی کروڑ بچے تعلیم سے محروم

اسلام آباد پاکستان میں تعلیم کی صورتِ حال پر تحقیق اور کام کرنے والی غیر سرکاری تنظیم الف اعلان کی تازہ رپورٹ کے مطابق پاکستان میں پانچ سے سولہ سال کے ڈھائی کروڑ بچے سکول نہیں جاتے۔ رپورٹ میں مزید کہا گیا ہے کہ سرکاری سکولوں کے خراب معیار کی وجہ سے پہلی جماعت کے نصف سے زیادہ بچے یا تو سکول جانا چھوڑ دیتے ہیں یا پرائیوٹ سکول منتقل ہوجاتے ہیں۔ گجرانوالا شہر سے سات کلومیٹر دور سنگو والی گاؤں کا آر وپ گرلز ماڈل پرائمری سکول۔ قریب ہی لڑکوں کا سکول ہے اور دونوں سکولوں کو ملا کر 120 بچے پڑھتے ہیں۔ تاہم لڑکیوں کے سکول میں دو استانیوں کے علاوہ کوئی اور عملہ نہیں ہے۔ لڑکیوں کے سکول کے باہر، گاؤں کے سکول نہ جانے والے بچے اکثر سکول کے اندر داخل ہوکر سکول کے بچوں کو تنگ کرتے ہیں۔ گیٹ پر گارڈ نہیں ہے اور یہ لڑکے پتھر بھی اندر پھینکتے ہیں۔ ہیڈ ٹیچر شفقت نبیلہ کا کہنا ہے کہ سکول کے پانچ جماعتوں کے لیے تین استانیاں ہونی چاہئیں لیکن دو ہی ہیں۔ وہ اعتراف کرتی ہیں کہ ٹیچر اور عملے کی کمی کی وجہ سے بچوں کو توجہ نہیں ملتی لیکن انہوں نے حکومت سے کئی بار درخواست کی ہے جو سنی نہیں گئی۔ تاہم، جب ان سے پوچھا گیا کہ لڑکیوں کے سکول میں کتنے بچے پڑھتے ہیں، تو انہیں خود معلوم نہیں تھا۔ ماہ نور چھ سال کی ہیں۔ ان سے جب سبق کے بارے میں پوچھا گیا تو وہ شرما گئیں، لیکن فخر سے بتایا کہ جھاڑو بہت اچھا دیتی ہیں۔ سکول میں روز کلاس شروع ہونے سے پہلے بچیاں خود سکول کی صفائی کرتی ہیں کیونکہ عملہ نہیں ہے۔ ہیڈ ٹیچر کا کہنا ہے کہ اس تبدیلی کی وجہ سے، بہت سے والدین نے اپنی بچیوں کو سکول سے نکال لیا تھا۔ سماجی کارکن سریا منظور کہتی ہیں کہ وہ بچوں اور والدین کو بہت محنت سے راضی کر کے سکولوں میں بھرتی کرواتی ہیں لیکن ریاست اپنی ذمہ داری پوری نہیں کرتی۔ سرکاری سکولوں میں عملہ نہیں ہوتا، پینے کا صاف پانی اور نہ واش روم۔" جب والدین اور بچوں کو اچھا ماحول نہیں میسر ہوگا تو وہ کیوں اپنے بچوں کو سکول بھیجیں گے؟

(نامہ نگار)

بارودی سرنگ کا دھماکہ، بچی شدید زخمی

پاراچنار 22 اکتوبر کو اپر کرم ایجنسی کے علاقے پیواڑ میں ایک تیرہ سالہ بچی بارودی سرنگ دھماکے کے نتیجے میں اپنے دونوں پاؤں سے محروم ہوگئی۔ ذرائع کے مطابق بچی اپنی والدہ کے ساتھ کھیتوں میں کام کرنے گئی تھی جہاں وہ نامعلوم افراد کی جانب سے نصب شدہ بارودی سرنگ پھٹنے سے شدید زخمی ہوگئی۔ اسے زخمی حالت میں ایجنسی ہیڈکوارٹر ہسپتال پاراچنار پہنچا دیا گیا جہاں شدید زخموں کی وجہ سے اس کے دونوں پاؤں کاٹنے پڑے۔ بچی گاؤں پیواڑ علی زئی کے رہائشی رجب علی کی بیٹی ہے۔ حکام نے نامعلوم افراد کے خلاف بارودی سرنگ نصب کرنے کا مقدمہ درج کر لیا ہے۔ اور اہل خانہ کا مطالبہ ہے کہ ملزمان کو پکڑ کر سخت سے سخت سزا دی جائے۔

(محمد حسن)

عورتیں

پسند کی شادی پر تشدد کا نشانہ بنایا گیا

ٹوبہ ٹیک سنگھ ٹوبہ ٹیک سنگھ کی تحصیل گوجرہ میں پسند کی شادی کرنے پر سسرالیوں نے داماد کو تشدد کا نشانہ بنا ڈالا۔ گوجرہ کے رہائشی محمد عرفان علی نے بتایا کہ اس نے پسند کی شادی کی جس کی رنجش پر اس کے سسرالیوں نے رات کے وقت اکیلا پا کر اسے گن پوائنٹ پر اٹھا کر نا معلوم مقام پر لے جا کر وحشیانہ تشدد کا نشانہ بنایا اور علی الصبح گھر کے سامنے بے ہوشی کی حالت میں پھینک کر فرار ہو گئے، جب اس سلسلہ میں انہوں نے تھانہ سٹی کے ایس ایچ او سے رابطہ کیا تو انہوں نے کسی بھی قسم کی کاروائی نہ کی، جس پر متاثرہ شخص اور اس کے اہل خانہ نے S.H.O تھانہ سٹی گوجرہ کی جانب سے ملزمان کے خلاف کاروائی نہ کرنے کے خلاف D.P.O ٹوبہ ٹیک سنگھ کے دفتر کے سامنے احتجاج کیا۔

(نامہ نگار)

گھریلو رنجش پر بیوی کو قتل کر دیا

خیرپور 23 اکتوبر کو خیر پور کے علاقہ گاڑھی موری میں ایک شخص نے گھریلو جھگڑے پر اپنی بیوی کو قتل کر دیا۔ مقتولہ کی والدہ نے بتایا کہ اس کی بیٹی نے وقوعہ کی رات کو فون کر کے بتایا کہ اس کا شوہر نوید اپنی ماں اور بھائی کے ساتھ مل کر اسے قتل کرنا چاہتا ہے۔ صبح کے وقت جب وہ اس کے گھر پہنچے تو گھر کی بالائی منزل پر ان کی بیٹی کی نعش پڑی تھی۔ اسے تیز دھار آلے سے قتل کیا گیا تھا۔ اس نے بتایا کہ مذکورہ بالا افراد کے خلاف وقوعے کا مقدمہ درج کروا دیا گیا ہے۔ مقتولہ کے پڑوسی انور علی ملح کا کہنا ہے کہ مقتولہ کی شادی پانچ برس قبل نوید کے ساتھ ہوئی۔ دونوں میاں بیوی میں اکثر جھگڑا رہتا تھا۔ وقوعہ کی رات بھی دونوں میں جھگڑا ہوا جو مقتولہ کے قتل پر اختتام پذیر ہوا۔

(عبدالمنیم ابڑو)

کم عمر ہندو بچی کو مسلمان کرا کے شادی کرانے پر احتجاج

کراچی کراچی میں ایک سرکاری رہائش گاہ میں ایک سہما اور خوفزدہ خاندان موجود ہے جو یہ امید لے کر ڈھرکی سے کراچی آیا ہے کہ ان کے ساتھ انصاف ہوگا۔ یہ انجلی میگھواڑ کے والدین اور بہن بھائی ہیں۔ انجلی کے بارے میں ڈھرکی کے بھرچونڈی کے پیر خاندان کا کہنا ہے کہ اس نے ہندو مذہب چھوڑ کر اسلام قبول کر لیا ہے جس کے بعد انجلی کا ریاض سیال نامی شخص سے نکاح ہو گیا ہے۔ انجلی کے والد کندن میگھواڑ کا کہنا ہے کہ انھیں دھمکی دی گئی ہے کہ معاملہ ادھر ہی ختم کر دو، اگر اوپر جاؤ گے تو آپ کو قتل کر دیں گے۔ اس صورتِ حال سے انھوں نے آئی جی سندھ کو بھی آگاہ کیا ہے جنھوں نے یقین دہانی کرائی ہے کہ ملزمان کو گرفتار کیا جائے گا۔ ہماری بچی 11 سال کی ہے، اس کو تو مذہب کے بارے میں بھی معلوم نہیں، لیکن بھرچونڈی پیر کہہ رہے ہیں کہ اس نے ہندو مذہب چھوڑ کر اسلام قبول کر لیا ہے۔ وہ جس لڑکی کو لے کر جاتے ہیں اسے مسلمان کر دیتے ہیں۔ اس حوالے سے کوئی قانون ہونا چاہیے، کم سے کم ان کے ماں باپ کو تو منگوایا جائے۔ دوسری جانب بھرچونڈی پیر خاندان کا کہنا ہے کہ لڑکی عاقل و بالغ ہے، اور اس نے اپنی مرضی سے اسلام قبول کیا ہے، زبردستی مذہب تبدیل کرنے کا الزام غلط ہے۔ یاد رہے کہ اس سے پہلے ڈھرکی کے بھرچونڈی کے پیر خاندان پر رنکل کمار نامی لڑکی کا جبری مذہب تبدیل کرنے کا الزام عائد ہوا تھا۔ کندن میگھواڑ کے ساتھ کمرے میں بستر پر بے سدھ موجود انجلی کی والدہ حلیماں میگھواڑ واقعے کی چشم دید گواہ ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ صبح کے دس بجے تھے، وہ گھر میں بچوں کے ساتھ اکیلی تھیں کہ کچھ لوگ آئے اور انجلی کو گھسیٹتے ہوئے اپنے ساتھ لے گئے۔ میں نے چیخ پکار کی، لیکن کسی نے نہیں سنی۔ کندن لال گذشتہ 40 برسوں سے ڈھرکی کی مصطفیٰ آباد کالونی میں رہتے ہیں اور ایک دکان پر مزدور ہیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ کسی نے ان کے بھائی کو بتایا کہ آپ کے گھر میں ڈاکہ پڑا ہے۔ یہ سن کر وہ گھر کی طرف بھاگے۔ وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ کچھ لوگ انجلی کو اٹھا کر لے گئے ہیں۔ لوگوں کے ذریعے معلوم ہوا کہ ملزم سیال برداری کے لوگ تھے، جس کا ریاض سیال سربراہ تھا۔ اس کے خلاف ایف آئی آر درج کرانے تھانے گئے لیکن پولیس نے صاف انکار کر دیا۔ بعد میں برادری کے احتجاج پر ایف آئی آر درج کر لی گئی لیکن کسی ملزم کو گرفتار نہیں کیا گیا۔ ڈھرکی میں میڈیا سے بات کرتے ہوئے ریاض سیال کا دعویٰ تھا کہ اس نے انجلی سے پسند کی شادی کی ہے، جس کے بعد انجلی نے اپنی مرضی سے اسلام قبول کر کے ان سے شادی کی ہے۔ اس مقدمے کے تفتیشی افسر ایس ایچ او ڈھرکی قلب عباس شاہ کا کہنا ہے کہ لڑکی کے والد کندن لال نے ریاض سیال اور اس کے بھائیوں کے خلاف مقدمہ درج کرایا ہے کہ وہ اسلحے کے زور پر لڑکی کو لے گئے ہیں، لیکن تفتیش میں پتہ چلا ہے کہ لڑکی اپنی مرضی سے گئی ہے۔ کندن میگھواڑ کے وکیل کانجی مل بھیل کا کہنا ہے کہ ان کے پاس قومی رجسٹریشن کے ادارے نادرا کا پیدائشی سرٹیفکیٹ اور سکول کا سرٹیفکیٹ موجود ہے جس سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ انجلی کی عمر ساڑھے 11 سال ہے۔ ڈھرکی کی عدالت میں انجلی کا بیان عمر کے تنازعے کی وجہ سے ریکارڈ نہیں ہو سکا، جس کے بعد عدالت نے انجلی کو کراچی کے ایک دارالامان میں بھیج دیا ہے۔ واضح رہے کہ پاکستان کے قانون کے مطابق 18 سال سے کم یعنی نابالغ شخص کا بیان قبول نہیں کیا جا سکتا۔ کانجی بھیل ایڈووکیٹ کا کہنا ہے کہ حال ہی میں کم عمری کی شادیوں کے خلاف قانون منظور کیا گیا ہے، جس کے تحت 18 سال سے کم عمر میں شادی نہیں ہو سکتی، اور اگر ایسا کوئی کرتا ہے یا اس میں مددگار ثابت ہوتا ہے تو وہ جرم کا مرتکب ٹھہرایا جائے گا، لیکن اس کے باوجود انجلی میگھواڑ کے معاملے میں حکومت اور پولیس نے کوئی کارروائی نہیں کی۔ ان کے مطابق وہ ہائی کورٹ میں بھی درخواست دائر کر رہے ہیں کہ یہ مقدمہ کراچی منتقل کیا جائے کیونکہ ڈھرکی میں فریادی عدم تحفظ کا شکار ہیں۔ سندھ کے کئی شہروں میں میگھواڑ برادری کی جانب سے احتجاج کیا جا رہا ہے، جس میں اس بات پر بھی شکوہ کیا جا رہا ہے کہ ہندو اراکینِ اسمبلی جو اونچی ذات سے تعلق رکھتے ہیں دلتوں سے زیادتی پر خاموش رہتے ہیں۔ کندن میگھواڑ پر عزم ہیں کہ انھیں حکومت اور عدالتوں پر سو فیصد اعتماد ہے کہ انجلی واپس مل جائے گی، لیکن کچھ بھی ہو، وہ سندھ میں ہی رہیں گے یہاں سے نہیں جائیں گے۔ فی الحال والدین اور بیٹی دونوں ہی پناہ گاہوں میں ہیں جن کا انتخاب انھوں نے نہیں کیا۔

(بشکریہ بی بی سی اردو)

پھندا ڈال کر مارنے کا الزام

ٹوبہ ٹیک نگھ ٹوبہ ٹیک سنگھ نواحی گاؤں 350 گ ب میں سسرالیوں نے مبینہ طور پر خاتون کو پھانسی لگا کر قتل کر دیا۔ پولیس مصروف تفتیش مقتولہ کی شادی پانچ ماہ قبل ہی ہوئی تھی پولیس نے مقتولہ کی نعش کو پوسٹ مارٹم کیلئے ڈسٹرکٹ ہسپتال ٹوبہ منتقل کر دیا۔ مقتولہ کے چچا نے الزام عاید کیا ہے کہ سسرالیوں نے اس کی بھتیجی کو گلے پر پھندا ڈال کر قتل کر کے خودکشی کا ڈرامہ کیا ہے۔ پولیس ملزمان کو گرفتار کرے۔

(نامہ نگار)

جھڑپ میں سکیورٹی اہلکاروں سمیت تین ہلاک

خیبرایجنسی 22 اکتوبر کو قبائلی علاقے خیبرایجنسی میں سکیورٹی فورسز اور شدت پسندوں کے درمیان جھڑپ میں ایک شدت پسند اور دو سکیورٹی اہلکار ہلاک ہو گئے ہیں جبکہ اسی علاقے میں ایک گھر پر مارٹر گولہ گرنے سے چار خواتین اور دو بچے زخمی ہوئے ہیں۔ خیبرایجنسی میں پانچ روز سے جاری فوجی آپریشن خیبرون میں سکیورٹی فورسز کی کارروائیاں جاری ہیں۔ پولیٹیکل انتظامیہ کے اہلکاروں کے مطابق 22 اکتوبر کو تحصیل باڑہ میں سپاہ کے مقام پر شدت پسندوں نے سکیورٹی فورسز پر حملہ کیا ہے جس میں دو اہلکار ہلاک اور تین زخمی ہوئے ہیں۔ جوابی کارروائی میں ایک شدت پسند ہلاک اور دو زخمی ہوئے ہیں۔ ایسی اطلاعات موصول ہوئی تھیں کہ بدھ کو دوپہر کے وقت گن شپ ہیلی کاپٹروں نے سپاہ کے علاقے میں فضائی حملے کیے تھے لیکن اس میں کیا نقصان ہوا اور کتنے ٹھکانے تباہ کیے گئے ہیں اس بارے میں سرکاری سطح پر کوئی بیان جاری نہیں کیا گیا۔ باڑہ میں فضائی حملوں اور جھڑپوں کے بارے میں فوج کے تعلقات عامہ کے حکام سے بار ہا رابطہ کیا لیکن ان کی جانب سے اس بارے میں کوئی تفصیل فراہم نہیں کی گئی۔ اس کے علاوہ پولیٹیکل انتظامیہ کے اہلکاروں نے بتایا کہ آج سپاہ کے ہی علاقے میں ایک مکان پر مارٹر گولہ گرنے سے چار خواتین اور دو بچے زخمی ہوئے ہیں۔ باڑہ میں جاری اس فوجی آپریشن سے ہزاروں خاندان نقل مکانی پر مجبور ہوئے ہیں ادھر باڑہ میں جاری اس فوجی آپریشن سے ہزاروں خاندان نقل مکانی پر مجبور ہوئے ہیں۔ ایسی اطلاعات ہیں کہ بڑی تعداد میں لوگ آپریشن سے پہلے جاری فوجی کارروائیوں کی وجہ سے نقل مکانی کر چکے تھے جبکہ اس باقاعدہ آپریشن کے آغاز کے بعد باقی لوگ اب پشاور اور دیگر علاقوں کی جانب نقل مکانی کر رہے ہیں۔

(نامہ نگار)

دو گروہوں میں تصادم، 5 افراد ہلاک

خیبرایجنسی پاکستان کے قبائلی علاقے خیبرایجنسی میں حکام کا کہنا ہے کہ شدت پسند تنظیم لشکرِ اسلام اور طالبان مخالف امن کمیٹی کے رضا کاروں کے درمیان ہونے والی جھڑپ میں تنظیم کے ایک کمانڈر سمیت پانچ افراد ہلاک اور سات زخمی ہوگئے ہیں۔ یہ جھڑپ 13 نومبر کو لنڈی کوتل تحصیل کے دور افتادہ علاقے بازار زخہ خیل میں نری بابا کے مقام پر ہوئی۔ فریقین نے ایک دوسرے کے مورچوں پر بھاری ہتھیاروں سے حملے کیے جن میں لشکر اسلام کے پانچ ارکان ہلاک ہو گئے۔ مرنے والوں میں شدت پسند تنظیم کے ایک کمانڈر گل بت خان بھی شامل ہیں۔ سرکاری اہلکار کا کہنا تھا کہ لڑائی میں حکومت کی حامی امن کمیٹی کے سات رضا کار بھی زخمی ہوئے۔ پولیٹیکل تحصیلدار کے مطابق لشکرِ اسلام اور امن کمیٹی کے درمیان زخہ خیل کے علاقے میں کئی ہفتوں سے جھڑپوں کا سلسلہ جاری ہے جن میں دونوں جانب سے ہلاکتیں ہوئی ہیں۔ خیال رہے کہ خیبرایجنسی میں سکیورٹی فورسز کی جانب سے گذشتہ چند ہفتوں سے خیبرون کے نام سے عسکری تنظیموں کے خلاف کارروائیوں کا سلسلہ جاری ہے۔ خیبرایجنسی تین سب ڈویژنوں باڑہ، جمرود اور لنڈی کوتل پر مشتمل ہے۔ تاہم بیشتر کارروائیاں باڑہ سب ڈویژن کے علاقوں میں کی جارہی ہیں جس کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ یہ شدت پسندوں کا گڑھ رہا ہے۔ فوج کا کہنا ہے کہ خیبرایجنسی میں کارروائیاں اس وقت تک جاری رہیں گی جب تک تمام علاقوں سے عسکریت پسندوں کا صفایا نہیں ہو جاتا۔

(نامہ نگار)

نامعلوم افراد کی فائرنگ سے ایک شخص ہلاک

خضدار 13 نومبر کو نامعلوم افراد نے میر محمد قاسم بزنجو کو پولیس تھانہ اور ناچ کے قریب فائرنگ کر کے قتل کر دیا اور موقع سے فرار ہو گئے۔ پولیس نے قتل کا مقدمہ نامعلوم افراد کے خلاف درج کرلیا ہے اور واقعے کی تفتیش شروع کر دی گئی ہے۔ جبکہ کالعدم بلوچ تنظیم بی ایل ایف کے ترجمان نے قتل کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے ان پر مخبری کا الزام لگایا۔

(محمد یونس)

امن کمیٹی کے رہنما بم دھماکے میں زخمی

باجوڑایجنسی 5 نومبر کو باجوڑ ایجنسی کی تحصیل ماموند کے علاقہ ڈمہ ڈولہ لنڈی شاہ میں امن کمیٹی کے رہنما حاجی سلام پر ریموٹ کنٹرول بم دھماکہ ہوا جس کے نتیجے میں حاجی سلام اور ان کے دو بیٹے دیر محمد اور زین اللہ زخمی ہوگئے۔ واقعہ کے فوری بعد مقامی لوگوں نے امدادی کارروائی کرتے ہوئے زخمیوں کو علاج معالجے کے لیے ایجنسی ہیڈ کوارٹر ہسپتال خار منتقل کر دیا۔

(شاہد حبیب)

نوشہرہ سے چار بوری بند، باڑہ سے دو لاشیں برآمد

نوشہرہ/باڑہ 18 نومبر کو پاکستان کے صوبے خیبر پختونخوا کے ضلع نوشہرہ اور قبائلی علاقے خیبرایجنسی کے علاقے باڑہ سے چھ لاشیں برآمد ہوئی ہیں۔ نوشہرہ میں پولیس کا کہنا ہے کہ سڑک کے کنارے سے چار بوری بند لاشیں ملی ہیں جنھیں فائرنگ کر کے ہلاک کیا گیا ہے۔ نوشہرہ کے ضلعی پولیس سربراہ رب نواز خان نے بی بی سی کو بتایا کہ منگل کی صبح نوشہرہ کے علاقے رسالپور میں براہ بانڈئی کے مقام پر سڑک کے کنارے سے بوری میں بند چار لاشیں ملی ہیں۔ انھوں نے کہا کہ مرنے والے افراد کو فائرنگ کر کے ہلاک کیا گیا ہے۔ پولیس افسر کے مطابق دو لاشوں کی شناخت ان کی جیبوں میں پڑے ہوئے شناختی کارڈ سے کرلی گئی ہے۔ ایک کا تعلق مردان جبکہ دوسرے کا صوابی سے بتایا جاتا ہے، تاہم دیگر دو افراد کی شناخت نہیں ہوسکی ہے۔ انھوں نے کہا کہ چاروں لاشوں کو پوسٹ مارٹم کیلیے ڈسٹرکٹ ہسپتال نوشہرہ منتقل کر دیا گیا ہے۔ تاہم فوری طور پر یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ مرنے والے افراد کون ہیں اور ان کی ہلاکت کی وجوہات کیا ہیں۔ نوشہرہ کے سینئر صحافی سہیل کاکا خیل کا کہنا ہے کہ نوشہرہ میں اس سے پہلے بھی بوریوں میں بند لاشیں ملنے کے واقعات پیش آتے رہے ہیں تاہم حالیہ واقعہ کافی عرصہ کے بعد پیش آیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ اس قسم کے واقعات میں عام طور پر عسکری تنظیموں سے تعلق رکھنے والے جنگجوؤں کی لاشیں ملتی رہی ہیں۔ خیال رہے کہ کچھ عرصہ قبل پشاور میں بھی بوری بند لاشیں ملنے کے کئی واقعات پیش آئے تھے۔ ایک وقت یہ واقعات اتنے زیادہ ہوگئے تھے کہ پشاور ہائی کورٹ کے سابق چیف جسٹس دوست محمد خان نے اس سلسلے میں ازخود نوٹس بھی لیا تھا جس کے بعد بوریوں میں بند لاشوں کے واقعات کم ہو گئے تھے۔ اطلاعات کے مطابق پشاور میں بوری میں بند بیشتر لاشیں عسکریت پسندوں کی تھیں۔ دریں اثنا قبائلی علاقے خیبرایجنسی میں بھی دو افراد کی لاشیں ملی ہیں جن کے بارے میں خیال ہے وہ عسکریت پسند ہیں۔ پولیٹیکل انتظامیہ خیبرایجنسی کے ایک اہلکار نے بی بی سی کو بتایا کہ منگل کی صبح باڑہ سب ڈویژن کے علاقے سپاہ میں سڑک کے کنارے سے دو نامعلوم افراد کی لاشیں ملیں جنھیں فائرنگ کر کے ہلاک کیا گیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ بظاہر لگتا ہے کہ مرنے والے افراد عسکریت پسند ہیں تاہم یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ یہ افراد آپریشن کے دوران مارے گئے ہیں یا ہلاکت کی وجہ کوئی اور ہے۔ خیبرایجنسی میں گذشتہ کئی ہفتوں سے عسکریت پسندوں کے خلاف آپریشن خیبرون جاری ہے جس میں اب تک درجنوں عسکریت پسند مارے جا چکے ہیں۔

(نامہ نگار)

انتہا پسندی کی روک تھام اور رواداری کے فروغ کے لیے منعقدہ تربیتی ورکشاپس کی رپورٹس

نور پور تھل

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے زیر اہتمام صوبہ پنجاب کے ضلع خوشاب کی تحصیل نور پورتھل میں ''تکثیری اقدار کے فروغ اور انسانی حقوق کی تعلیم'' کے عنوان سے 19اور18 اکتوبر 2014ء کو دو روزہ تربیتی ورکشاپ کا اہتمام کیا گیا۔ ورکشاپ میں طرز فکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری رویوں کے فروغ کے لیے تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی اہمیت، میڈیا کیا ہے اسکی مختلف اقسام بدلتے ہوئے رجحانات اور انتہا پسندی کے انسداد یا فروغ میں میڈیا کا کردار، مذہب کی من مانی تشریح انتہا پسندوں کا ہتھیار، انسانی حقوق کے فروغ، حقوق کی تحریک کو مستحکم کرنے کے لیے حکمت عملی کی تشکیل اور عوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار، کیا سیاست کے لئے مذہب کا استعمال انتہا پسندی میں اضافہ کا سبب ہے؟ جیسے موضوعات زیر بحث رہے۔ سہولت کاروں میں ایچ آر سی پی کے کوآرڈینیٹر ندیم عباس، ریجنل کوآرڈینیٹر عون محمد، تحصیل کوآرڈینیٹر نور دین۔ ماجد حسین، عزیز حسین اور پروفیسر ملک احمد خان، شامل تھے۔ اسی طرح 11 خواتین سمیت 26 شُرکاء میں صحافی، اُساتذہ، سماجی کارکنان، طلبہ اور دیگر مکاتب فکر کے لوگ شامل تھے۔ علاوہ ازیں ورکشاپ میں '' ہم انسان''، '' انسانی حقوق کی صورتحال'' پہ بنائی گئی دستاویزی فلمیں دکھائی گئی اور شرکاء کے درمیان رواداری کے فروغ کے لیے گروپ ورک اور گیمز بھی کروائی گئیں۔ ورکشاپ کا آغاز تحصیل کوآرڈینیٹر نور دین صاحب نے مہمانوں اور دیگر شُرکاء کو خوش آمدید کہہ کر کیا۔

تعارف شرکاء ، رجسٹریشن، قبل از ورکشاپ شرکاء کا استعدادی جائزہ لینے کے بعد پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے ریجنل کوآرڈینیٹر عون محمد نے ورکشاپ کے اغراض و مقاصد بیان کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان میں انتہا پسندی کے موضوع پر اگرچہ بہت زیادہ توجہ دی جا رہی ہے مگر اسکے باوجود اسکو سمجھنے اور اسکی وجوہات کی نشاندہی کرنے میں بے شمار شکوک وشبہات پائے جاتے ہیں۔ ماہرین کے مطابق انتہا پسندی ایک ایسا طرز عمل ہے جو معاشرتی بے سکونی کا باعث بنتا ہے۔ الغرض انتہا پسندی ایک ایسا منفی عمل ہے جو معاشرتی بے سکونی کا باعث بنتا ہے جس میں مثبت پہلوؤں کو تلاش کرنا ایک احمقانہ عمل ہے۔ انتہا پسندی کی وجوہات میں بنیادی سہولیات سے محرومی، حکومتی پالیسیاں، طبقاتی تفاوت، میڈیا کا منفی کردار، صوبائی اختلافات، کمزور معاشرتی ڈھانچہ، مخصوص طرز فکر، مذہبی لیڈروں کا مبہم کردار، اور سیاسی استحصال شامل ہیں۔ پاکستان کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ پاکستان کو شروع دن سے ہی درست سمت کا تعین کرنے میں مشکلات کا سامنا رہا ہے اور اسکے اثرات یہ نکلے کہ آج تک ہم اپنی منزل تعین نہیں کر سکے۔ ایچ آر سی پی کی جانب سے انسانی حقوق کی تعلیم کے فروغ، انتہا پسندی سے آگاہی اور اس کی روک تھام کے لیے پورے ملک میں کوششیں جاری ہیں۔ اسی سلسلے کی ایک کاوش آج کی ورکشاپ ہے اور میں آپ سب کا بہت شکر گزار ہوں کہ آپ اپنے قیمتی وقت سے کچھ لمحات نکال کر یہاں تشریف لائے ہیں۔ ہمیں مل کر سوچنا ہے کہ انتہا پسندی جیسے سرطان کو روکنے کے لیے کن تدابیر کی ضرورت ہے ورنہ ہمارا معاشرہ بہت تیزی سے زوال کا شکار ہوگا۔ آپ سب سے درخواست ہے کہ ہماری ورکشاپ کے مقصد کو اچھی طرح سمجھیں اور اس کے فروغ میں اپنا کردار ادا کریں۔ اس کے علاوہ شرکاء کو تجزیات اور تجاویز سے متعلق فارم دیئے گئے۔ اور اسکے ساتھ ہی ورکشاپ کے ٹائم ٹیبل اور نشستوں کے دوران قواعد وضوابط سے شرکاء کو آگاہ کیا اور قبل از ورکشاپ شرکاء کا استعدادی جائزہ لیا۔ استعدادی جائزہ میں شرکاء سے انسانی حقوق کے حوالے سے بنیادی 20 سوالات پوچھے گئے۔ جسکے لئے شرکاء کو 10 منٹ کا وقت دیا گیا۔

سیاسیات کی کتابوں میں دی گئی پاکستانی شہری کی تعریف سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف 'مرد مسلمان پاکستانی' ہی اس ملک کا شہری ہے۔ عورتیں اور اقلیتیں اس صف سے خارج دکھائی دیتی ہیں۔

طرز فکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری رویوں کے فروغ کے لیے تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی اہمیت

ندیم عباس

جدید مہذب معاشرہ جمہوریت، صنفی مساوات، انفرادی آزادیوں، مذہبی ومسلکی ہم آہنگی، معاشی مواقع کی مساوی فراہمی، تکثیریت، بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ اور عالمی بھائی چارے کے فروغ جیسے اصولوں پر استوار ہوتا ہے۔ یہ وہ اہداف ہیں جو جدید مہذب معاشرے نے اپنے لئے طے کئے ہیں اور ان کے حصول کے لئے تعلیمی اداروں سمیت تمام سماجی ادارے قائم کئے گئے ہیں۔ تعلیمی نظام کا بنیادی مقصد مذکورہ اصولوں کے نفاذ اور اہداف کے حصول میں سماج کی مدد کرنا ہے۔ ہمارا تعلیمی نظام ان مقاصد کے حصول کے حوالے سے سماج کی مدد نہیں کر رہا۔ تعلیم ایک طرف تو نئی ثقافت کو جنم دیتی ہے اور دوسری طرف قدیم ثقافت میں موجود متروک اقدار سے نجات بھی دلاتی ہے۔ تعلیمی مواد کے لیے ضروری ہے کہ وہ نامیاتی اکائی کی طرح ہو اور اس میں زمانے کی رفتار کے ساتھ چلنے کی صلاحیت موجود رہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ معاشرتی ماحول میں ہونیوالی پیش رفتوں کو نصاب کا حصہ بنایا جاتا رہے۔ ہمارا نصاب اس معیار پر پورا نہیں اترتا۔ مطلب یہ کہ ہماری تعلیم میں جدت نہیں ہے۔

مذہبی عدم رواداری کے نتیجے میں پیدا ہونیوالی دہشت گردی گزشتہ عشرے میں 50000 سے زائد پاکستانی شہریوں کی جانیں لے چکی ہے۔ نصابی کتابیں اس مسئلے کو مزید سنگین بنارہی ہیں۔ نصابی کتابیں طلباء میں غیر مسلموں اور اقلیتی مسلم فرقوں کے خلاف تعصب کو پروان چڑھا رہی ہیں۔ ایک طرف تو اقلیتوں کی ملک کے لیے خدمات کو نصاب میں شامل نہیں کیا گیا جبکہ دوسری طرف ان کے متعلق حقارت آمیز اقتباسات درج ہیں۔

صنفی مساوات کے فروغ میں ہمارا تعلیمی نظام ناکام ہو چکا ہے۔ عورتوں کو صرف گھریلو کردار ادا کرنے والی جنس کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ سماج میں ان کی ترقی کے متعلق مواد موجود نہیں۔ سیاسیات کی کتابوں میں دی گئی پاکستانی شہری کی تعریف سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف 'مرد مسلمان پاکستانی' ہی اس ملک کا شہری ہے۔ عورتیں اور اقلیتیں اس صف سے خارج دکھائی دیتی ہیں۔

انسانی حقوق کیا ہیں، اس حوالے سے حکومت پر عائد فرائض اور انسانی حقوق کی تحریک میں قومی و بین الاقوامی جدوجہد کو اجاگر کرنے سے پہلوتہی کی گئی ہے۔ جنرل محمد ایوب خان، جنرل ضیاء الحق، جنرل پرویز مشرف کی آمریت کے خلاف چلنے والی جمہوری تحریکیں تاریخ کے مضمون کا حصہ نہیں ہیں۔ ضیاء الحق کی آمریت میں شاہی قلعہ جیسے مقامات پر قید کیے گئے سیاسی، سماجی اور صحافتی رہنماؤں نے جن اذیتوں کو برداشت کیا ان سے طلباء کو آگاہ نہیں کیا جاتا۔ درسی

کتابوں میں 'آمریت کی خوبیاں' جیسے ابواب شامل ہیں۔

شہریوں میں ہمسایوں کے ساتھ اچھے تعلقات کے قیام کی خواہش پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہمسایہ ممالک کے ساتھ مشترک تاریخ ہم آہنگی، باہمی تعاون اور بھائی چارے پر مبنی ہو مگر ہمارے تاریخ کے مضمون میں اس کے برعکس ہندوؤں کو مسلمانوں کا ازلی دشمن بنا کر پیش کیا جاتا ہے جو کہ تاریخ کو مسخ کرنے کے مترادف ہے۔ حقیقت یہ کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی سینکڑوں برسوں پر مشتمل رواداری کی مشترک ثقافت ہے۔ اس کے علاوہ برصغیر کی تاریخ میں ہمیشہ مسلمانوں کو فاتح اور ہندووں کو مفتوح کی حیثیت دی گئی ہے جو کہ سراسر غلط ہے اور دونوں ممالک کے مابین امن کے قیام میں بڑی رکاوٹ بھی ہے۔

نصاب میں عالمی بھائی چارے کے پہلو کو نظرانداز کیا گیا ہے۔ کتابوں کو پڑھ کر ایسا لگتا ہے کہ پاکستان عالمی برادری کا رکن نہیں بلکہ صرف 'نام نہاد' اسلامی بلاک، کا جزو ہے۔

پاکستان کی وفاقی اکائیوں کے بارے میں طلباء کو بہت کم معلومات دی جاتی ہیں۔ وفاق اور صوبوں کے مابین تعلقات کے بارے میں کتابوں میں مواد نہ ہونے کے برابر ہے۔ طلباء کو پاکستان کے تمام صوبوں کی ثقافت اور وہاں رائج اقدار کے بارے میں بتایا جانا ضروری ہے۔ انہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ وفاق نے صوبائی اور علاقائی ثقافتوں کے فروغ کے لیے کیا اقدامات اٹھائے اور مزید کیا اقدامات کیے جاسکتے ہیں۔

پاکستان کے معدنی وسائل کا ذکر موجود ہے مگر ان وسائل پر استعمال کا حق وفاق، صوبوں یا ضلعوں کو حاصل ہونا چاہیے طلباء کو یہ بتایا جانا ضروری ہے کہ ملک میں ٹیکس کا نظام کیا ہے اور ٹیکسوں کو اکٹھا کرنے کا کونسا طریقہ رائج ہے مزید یہ کہ ٹیکسوں سے جمع ہونیوالی رقوم کو کن مقاصد کے لیے استعمال ہونا چاہیے۔ نصابی کتب کو ان سوالات کا جواب دینا چاہیے مگر ہماری کتابیں اس حوالے سے خاموش ہیں۔ طلباء کو بتایا جائے کہ ان کے بنیادی انسانی حقوق کیا ہیں اور ان کی خلاف ورزیوں کی صورت میں انہیں کونسے قانونی و آئینی ذرائع حاصل ہیں۔

سوال: سرکاری سکولوں کے بہت سے بچوں کو مفت کتابیں نہیں دی گئیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب (ندیم عباس): صرف کتب کی عدم دستیابی ہی نہیں بلکہ اساتذہ اور دیگر تعلیمی سہولیات کی کم یابی کا مسئلہ بھی درپیش ہے۔ یہ مسئلہ تعلیمی بجٹ کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ پاکستان کا شمار دنیا کے ان آٹھ ممالک میں ہوتا ہے جو تعلیم پر سب سے کم خرچ کرتے ہیں۔ پھر یہ ہے کہ تعلیمی بجٹ میں ایک فیصد سے بھی کم رقم درسی کتب کے لیے مختص ہوتی ہے۔

میڈیا کیا ہے؟ اس کی مختلف اقسام، بدلتے ہوئے رجحانات اور انتہا پسندی کے انسداد یا فروغ میں میڈیا کا کردار

ماجد حسین

ہم اکثر اپنی باتوں میں میڈیا کا نام لیتے ہیں لیکن ہم میں سے اکثر لوگوں کو میڈیا کی تعریف معلوم نہیں جسکی وجہ سے ہم اسکے حقیقی مفہوم کو نہیں سمجھ سکتے۔ میڈیا ایک ایسے ذریعے کا نام ہے جس سے ہم کو معلومات، تفریح، تعلیم اور پیغامات پہنچائے

پاکستان کا شمار دنیا کے ان آٹھ ممالک میں ہوتا ہے جو تعلیم پر سب سے کم خرچ کرتے ہیں۔ پھر یہ ہے کہ تعلیمی بجٹ میں ایک فیصد سے بھی کم رقم درسی کتب کے لیے مختص ہوتی ہے۔

جاتے ہیں۔ میڈیا میں براڈ کاسٹنگ کے سارے ذرائع شامل ہیں جو اس مقصد کیلیے استعمال ہوتے ہیں۔ انسانی تاریخ میں ہمیشہ معلومات کی فراہمی اور ترسیل کو اہمیت دی جاتی رہی ہے۔ ہر انسانی زندگی پر میڈیا کے اثرات کے دور رس نتائج ہوتے ہیں اور یہ جاننا ہمارے لیے بہت اہمیت کا حامل ہے کہ کسطرح میڈیا کی مختلف اقسام اور بدلتے ہوئے رجحانات ہماری زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں اور معاشرے کی سوچ کو تبدیل کر کے انتہا پسندی کے فروغ میں ماضی میں کردار ادا کرتا رہا ہے اور کس طرح اسکے انسداد میں آجکل اپنا کردار ادا کر رہا ہے۔

اگر ہم میڈیا کی تاریخ پر ایک نظر ڈالیں تو یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ میڈیا کی تاریخ اس وقت سے شروع ہوتی ہے جب انسان نے آج سے ہزاروں سال پہلے لکھنا شروع کیا۔ انسانی ترقی کا یہ سفر جاری رہا اور تاریخ دانوں کی نظر میں 15ویں صدی میں جب پرنٹنگ پریس کا آغاز ہوا تو وہ در حقیقت انسانی ترقی کی معراج تھی۔ پریس کی ایجاد کے ساتھ ہی میڈیا کے مختلف وسائل جن میں کتابیں، اخبارات، میگزین اور رسائل نے معلومات کی ترسیل میں اہم کردار ادا کیا۔ انیسویں صدی میں جب ریکارڈ کرنے کی ٹیکنالوجی سامنے آئی تو معلومات کی ترسیل میں ایک بہت بڑا انقلاب آیا اور ٹیپ، کیسٹ، گراموفون اور دیگر اشیاء کی مدد سے لوگوں کو معلومات فراہم کی جانے لگیں۔ 1900ء میں دنیا میں لوگوں کو تفریح فراہم کرنے میں سینما نے بہت اہم کردار ادا کیا۔ اسکے بعد 1910ء میں ریڈیو اور پھر 1950ء میں جب ٹیلیویژن آیا تو تیز ترین انداز میں لوگوں کو معلومات فراہم کی جانے لگیں۔ آجکل کا سب سے زیادہ مقبول میڈیا انٹرنیٹ 1990ء میں ایجاد ہوا اور دنیا معلومات کی فراہمی اور جاننے کیلیے سمٹ کر رہ گئی۔

پاکستان میں اگر میڈیا کی تاریخ اور ترقی پر بات کی جائے تو اسکی اپنی اہمیت اور تاریخ ہے۔ پاکستان کے وجود میں آنے سے پہلے 1941 میں ڈان اخبار کی بنیاد محمد علی جناح نے رکھی اور اسکا مقصد آزاد پاکستان کے نظریے کو فروغ دینا تھا۔ اسی طرح 1941 نوائے وقت اخبار مسلم اشرافیہ نے شروع کیا اور اسکا مقصد بھی آزاد پاکستان کے نظریہ کو مضبوط کرنا تھا۔ پاکستان کی آزادی سے پہلے ہی لاہور اور پشاور میں دو ریڈیو سٹیشن کام کر رہے تھے۔ جب پاکستان بن گیا تو اسوقت کے صدر ایوب خان نے 1962 میں Press and Publication Order Ordinance نافذ کیا جسکا مقصد صحافت کی آزادی کو اپنی مرضی کے مطابق تبدیل کرنا تھا۔ پاکستان کا سرکاری ٹی وی چینل 1964ء میں قائم ہوا اور اسکی آمد کے ساتھ ہی حکومتی نظریات کو مزید تیز اور بہتر انداز میں لوگوں تک پہنچایا جانے لگا۔ ضیاء الحق کا دور آیا تو Press and Publicaiton Ordinance میں مزید سختی کی گئی اور جو صحافی نجی اخبارات میں کام کر رہے تھے انکی آزادی صحافت کا گلا دبایا جانے لگا۔ 2002ء میں جنرل پرویز مشرف نے نجی الیکٹرانک میڈیا کو کام کرنے کی اجازت دی جسکے آمد کے ساتھ ہی پاکستان میں میڈیا کا کاروبار شروع ہوگیا۔

میڈیا کی بہت سی اقسام ہیں جن میں سے اکثر سے ہم آشنا ہیں اور بہت سی ایسی بھی ہیں جنکا ہم پر اثر تو ہے مگر ہم انکو نہ تو میڈیا مانتے اور نہ ہی یہ سمجھتے ہیں کہ کس طرح اس کا ہماری زندگی پر اثر ہے۔ میڈیا کی اقسام میں براڈ کاسٹ فلم، ویڈیو، آڈیو ریکارڈنگ، انٹرنیٹ، بلاگز، موبائل، پرنٹ میڈیا، کتابیں، میگزین، رسالے، اخبارات اور Out Door Media شامل ہیں۔ آوٹ ڈور میڈیا میں سائن بورڈ، بل بورڈ، وال چاکنگ اور بینر وغیرہ شامل ہیں۔ آوٹ ڈور میڈیا کا ہماری سوچ اور زندگی پر گہرا اثر ہوتا ہے۔ اگر اسکا ہماری زندگی پر اثر نہ ہوتا تو پشاور میں لگے خواتین کی تصویر والے بل بورڈز پر سیاہی نہ ڈالی جاتی۔

ہم یہ بات کر سکتے ہیں کہ میڈیا حقیقت کو منعکس کرتا ہے اور اسکا کردار یہی ہونا بھی چاہیے۔ دوسرا یہ کہ میڈیا حقیقت کی شکل اپنی مرضی کے مطابق تبدیل کرتا ہے۔ میڈیا کا کردار ایک واچ ڈاگ جیسا ہے جو ملک میں ہونے والی سیاسی

سرگرمیوں اور خامیوں کے بارے میں بتاتا ہے۔ یہ آزادی کے فروغ کے لیے بہت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ معاشرے میں جمہوری رویوں کے فروغ میں اور قوم کی تعمیر کے ساتھ ساتھ ملک میں اظہار رائے کی آزادی، سماجی مسائل کے حل، سماجی بہبود، معلومات کی ترسیل بھی میڈیا کے اہم کردار ہیں۔

سرکاری اور نجی میڈیا میں بہت فرق ہے۔ سرکاری میڈیا سرکار کا ترجمان ہوتا ہے اور ہمیشہ سرکار کے گُن گاتا ہے اور سرکار پر کسی بھی قسم کی تنقید سے گریز کرتا ہے۔ سرکاری میڈیا میں کام کرنے والوں کو اپنی نوکری کی غرض سے جی حضوری کرنا پڑتی ہے۔ دوسری طرف نجی میڈیا کا کام ہی یہ ہے کہ جتنی تنقید زیادہ ہوگی اتنے زیادہ لوگ انکا چینل دیکھیں گے اور چینل کی ریٹنگ میں اضافہ ہوگا جس سے کاروبار میں اضافہ ہوگا۔ سرکاری اور نجی میڈیا دونوں میں کام کرنے والے میڈیا پرسن کی تربیت کا فقدان ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ سرکاری میڈیا ہمیشہ قومی ایجنڈے پر کام کرتے ہوئے ایک خاص سوچ اور طرز فکر کے الاپ الاپتا ہے جبکہ نجی TV کا کوئی خاص ایجنڈا نہیں ہوتا اور لحہ بہ لحہ تبدیل ہوتا رہتا ہے۔

میڈیا کی ذمہ داری ہے کہ خبر کو تصدیق کے ساتھ نشر کرے مگر ہمارے ہاں ان ساری ذمہ داریوں کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ میڈیا کے لوگوں پر یہ پیشہ ورانہ اور خلاقی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ کسی بھی خبر کو بغیر تصدیق کے شائع نہ کیا جائے۔ ان تمام تر ذمہ داریوں سے آشنائی کے باوجود نجی میڈیا میں اس پر توجہ نہیں دی جاتی۔ اسی طرح میڈیا کے لوگوں پر یہ بھی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ کوئی ایسا مواد شائع یا نشر نہ کریں جس سے انتہا پسندی کو فروغ ملے یا پھر انتہا پسندی کے حامل لوگوں کو اپنی سوچ عوام تک پہنچانے کا موقع مل سکے۔ مگر ٹی وی کے کاروبار کو بڑھانے کیلئے ایسے لوگوں کو بھی ٹی وی سکرین پر لایا جاتا ہے جو انتہا پسندی کے فروغ کیلئے پیغامات دیتے ہیں اور اس سے انکا پیغام انکے خاص طرز فکر رکھنے والے لوگوں تک پہنچ جاتا ہے۔

میڈیا میں گزشتہ ایک دہائی کے عرصہ میں ایک بہت بڑی تبدیلی آئی ہے اور یہ تبدیلی انٹرنیٹ کے ساتھ منسلک کی جاتی ہے۔ سوشل میڈیا عصر حاضر میں مقبول ترین ذریعہ ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ لوگ اپنی مرضی کے مطابق اپنی سوچ کو بیان کر سکتے ہیں۔ سوشل میڈیا پر آپکی پسند کے مطابق گروپس ہیں جن کے ساتھ اپنے طرز فکر کا تبادلہ کر سکتے ہیں۔ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا پر بھی عام آدمی کو اظہار رائے کی آزادی مکمل طور پر نہیں ہوتی تو سوشل میڈیا پر آپ کھل کر اپنے خیلات کا اظہار کر سکتے ہیں۔

میڈیا معاشرے میں لوگوں کی سوچ کو تبدیل کرنے اور ڈھالنے کا کام کرتا ہے۔ جس طرح 1980ء کی دہائی میں جہاد کی اہمیت کے فروغ کی خاطر ہمارے سرکاری اور نجی میڈیا نے اپنا ایک خاص کردار ادا کیا اور ایک خاص طرز کے مذہبی شدت پسند معاشرے کے قیام میں اپنا کردار ادا کیا آج وہ خاص ذہنی سوچ رکھنے والے لوگ ہم کو ہر جگہ پر مل جاتے ہیں اور اپنے اردگرد ایک شدت پسندانہ ماحول قائم کرنا چاہتے ہیں۔ دوسری طرف آج اگر ہم دیکھیں تو وہی میڈیا گروپ جنہوں نے آج سے 35 برس قبل جس سوچ کے حامل لوگوں کو اسلامی ہیروز کہا آج اسی سوچ کے حامل لوگوں کو دہشتگرد کہہ رہا ہے۔ ایک ہی تصویر کو میڈیا دو مختلف انداز میں پیش کر رہا ہے۔

کھانے کے وقفے کے بعد شرکاء کو ایک اور دستاویزی فلم ''ہم انسان'' دکھائی گئی جسکا مقصد انسانیت دوستی کا درس دینا تھا۔ اس میں یہ دکھایا گیا کہ سب انسان برابر ہیں۔ شرکاء نے ایچ آر سی پی کی اس کاوش کو بہت سراہا۔

مذہب کی من مانی تشریح انتہا پسندوں کا ہتھیار

پروفیسر شیخ عبداللطیف

مذہب کو بطور ہتھیار استعمال کیا جا رہا ہے۔ مذہب کو بطور ہتھیار استعمال کرنے کا یہ مکروہ اور مذموم کاروبار ملوکیت کے ساتھ ہی پیدا ہوا تھا۔ یعنی ملوکیت اور مذہب جڑواں بھائی ہیں۔ سچ تو یہ ہے کے دین کو مذہب بنانے اور بنا کر پیش کرنے کا عمل خودکش ہتھیار سے کم نہیں۔ یہ ایک ایسا ہتھیار ہے جو بلآخر خودکشی کے کام آتا ہے ورنہ آج تقریباً ڈیڑھ ارب مسلمان اور 57 کے لگ بھگ اسلامی ممالک اس حال میں نہ ہوتے کہ نہ کوئی حال نہ ہی کوئی مستقبل۔ سوائے ماضی کی پر شکوہ کہانیوں اور لازوال کرداروں کے کسی کے دامن میں کچھ نہیں۔

خلافت کی جگہ ملوکیت اور پھر ماڈرن ڈکٹیٹر شپ تک ہوس اقتدار میں مبتلا افراد اور خاندانوں نے پہلی واردات ہی یہ کی کہ پہلے دین کو مذہب کا رنگ دیا اور پھر مذہب کو بطور ہتھیار استعمال کیا۔ پھر یوں ہوا کہ اس ہتھیار سے مسلمان معاشرے خوبصورتی، دانائی، فہم فراست، تفکر، تدبر، تحمل وغیرہ کی قتل گاہیں بنتے گئے۔ تدبر اور استدلال کا قتل عام ہوا۔ تحقیق، تخلیق، ایجاد و اختراع کے چشمے سوکھ گئے۔ یہ اُمت خرافات میں کھو گئی۔ انقلابی لوگوں کو ثواب کے حصول پر لگا دیا گیا۔ مذہب کے نام پر ایسی ایسی رسومات در آئیں کہ الامان والحفیظ۔ دین اسلام میں عورت کے حقوق پر ڈاکے کے لیے بھی مذہب کو ہی ہتھیار بنا کر استعمال کیا گیا اور بیک جنبش قلم آدھی آبادی کو آدھی گواہی بنا کر عضو معطل میں تبدیل کر دیا گیا۔

انسانی حقوق کے فروغ، حقوق کی تحریک کو مستحکم کرنے کے لیے حکمت عملی کی تشکیل اور عوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار

عزیز حسین

انسانی حقوق بنیادی طور پر قدرتی اور قانونی حقوق مانے جاتے ہیں انسانی سماج 2 ہزار سال پرانا ہے لیکن انسانی حقوق کی تحریک اور اصلاحات کا حقیقی عمل دوسری جنگ عظیم کے بعد شروع ہوا۔ بچوں اور عورتوں کے حقوق کی تحریک چلی۔ انسانی حقوق کے فروغ کے لئے بہت سی تحریکیں کارفرما تھیں۔ بالآخر 10 دسمبر 1948ء کو انسانی حقوق کے تحفظ کا چارٹر اپنایا گیا جس میں تعلیم کو انسانی حقوق میں خاص اہمیت دی گئی۔ جو نہ صرف روزگار کے حصول میں مدد دے رہی ہے بلکہ انسان کو سماج میں چلنے کا راستہ بھی دکھاتی ہے۔ انسانی حقوق کے فروغ کی ذمہ داری ریاست کی ہے، پاکستان میں دہشت گردی بہت بڑھ رہی ہے جس کی وجہ سے انسانی حقوق کی پامالی ہو رہی ہے، ہماری سیاسی تنظیموں کا رویہ بھی اتنا تسلی بخش نہیں رہا ہے۔ ہمارا ملک اس وقت معاشی استحصال اور انتشار کا شکار ہے جس کی بنیادی وجہ کمزور جمہوری حکومت ہے۔ عام آدمی کو اپنے بنیادی حقوق کا پتہ نہیں کہ یہ حقوق ہیں کیا اور کہاں سے ملیں گے۔ اس میں سول سوسائٹی اچھا کردار ادا کر سکتی ہے۔ تعلیم عام لوگوں میں حقوق کا شعور اور اس کی رسائی حاصل کرنے میں مدد دے سکتی ہے۔ انسانی حقوق کے تصورات کی جڑیں درحقیقت انسانیت میں پیوستہ ہیں ان کو تسلیم کرنے سے ایک آدمی کی ذمہ داری صرف اس کے خاندان، معاشرے، طبقہ، ذات، مذہب یا قوم تک محدود نہیں بلکہ وہ تمام انسانیت کو جواب دہ ہوتا ہے۔ یکساں انسانی وقار اور تمام انسانوں کے ناقابل انتقال حقوق کا تصور پندرھویں اور سولھویں صدی کے درمیانی عرصہ میں زیادہ نمایاں ہوا۔ انسانوں کی انفرادی اور اجتماعی فلاح کے تمام نظریات اقدار اور سیاسی اصلاحات نے معاشرے میں عوام کی حاکمیت کی بنیادیں استوار کیں۔ اس عظیم تبدیلی کے لیے درکار مادی ڈھانچہ سترہویں صدی میں صنعتی انقلاب نے مہیا کیا۔ پھر پہلی جنگ عظیم نے دنیا بھر کے انسانوں کو ایک بین الاقوامی نظام میں شامل کرنے کی سوچ پیدا کی۔ اس سوچ کا نتیجہ 1919ء میں لیگ آف نیشنز کے قیام کی صورت میں سامنے آیا۔ پہلی جنگ عظیم میں ڈیڑھ کروڑ لوگ ہلاک ہوئے۔ ان میں مسلح افواج سے تعلق رکھنے والوں کی تعداد 90 لاکھ تھی اور باقی 60 لاکھ عام شہری تھے۔ 22 لاکھ افراد زخمی ہوئے۔ دوسری

جنگ عظیم کے بعد 1945ء میں اقوام متحدہ قائم ہوئی کیونکہ ان جنگوں اور جغرافیائی تنازعات نے مزدوروں کے حقوق، عورتوں کے حقوق، اقلیتوں اور کمزور طبقات کے حقوق، سیاسی وسماجی حقوق، تعلیم اور روزگار کے حقوق، بچوں کے حقوق اور معاشی آزادیوں پر توجہ مبذول کروائی۔ اقوام متحدہ نے 10 دسمبر 1948ء کو اپنی جنرل اسمبلی کی منظور شدہ قرارداد کے تحت انسانی حقوق سے متعلق جو اعلان کیا اسے ''انسانی حقوق کا عالمی منشور'' کہا جاتا ہے۔ یہ منشور 30 دفعات پر مشتمل ہے۔ اس میں انسانی وقار اور عظمت کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ رنگ ونسل اور علاقائی تعصّبات سے بالا تر یہ ایک ایسا مسودہ ہے جو تمام اقوام عالم کے لیے قابل قبول ہے۔ پاکستان نے بھی 1973ء کے آئین میں انسانی حقوق کے عالمی منشور کا خصوصی طور پر خیال رکھا ہے۔ کسی بھی معاشرے میں حقوق کے فروغ اور حقوق کے حصول کے لیے سول سوسائٹی کا کردار بہت اہم ہوتا ہے۔ ترقی یافتہ ممالک کی تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ ان معاشروں کی حالت بھی چند صدیاں پہلے ہمارے معاشرے سے کچھ زیادہ مختلف نہیں تھی مگر وقت کے ساتھ ساتھ مختلف انجمنوں، طلبہ تنظیموں، ٹریڈ یونینوں نے اپنے اپنے حقوق کی بقاء کے لیے کوششیں کیں اور نتیجتاً ایک مضبوط اور متحرک سول سوسائٹی کا وجود عمل میں آیا جس نے حقوق کی تحریک کو نہ صرف مستحکم کیا بلکہ رواں دواں رکھا ہے۔

اس بات کا تعین کرنے میں کہ آیا ایک موثر جمہوری معاشرہ موجود ہے یا نہیں، سول سوسائٹی کے اداروں کو جمہوریت کے معیار اور انسانی حقوق کی کیفیت کے کسی بھی جائزے میں مرکزی اہمیت دی گئی ہے۔ سول سوسائٹی کے اداروں میں مذہبی تنظیمیں، این جی اوز، ٹریڈ یونین، شہریوں کے گروپ، ذرائع ابلاغ، سیاسی جماعتیں، اور دوسرے مفاد داتی گروپ مثلاً کاروباری تنظیمیں شامل ہوتی ہیں۔ خاندان سول سوسائٹی کا ادارہ نہیں لیکن معاشرے کے مزاج کی تشکیل میں اسکے تدریسی اور سماجی کردار کی وجہ سے اسکی بڑی اہمیت ہے۔

جب جمہوریت کا یہ تصور پیش کیا جاتا ہے کہ یہ سیاسی اور ترقیاتی جمہوریت دونوں پر مشتمل ہوتی ہے تو انسانی حقوق کے ساتھ اسکا تعلق واضح تر ہوجاتا ہے۔ نمائندگی اور باقاعدہ جمہوری عمل کی اہمیت کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ جمہوریت کا یہ تصور سول سوسائٹی کے اداروں کے اس کردار کو بھی نمایاں کرتا ہے کہ عوام کی جمہوری شراکت کے وہ مواقع بھی پیدا کرتے ہیں جن کا دائرہ سیاسی فیصلوں سے اور آگے اختیارات اور وسائل کی تقسیم میں موثر شراکت تک پھیلا ہاہے۔ اس کردار کو ادا کرنے کی استعداد صرف اسی صورت میں پیدا ہوتی ہے جب جمہوری آدرشوں میں حالات اور مواقع دونوں کی مساوات شامل ہو۔

جمہوری ترقی کے اس پہلو کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ بہبود کا حق کس حد تک موثر ہے۔ ان حقوق کا تعلق بنیادی انسانی ضروریات، خوراک، رہائش، اور روزگار سے ہے۔ حقوق کے اس زمرے کے لئے پیمانے تعلیم، صحت، محنت اور ماحول کے حقوق ہیں۔ حالیہ دور میں ان حقوق پر دباؤ میں اضافہ ہوا ہے۔ کیونکہ ایک طرف تو انکی قانونی حثیت ان کا نفاذ اور حصول انصاف کے ذرائع واضح نہیں ہیں اور دوسری طرف یہ کہ سوشل پروگراموں میں ریاست کا کردار کم ہوتا جا رہا ہے، جسکے نتیجے میں معاشرے کے بے اختیار طبقات میں

ترقی یافتہ ممالک کی تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ ان معاشروں کی حالت بھی چند صدیاں پہلے ہمارے معاشرے سے کچھ زیادہ مختلف نہیں تھی مگر وقت کے ساتھ ساتھ مختلف انجمنوں، طلبہ تنظیموں، ٹریڈ یونینوں نے اپنے اپنے حقوق کی بقاء کے لیے کوششیں کیں

غربت بڑھتی جا رہی ہے۔ اس سے اپنے معاشی حقوق تسلیم کرانے کے لئے غریبوں میں منظم ہونے کی صلاحیت بھی متاثر ہورہی ہے۔

کیا سیاست کے لئے مذہب کا استعمال انتہا پسندی میں اضافہ کا سبب ہے؟

پروفیسر ملک احمد خان

مذہب کو سیاسی طور پر استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ سیاستدانوں اور حکمرانوں نے شاید ہی کبھی لوگوں کا مذہب کے نام پر استحصال نہ کیا ہو۔ اسلام کے سیاسی تشخص کو استعمال کرنے میں موقع پرست پیش پیش رہے ہیں۔ مذہبی گروہوں کو سیاسی استعمال کے لئے اسلحہ بھی دیا جاتا رہا ہے۔ حکومتی اداروں سے ہٹ کر دیگر عناصر کو اسلحہ فراہم کرنا انتہا پسندی کو جنم دیتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں شدت پسندوں کو وجود میں لانے میں حکومت کا اپنا کردار بھی ہوتا ہے۔ علماء نے بھی فاٹا میں انتہا پسندانہ نظریات کے احیاء میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ 1980ء کی دہائی میں افغانستان میں روسی مداخلت کو کچلنے کے لئے حکومت نے ان شرپسندوں کی نہ صرف حمایت کی بلکہ انہیں اسلحہ اور دوسرے وسائل مہیا کئے جس کا نتیجہ ہم آج بھی بھگت رہے ہیں۔

مساجد میں طاقت کے بل بوتے پر قبضہ بھی ایک عام روایت بن چکی ہے۔ ایک مکتبہ فکر دوسرے کو مسجد سے بے دخل کر دیتا ہے۔ عموماً ایسی تعلیمات کا پرچار کیا جاتا ہے جن سے ایسا مذہبی اور سماجی ماحول جنم لیتا ہے جو کہ صرف مخصوص طبقے کے اقتصادی اور ذاتی مفادات کا تحفظ کرتا ہے۔ اس قسم کی ثقافت کے احیاء کے لئے مذہبی علماء اور دیگر مفاد پرست طبقے پوری طرح ذمہ دار ہیں۔

کوئی مذہب شدت پسندی کی ترغیب نہیں دیتا۔ حالانکہ انتہا پسندوں کی جانب سے اسے ایک آلے کے طور پر استعمال کر کے لوگوں کو بھرتی کرنے کا جواز بنایا گیا ہے۔ مذہبی عمائدین نے دیگر پہلوؤں کو نظرانداز کر کے محض اپنے مفادات کے تحفظ کی خاطر بھاری قیمت وصول کی ہے۔ جاہل ملا اور عوام بھی اس انارکی کے یکساں طور پر ذمہ دار ہیں۔ زیادہ تر لوگ مذہب کو اپنے ذاتی مفاد کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ مذہبی ادارے براہ راست یا پوشیدہ طور پر منفی بنیادوں پر استوار سماجی اور اقتصادی ڈھانچوں کی مدد کرتے ہیں اور ان سے اپنی مرضی کے نتائج حاصل کرنے کے لئے عوام کے روّیوں اور عادات میں تبدیلی متعارف کرائی جاتی ہے۔ انتہا پسندی کو محض مذہب کے نام پر ہی فروغ نہیں ملا بلکہ اسے ابھارنے میں غیر مذہبی قومیتوں، پارٹیوں اور کئی تنظیموں کا عمل دخل رہا ہے۔ جہاں تک انتہا پسندی کو براہ راست پھیلانے کا تعلق ہے اس میں حکومتی پالیسیوں کا عمل دخل، سیاسی مہرے اور بین الاقوامی ہاتھ نمایاں رہے ہیں۔ ثقافتی اور سماجی کلچر ملک کی تعلیمی ثقافت کے گرد گھومتا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ تعلیمی نظام کی گاڑی پٹڑی سے اتر چکی ہے اور منزل بھی نظر نہیں آتی۔ ان اداروں میں انفرادی طور پر مسلط کردہ مذہبی ثقافت پنپ رہی ہے جو کہ فرقہ پرستی کے طابع ہے جبکہ اقتصادی صورت حال بھی غیر مساوی بنیادوں پر استوار ہے۔ ارباب اقتدار، غیر جمہوری روّیے اور ادارے اس شکست و ریخت میں برابر کے شریک ہیں جبکہ مذہب، ذرائع ابلاغ، اور تعلیم کو بھی حکومت اور متوازی طاقتوں نے ایک آلے کے طور پر استعمال کیا ہے۔ جس سے انتہا پسندی میں اضافہ ہوا ہے۔

ایک دستاویزی فلم Building Bridges دکھائی گئی جس میں مدرسے میں پڑھنے والے بچوں کو دکھایا گیا اور یہ سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ جو بچے مدرسے میں تعلیم حاصل کرتے ہیں انکی افادیت کیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ کہ دین اور دنیا کی تعلیم کا اکٹھے ہونا کتنا ضروری ہے۔ شرکاء کی جانب سے ایچ آر سی پی کی اس کاوش کو بھی بے حد سراہا گیا۔

ورکشاپ کے اختتام پر ایک بار پھر استعدادی جائزہ لیا گیا، شرکاء میں سرٹیفکیٹ تقسیم کئے گئے اور گروپ فوٹو لی گئی۔ شرکاء نے ایچ آر سی پی کی ایسی تربیتی ورکشاپ کو سراہا کہ ہماری

تحصیل میں ایسی ورکشاپ کی ضرورت تھی جس میں ہمیں اپنے حقوق کی آگاہی ملی جس کی مدد سے ہم اپنے حقوق سے روشناس ہوئے اور اس پیغام کو ہم اپنی کمیونٹی، محلے تک ضرور پہنچائینگے۔

ورکشاپ کے نتائج

شرکاء کو انسانی حقوق سے متعلق علم میں اضافہ ہوا۔ شدت پسندی کے تصورات میں بہتری آئی۔ ریاست کے ڈھانچےسے آگاہی ہوئی۔ اپنی کمیونٹی کو انسانی حقوق کی تعلیم دینے کے قابل ہوئے۔ منظم کام کی اہمیت اور افادیت جان گئے۔ کمیونٹی کیلئے انسانی حقوق کی ترویج اور امن کے فروغ کا شوق پیدا ہوا۔

تحصیل نور پور تھل میں انسانی حقوق کی صورتحال کا جائزہ

1۔تحصیل کا نام: تحصیل نور پور تھل

2۔نور پور تھل کی آبادی۔:   ڈھائی لاکھ

3۔نور پور تھل میں کون سے انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں زیادہ ہوتی ہیں؟

عورتوں کو بہت کم حقوق ملتے ہیں، گرلز سکولوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے، سیوریج کے ناقص نظام کی وجہ سے بیماریاں پھیل رہی ہیں، عورتوں کے حقوق کی سلبی، قتل و ڈاکہ زنی، چوری چکاری، غیرت کے نام پر عورتوں کے قتل، کسی غریب کا مقدمہ تھانہ میں درج نہیں ہوسکتا، خواتین کو وراثتی حقوق نہ دینا، چائلڈ لیبر، خواتین اور بچوں پر تشدد۔

4۔نور پور تھل میں ان خلاف ورزیوں کی وجوہات کیا ہیں؟

ناخواندگی، والدین کا منفی روّیہ، علم کی کمی، انتہا پسندی، کمزور حکومتی انتظامیہ، وڈیرا شاہی، کرپشن، بے روزگاری، شعور کی کمی، فرسودہ رسوم ورواج۔

7۔اشتعال انگیز یا نفرت انگیز صورتحال پیدا کرنے کے لیے وہ کن چیزوں کا سہارا لیتے ہیں؟

لٹریچر۔ لوکل کیبل نیٹ ورک۔ لاؤڈ سپیکر۔ جلسے جلوس

8۔کون کون سی اقلیتیں ضلع میں موجود ہیں۔ (i) کیا وہ اپنے آپ کو محفوظ سمجھتی ہیں؟

عیسائی اور احمدی۔ وہ خود کو محفوظ سمجھتے ہیں۔

9۔کیا سیاسی مقاصد کے لیے مذہب ومسلک کا سہارا لیا جاتا ہے. اگر ہاں تو کیسے کوئی ماضی قریب سے مثال؟

اس سوال کے حوالے سے ساتھیوں کی ملی جلی آراء سامنے آئی ہیں۔ چند ساتھیوں کا کہنا تھا کہ مذہب کا سہارا نہیں لیا جاتا۔ کچھ کا کہنا ہے کہ اہل تشیع کبھی کبھی ایسا کرتے ہیں۔

10۔نوجوانوں کو اپنی تعلیم اور زندگی سے متعلق فیصلے کرنے میں آزادی حاصل ہے یا والدین کے زیراثر ہی ان کو تمام فیصلے کرنا پڑتے ہیں؟

نوجوانوں کو اپنی تعلیم اور زندگی سے متعلق فیصلے کرنے میں کلی آزادی نہیں ہے۔ والدین کے فیصلے کا عمل دخل بہت زیادہ ہے۔

11۔ضلع/تحصیل میں کن ذرائع کو استعمال میں لاتے ہوئے انتہا پسندی کا خاتمہ ممکن ہے؟

شدت پسندی کے خاتمے سے متعلق لٹریچر کی دستیابی سے، والدین اور بچوں کو انتہا پسندی سے متعلق آگاہی بذریعہ

> عورتوں کو بہت کم حقوق ملتے ہیں، گرلز سکولوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے، سیوریج کے ناقص نظام کی وجہ سے بیماریاں پھیل رہی ہیں

سیمینار اور ورکشاپ سے مدرسوں، سکولوں اور کالجوں کے اساتذہ کی تربیت سے، وال چاکنگ سے بزرگوں کے ساتھ مکالمہ کے ذریعے سے۔

12۔کیا ضلع/تحصیل میں خواتین کو آزادی رائے حاصل ہے؟

تحصیل میں خواتین کو آزادی رائے حاصل نہیں ہے

13۔خواتین کو آزادانہ کسی بھی عہدے پر کام کرنے کے مواقع میسر ہیں؟

خواتین کو آزادانہ کسی بھی عہدے پر کام کرنے کے مواقع بالکل میسر نہیں ہیں

14۔ضلع/تحصیل کے اہم مسائل کیا ہیں؟

بے روزگاری، صاف پانی کی عدم دستیابی، ٹرانسپورٹ کے ناقص سہولیات، ٹرانپورٹ کے مسائل، سکول کالجز کی کمی

15۔مختلف اقلیتی گروہوں کی عبادت گاہوں کی تعداد:

(ا) چرچز: (ب) مندر (ت) احمدی عبادت گاہیں 5
(ج) دیگر۔

16۔ ضلع/تحصیل میں مدارس کی کل تعداد

20

سوال پر کرنے والوں کے نام :

زیتون فلک شیر، خاور حسین، محمد کامران نسیم، محمد نیئر حسین، غلام عباس، گلزار حسین، سعدیہ حسین، جوہر حسین، عشرت بتول، لبنیٰ احمد، نعیم احمد، محمد طارق عزیز، محمد نعیم اللہ، محمد یونس، ناہید اختر، عشرت ناز، فرخ اقبال، محمد عارف، اختر عباس۔

شورکوٹ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے زیر اہتمام صوبہ پنجاب کے ضلع جھنگ کی تحصیل شورکوٹ میں'' تکثیری اقدار کے فروغ اور انسانی حقوق کی تعلیم'' کے عنوان سے 22،21 اکتوبر 2014ء کو دوروزہ تربیتی ورکشاپ کا اہتمام کیا گیا۔ ورکشاپ میں جمہوریت اور انسانی حقوق، انسانی حقوق اور معاشی ترقی کے مابین تعلق، انسانی حقوق کے فروغ، حقوق کی تحریک کو مستحکم کرنے کے لیے حکمت عملی کی تشکیل اور عوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار، انتہا پسندی کیا ہے، اسکی مختلف اقسام ہماری زندگیوں پر اثرات اور روک تھام کے لئے لائحہ عمل، مذہبی و مسلکی رواداری کا فروغ اور نفرت تعصب کے انسداد کے لیے لائحہ عمل، میڈیا کیا ہے اسکی مختلف اقسام بدلتے ہوئے رجحانات اور انتہا پسندی کے انسداد یا فروغ میں میڈیا کا کردار، طرزفکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری رویوں کے فروغ کے لیے تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی اہمیت جیسے موضوعات زیرِ بحث رہے۔ سہولت کاروں میں ایچ آر سی پی کے کوآرڈی نیٹر ندیم عباس، ریجنل کوآرڈینیٹر عون محمد، تحصیل کوآرڈینیٹر آکاش اشفاق، ماجد حسین، پروفیسرز کی نقوی اور قمر زیدی شامل تھے۔ اسی طرح چار خواتین سمیت 21 شُرکاء میں صحافی، اُساتذہ، سماجی کارکنان، طلبہ اور دیگر مکاتب فکر کے لوگ شامل تھے۔ علاوہ ازیں ورکشاپ میں " ہم انسان " اور " انسانی حقوق کی صورتحال " پر بنائی گئی دستاویزی فلمیں دکھائی گئیں اور شرکاء کے درمیان رواداری کے فروغ کے لیے گروپ ورک اور گیمز بھی کروائی گئیں۔ ورکشاپ کا آغاز ریجنل کوآرڈینیٹر عون محمد نے مہمانوں اور دیگر شُرکاء کو خوش آمدید کہہ کر کیا۔

تعارف شرکاء، رجسٹریشن قبل از ورکشاپ شرکاء کا استعدی جائزہ

عون محمد

ورکشاپ کا باقاعدہ آغاز شرکاء کی رجسٹریشن سے ہوا اور پھر تمام شرکاء کا عون محمد نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ ورکشاپ منعقد کرنے کا مقصد پاکستان میں بڑھتی ہوئی انتہا پسندی کے رجحان میں کمی کرنا اور انسانی حقوق کی تعلیم کا فروغ ہے جس کے لیے آپ سب کو مدعو کیا گیا ہے تا کہ آپ اپنے اپنے علاقوں میں اس موضوع کو زیر بحث لا کر اپنے اپنے معاشروں میں انسانیت دوست اقدار کو پروان چڑھائیں اور انتہا پسندانہ رویوں کی حوصلہ شکنی کریں۔ ایچ آر سی پی دیگر روایتی تنظیموں کی طرح کام نہیں کرتی جس میں لوگ حسب روایت شرکت کر کے واپس چلے جائیں بلکہ اپنے شرکاء کو تربیت دینے کے ساتھ ساتھ ان کو کچھ ذمہ داریاں بھی سونپتا ہے۔ ایچ آر سی پی پاکستان کے مختلف اضلاع اور تحصیلوں میں

اس طرح کی ورکشاپس منعقد کر کے مذہبی ہم آہنگی اور رواداری کے فروغ کے لیے خواہاں ہے۔اسی لیے ہم نے آپ کو دعوت دی کہ سوچا جائے کہ انتہا پسندی کی روک تھام کے لیے کیا اقدامات کئے جائیں اور کیا لائحہ عمل اختیار کیا جاسکتا ہے تا کہ انتہا پسندی کے خلاف جنگ میں ہر فرد اپنا کردار ادا کر سکے۔اس کے علاوہ شرکاء کو تجزیاتی اور تجاویزی فارم دیئے گئے۔ ورکشاپ کے ٹائم ٹیبل اور نشستوں کے دوران قواعد وضوابط سے شرکاء کو آگاہ کیا گیا اور قبل از ورکشاپ شرکاء کا استعدادی جائزہ لیا گیا۔ استعدادی جائزہ میں شرکاء سے انسانی حقوق کے حوالے سے بنیادی 20 سوالات پوچھے گئے جسکے لئے شرکاء کو 10 منٹ کا وقت دیا گیا۔

جمہوریت اور انسانی حقوق، انسانی حقوق اور معاشی ترقی کے مابین تعلق

ندیم عباس

جمہوریت ایسا نظام حکومت ہے جس میں عوام کی رائے کو فوقیت دی جاتی ہے اور سیاسی نظم ونسق میں معاشرے کے تمام طبقوں اور علاقوں کی مساوی شراکت کو یقینی بنایا جاتا ہے۔اس وقت دنیا کے بیشتر ممالک میں جمہوری طرز حکومت رائج ہے اور جہاں کہیں آمریت مسلط ہے وہ بھی جمہوریت کا لبادہ اوڑھ کر اپنے آمرانہ طرز حکومت کو جائز قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں۔مطلب یہ کہ دنیا بھر میں اس اصول پر اتفاق کر لیا گیا ہے کہ جمہوری نظام ہی سب سے بہتر نظام حکومت ہے۔ پاکستان کا قیام بھی ایک جمہوری سیاسی جدوجہد کی بدولت ممکن ہوا تھا مگر یہاں جمہوریت کو چلنے نہ دیا گیا۔ زیادہ عرصہ یہاں آمریت رہی اور جمہوری ادوار میں بھی سویلین اداروں پر غیر سویلین اداروں کی بالادستی قائم رہی ہے۔اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے ملک میں صحیح معنوں میں جمہوریت قائم نہیں ہوسکی اور یہی ہمارے بیشتر مسائل کا سبب ہے جو آج گھمبیر صورت اختیار کر چکے ہیں۔ جن میں اداروں کا عدم استحکام، انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں، غربت، مذہبی عدم رواداری، وفاقی اکائیوں کے مابین کشیدگی، اہل سیاسی قیادت کا فقدان، شامل ہیں۔بعض صوبے سمجھتے ہیں کہ وفاق نے انہیں اپنی کالونی بنا رکھا ہے۔اس لیے ضروری ہے کہ اختیارات کی وفاق سے صوبوں تک منتقلی کی جائے۔صرف یہی نہیں بلکہ جب تک اختیارات کو نچلی سطح یعنی ضلع، تحصیل اور یونین کونسل کی سطح پر منتقل نہیں کیا جاتا اس وقت تک جمہوریت کے متعلق ہمارے دعوے صحیح ثابت نہیں ہو سکتے۔دوسری اہم بات یہ ہے کہ جمہوری نظام میں کوشش کی جاتی ہے کہ صنفی مساوات کو ممکنہ حد تک فروغ دینے کی کوشش کی جائے۔صرف سیاست میں ہی نہیں بلکہ معاشرت، ثقافت، مذہب سمیت تمام شعبوں میں عورتوں کی نمائندگی بڑھائی جائے۔ اس کے لیے ہمیں اپنی ثقافت میں تبدیلی لانی پڑے گی۔ ہمارا معاشرہ مردانہ غلبے پر مبنی معاشرہ ہے۔لوگوں کی ذہن سازی کرنے کی ضرورت ہے تا کہ وہ صنفی مساوات کو برائی نہ سمجھیں بلکہ اسے معاشرتی ترقی کے لیے ایک لازمی شرط کے طور پر لیں۔صنفی مساوات کے موضوع پر قومی مباحثے کی ضرورت ہے۔ میڈیا کو اس مقصد کے لیے استعمال کیا جائے۔ نصاب میں اس سے موافق مواد شامل کیا جائے۔ایک ایسا جمہوری کلچر پیدا کیا جائے کہ لوگ صنفی عدم برابری کو ایک ناقابل برداشت برائی سمجھنا شروع کر دیں۔دوسرا اہم مسئلہ سیاسی نظام میں غیر مسلم پاکستانیوں کی عدم شراکت کا ہے۔ ریاستی امور میں ان کی مساوی نمائندگی تو دور کی بات انہیں وہ امور بھی نمٹانے نہیں دیے جا رہے جن کا ان کے ساتھ عہد کیا گیا تھا۔لیاقت علی خان اور پنڈت نہرو نے معاہدہ کیا تھا کہ پاکستان میں موجود بورڈ برائے متروکہ املاک کی سربراہی ہمیشہ کسی ہندو کو دی جائے گی جبکہ بھارت میں کوئی مسلمان فرد اس بورڈ کا سربراہ ہوگا۔ بھارت نے مذکورہ بورڈ کا سربراہ ہمیشہ کسی مسلمان فرد کو بنایا ہے جبکہ پاکستان شروع دن سے اس عہد کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔ ہمارے ملک کے غیر مسلموں کے ساتھ امتیازی سلوک کی اس طرح کی درجنوں مثالیں ہیں جو کہ ہمارے جمہوری نظام پر سیاہ دھبے ہیں جنہیں جلد از جلد مٹایا جانا چاہیے۔

اختلاف رائے جمہوریت کی روح ہوتی ہے۔ جمہوری ممالک میں عوام کو حکومت، ریاستی اداروں، قوانین اور نظریات سے اختلاف کرنے کا حق دیا جاتا ہے مگر ہمارے ہاں ریاست پر تنقید کرنے والوں کو ریاست اذیت کا نشانہ بناتی ہے جبکہ غیر ریاستی عناصر کی کارروائیوں پر تنقید کرنے اور ان سے اختلاف رائے کرنے والوں کو زندگی کا خطرہ مول لینا پڑتا ہے۔ جہاں تک بنیادی حقوق کا تعلق ہے تو انہیں ہم جمہوریت سے علیحدہ کر کے نہیں دیکھ سکتے۔ بلکہ یہ کہا جائے تو مبالغہ نہیں ہوگا کہ جمہوریت کا مقصد ہی انسانی حقوق کا تحفظ ہے۔ جمہوری حکومت کے قوانین، اقدامات اور پالیسیوں کا مطمع نظر انسانی حقوق کا تحفظ ہے اور ریاست کے قوانین اور تمام اقدامات کو جانچنے کا معیار بھی یہ ہے کہ آیا وہ حقوق سے مطابقت رکھتے ہیں یا نہیں۔ اگر قوانین انسانی حقوق اور عوام کی ضروریات سے ہم آہنگ نہ ہوں تو ان پر نظر ثانی کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور پاکستان کے متعدد قوانین بذات خود انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کا ارتکاب کر رہے ہیں اس لیے ان کا تنقیدی جائزہ لے کر ان میں بنیادی ترامیم کرنے کی فوری ضرورت ہے۔ ہمیں اپنے قوانین کو انسانی حقوق کے عالمی معیار کے مطابق لانے کی ضرورت ہے۔ تضحیک مذہب، تحفظ پاکستان ایکٹ، احمدیوں کے لیے جداگانہ ووٹر فہرستیں، پھانسی کی سزا کا قانون، کلیدی ریاستی عہدوں سے غیر مسلموں کو محروم کرنے کی آئینی دفعات اور حدود آرڈیننس سمیت ایسے تمام قوانین کو سرے سے ختم کرنے کی ضرورت ہے جو بنیادی انسانی حقوق کے فروغ اور تحفظ کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ ریاست کو چاہیے کہ وہ انسانی حقوق کے عالمی معاہدات کے اختیاری پروٹوکولز کی توثیق کرے اور اس ضمن میں مطلوبہ قانون سازی کرے۔

ہمارے سیشن کا آخری حصہ معاشی ترقی اور جمہوریت کے تعلق سے ہے۔اگر آپ یورپ میں جمہوریت کے ارتقاء پر ایک نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ وہاں معاشی ترقی نے جمہوریت کے لیے راہ سازگار کی جبکہ جمہوریت نے بدلے میں معاشی ترقی کو مستحکم کیا۔ چنانچہ معاشی ترقی اور جمہوریت کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔دونوں ایک دوسرے کو متاثر کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ ہمارے ملک میں نصف سے زیادہ آبادی غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزار رہی ہے۔ان کی معاشی بدحالی ان کی سیاسی کمزوری کا سبب ہے کیونکہ غربت کا شکار ہونے کی وجہ سے وہ اس قابل نہیں ہیں کہ ریاستی نظم ونسق میں اپنا حصہ مانگ سکیں۔ جب ان کی معاشی حالت بہتر ہوگی تو وہ تعلیم حاصل کر سکیں گے، منظم ہوں گے، دیہاتوں سے شہروں کی طرف منتقل ہوں گے، آپس میں رابطہ کریں گے، ٹیکنالوجی کے استعمال سے مستفید ہوں گے، نئے نئے خیالات سے آگاہ ہوں گے تو پھر وہ ریاست کے اقتدار میں حصہ مانگیں گے۔ یہ نیا ابھرتا ہوا متوسط معاشی طبقہ تعداد اور صلاحیت دونوں اعتبار سے اقتدار پر براجمان طبقے سے بالاتر ہوگا تو اس کی آواز کو دبانا ارباب اختیار کے لیے ناممکن ہوگا۔ پاکستان میں لوگوں کو معاشی طور پر مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔ زرعی اور صنعتی اصلاحات لائی جائیں تا کہ عام آدمی کی معاشی حالت میں خوشحالی آئے۔ جب ہمارے عوام کی اکثریت معاشی لحاظ سے خوشحال ہوگی تو اشرافیہ کا اقلیتی طبقہ انہیں اقتدار سے باہر نہیں رکھ سکے گا۔ اسی لیے ہمارا یہ مطالبہ ہونا چاہیے کہ پاکستان کو ایک فلاحی ریاست ہونا چاہیے اور لوگوں کی فلاح و بہبود کو ریاست کا سب سے پہلا مقصد قرار دیا جائے۔

انسانی حقوق کے فروغ، حقوق کی تحریک کو مستحکم کرنے کے لیے حکمت عملی کی تشکیل اور عوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار

قمر زیدی

آج کے اس تیز ترین میڈیا کے دور میں حقائق کو چھپانا

اب ممکن نہیں ہے لہذا وہ معاشرے جو پُر امن کہلاتے ہیں اور وہ بھی جہاں بدامنی اپنے عروج پر ہے دونوں ہمارے سامنے ہے۔ کیونکہ اب بھوت پریوں کی کہانیاں سُنا کر یا لوریاں دے کر سلانے کا دور نہیں رہا۔ میری گفتگو کا پہلا حصہ "انسانی حقوق کا فروغ" ہے۔ فروغ کی بات تو ہم بعد میں کریں گے سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ حق کیا ہے۔ حق کی مختصر تعریف ہم یوں کر سکتے ہیں۔ ایک انسان کو زندہ رہنے کے لیے جن بنیادی چیزوں کی ضرورت ہے وہ اُس کے حقوق ہیں۔ اور یہ حقوق سب سے پہلے اُسے فطرت نے دیے۔ مثلاً زندہ رہنے کا حق یا زندگی اب حقِ زندگی کے لیے اُسے ہوا یا آکسیجن کی ضرورت ہے اور اِس کے بغیر حقِ زندگی کا تصور ناممکن ہے۔ حق ہمیں فطرت نے عطا کیا اور یہ پہلے انسان کے جنم لینے سے آخری انسان کی زندگی تک موجود رہے گا۔ اِسی حق کو قائم رکھنے کے لیے خوراک وصحت کی ضرورت ہے تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اچھی خوراک اور اچھی صحت انسان کا بنیادی حق ہے۔ اگر ہم مذہبی حوالے سے بات کریں تو تمام انبیاء نے جو درس دیے وہ سب انسانی فلاح سے متعلق ہیں، امن سے متعلق ہیں، ایک دوسرے کے احترام سے متعلق ہیں، برداشت اور رواداری سے متعلق ہیں۔ میں یہاں صرف دو مثالیں دوں گا۔ آپ انجیل مقدس کا مطالعہ کریں تو آپ کو یسوع مسیح کی یہ تعلیم ملے گی کہ اگر کوئی آپ کی ایک گال پر طمانچہ مارے تو آپ دوسری گال آگے کر دیں۔ یہ ہے برداشت اور دوسری جگہ حکم ہے کہ تو اپنے پڑوسی کی بیوی کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھ یہ بھی ایک زنا ہے۔ اِس حکم سے دو باتیں واضح ہو جاتی ہیں۔ ایک خواتین کا احترام اور اس کے علاوہ دوسرے کی چیزوں پر آپ کا کوئی حق نہیں۔ حجتہ الوداع کے موقع پر خطبہِ رسالتمابؐ میں بتایا گیا کہ عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں ماسوائے تقویٰ کے۔

اب آپ انسانی حقوق کے عالمی منشور کے پہلے آرٹیکل کو دیکھیں کہ سب انسان برابر ہیں۔ ذرا تقویٰ پر بھی غور کر لیں ایک فقرے میں یوں کہہ لیں کہ تقویٰ کا مطلب ہے خداوند کریم کے احکامات کی تعمیل۔ خُدا کا حکم ہے کہ حقوق العباد یعنی ہیومن رائٹس کا احترام کرو اور اُن کی خلاف ورزی قابلِ معافی نہیں۔ ان دو مثالوں سے واضح ہو جاتا ہے کہ مذاہب میں انسانی حقوق کے احترام کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔

18ویں اور 19ویں صدی میں یورپ کے بہت سارے فلسفیوں نے فطری حقوق یعنی natural rights کا تصور پیش کیا یعنی یہ حقوق کسی مخصوص شخص کو کسی مخصوص ریاست کے شہری ہونے یا کسی خاص مذہب کا پیروکار ہونے یا کسی مخصوص نسلی گروہ کا کارکن ہونے کی بنا پر نہیں بلکہ یہ کسی بھی فرد کو قدرتی طور پر صرف انسان ہونے کے ناطے سے حاصل ہیں۔ اور 1789ء میں فرانس میں شاہی خاندان کے خلاف عوام کی جدوجہد رنگ لائی اور فرانس میں جمہوریت کی بنیاد رکھی گئی اور اِس انقلاب کے نتیجے میں ہی انسان کے حقوق کا اعلامیہ وجود میں آیا۔

دوسری جنگِ عظیم میں کروڑوں افراد کے قتل نے اقوامِ عالم کو یہ سوچنے پر مجبور کیا کہ جنگ کسی مسئلے کا حل نہیں ہے۔ اور اِس طرح 1945ء میں اقوامِ متحدہ وجود میں آئی اور 10 دسمبر 1948ء کو انسانی حقوق کے حوالے سے ایک اعلامیہ جاری کیا گیا۔ اور انسانی حقوق کے اِسی اعلامیہ کا پہلا آرٹیکل کہتا ہے کہ سب انسان برابر ہیں اور اِسے مسلمانوں نے بھی تسلیم کیا اور ہندو، مسیحی اور یہودیوں نے بھی تسلیم کیا۔ انسانی حقوق کے عالمی منشور کو تسلیم کرنے کے بعد ہر ریاست کا فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے شہریوں کو اپنے آئین اور قانون کے ذریعے وہ تمام حقوق دے جن پر اُنہوں نے اقوامِ متحدہ کے پلیٹ فارم پر دستخط کیے تھے۔

> سول سوسائٹی حکومت کو مجبور کرے کہ وہ تعلیمی نصاب سے نفرت انگیز مواد نکالے اور انسانی حقوق کا ایک باب سلیبس میں شامل کیا جائے

اب سوال یہ ہے کہ جب ہمارے ملک نے بھی انسانی حقوق کے عالمی منشور پر دستخط کیے تھے تو کیا آج ہمیں ہمارے تمام حقوق مل رہے ہیں اور اگر نہیں تو ان کو حاصل کرنے کے لیے ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں۔ اس ضمن میں میری کچھ تجاویز ہیں:

1۔ ہم سب کو انسانی حقوق کا مطالعہ کرنا چاہیئے اور اُسے سمجھنا چاہیئے، 2۔ ہم سب کو آئین میں دیئے گئے بنیادی حقوق کا پتہ ہونا چاہیئے، 3۔ ہم سب کو ایک دوسرے کے حقوق کا پتہ ہونا چاہیئے، 4۔ سول سوسائٹی اور دیگر یونینز کے مابین انسانی حقوق پر کام کرنے کے لیے ورکنگ ریلیشن شپ قائم کرنی چاہیئے، 5۔ اپنے گلی محلوں اور سکول کالجز سے انسانی حقوق کے بحث ومباحثے اور تعلیم کو شروع کرنا چاہیئے، 6۔ سول سوسائٹی حکومت کو مجبور کرے کہ وہ تعلیمی نصاب سے نفرت انگیز مواد نکالے اور انسانی حقوق کا ایک باب سلیبس میں شامل کیا جائے، 7۔ ممالک کے آئین میں جو بنیادی حقوق دیے گئے ہیں وہ پڑھائے جائیں۔

ہمارے ہاں مذہبی طبقہ انسانی حقوق کے نام سے ہی متنفر ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ یہ لادین لوگوں کا کوئی غیر ملکی ایجنڈا ہے۔ اِس لیے ضروری ہے کہ مذہبی طبقے کو اپنے موافق کیا جائے اور اُنہیں اس تحریک میں شامل کیا جائے۔ انسانی حقوق کے لٹریچر کا مطالعہ کیا جائے اور دوستوں کے گروپ میں بیٹھ کر اس پر بات چیت کی جائے اور بات چیت کے کلچر کو فروغ دیا جائے۔

کھانے کے وقفے کے بعد شرکاء کو ایک اور دستاویزی فلم ''ہم انسان'' دکھائی گئی جسکا مقصد معاشرے کو مذہبی ہم آہنگی اور انسان دوستی کا درس دینا تھا۔ دستاویزی فلم Bulding Bridges بھی دکھائی گئی جس میں مدرسے میں پڑھنے والے بچوں کو دکھایا گیا اور یہ سمجھانے کی کوشش کی گئی کہ جو بچے مدرسے میں تعلیم حاصل کرتے ہیں انکی Utility کیا ہے اور ساتھ ہی یہ کہ دین اور دنیا کی تعلیم کا اکٹھے ہونا کتنا ضروری ہے۔ شرکاء کی جانب سے ایچ آر سی پی کی اس کاوش کو بھی بے حد سراہا گیا۔ اسکے بعد شرکاء سے گروپ ورک کرایا گیا اور ان سے presentations لی گئیں۔

میڈیا کیا ہے؟ اس کی مختلف اقسام، بدلتے ہوئے رجحانات اور انتہا پسندی کے انسداد یا فروغ میں میڈیا کا کردار

ماجد حسین

جب ہم سوچتے ہیں کہ میڈیا کیا ہے تو جھٹ سے ہمارے ذہن میں TV ریڈیو، یا اخبار کا نام آتا ہے مگر حقیقت میں کچھ اور بھی چیزیں ہیں جنکو ہم میڈیا میں شامل کر سکتے ہیں۔ دراصل میڈیا کچھ ذرائع کا نام ہے جن سے معلومات، تفریح یا کچھ اور مل سکے یہ ذرائع کچھ اور بھی ہو سکتے ہیں مثلاً آؤٹ ڈور میڈیا جس میں دیوار پر لکھائی یا پھر بل بورڈز شامل ہیں۔ دراصل میڈیا میں وہ تمام ذرائع شامل ہوتے ہیں جن سے معلومات لوگوں تک پہنچائی جا سکیں۔ جہاں تک میڈیا کی اقسام اور نئے رجحانات کی بات ہے تو اس میں سرفہرست TV، ریڈیو اور اخبار ہے، الیکٹرانک میڈیا تیز ترین ذریعہ ہے معلومات کے تبادلے کا جبکہ ایک نیا میڈیا بھی آجکل میدان میں اتر آیا ہے جس کو انٹرنیٹ کہتے ہیں۔ انٹرنیٹ پر آپ کے پاس الیکٹرانک یا پرنٹ میڈیا کی نسبت اظہار رائے کی زیادہ آزادی ہے۔ مگر اس کے لیے خواندگی شرط ہے۔ جو پڑھے لکھے ہیں وہی اس کا استعمال کر سکتے ہیں مگر ایک بات اور بھی ہے۔ وہ یہ کہ یہ میڈیا ہر کسی کی پہنچ میں بھی نہیں۔ بس اس طرح الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا سب سے زیادہ مقبول ہیں۔ لوگوں کی ذہن سازی کرنے میں میڈیا کا اہم کردار ہے۔

جہدحق پڑھنے والوں کے خطوط

نادرا دفتر کے قیام کا مطالبہ

اوکاڑہ بصیر پور شہر کی آبادی ایک لاکھ نفوس پر مشتمل ہے۔شہر میں نادرا کا دفتر نہیں ہے جس کی وجہ سے مقامی افراد کو شناختی کارڈ بنوانے کے لیے تحصیل ہیڈکوارٹر دیپالپور جانا پڑتا ہے۔اس صورتحال کی وجہ سے مقامی شہریوں کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اوران کا قیمتی وقت بھی ضائع ہوتا ہے۔مقامی شہریوں نے بصیر پور میں نادرا دفتر کے قیام کے لیے نادرا حکام کو متعدد درخواستیں دی ہیں تاہم آج تک کوئی شنوائی نہ ہوئی ہے۔مقامی شہریوں نے نادرا حکام سے مطالبہ کیا ہے کہ بصیر پور شہر میں جلد از جلد نادرا کا دفتر قائم کیا جائے۔مقامی شہری محمد احمد نے بتایا کہ بصیر پور کے شہریوں کو شناختی کارڈ بنوانے کے لیے دیپالپور جانا پڑتا ہے اس صورتحال کی وجہ سے مقامی شہری شدید مشکلات کا شکار ہیں۔نادرا سنٹر دیپالپور کے انچارج محمد تحسین نے بتایا کہ بصیر پور شہر میں نادرا کے دفتر کے قیام کے لیے مقامی سی ایونٹ بصیر پور میں ایک ہال کمرہ حاصل کرلیا گیا ہے۔جس میں نادرا دفتر قائم کیا جائے گا۔ (اصغر حسین حماد ٹاؤن کمیٹی بصیر پور اوکاڑہ)

بجلی اور پانی کی شدید قلت

سکردو سکردو محلّہ علی آباد میں گزشتہ ایک ماہ سے بجلی و پانی کی شدید قلت کا مسئلہ سنگین بنتا جارہا ہے۔بجلی اور پانی کی بندش سے مقامی آبادی کو شدید مشکلات پیش آرہی ہیں۔محلّہ علی آباد 200 گھرانوں پر مشتمل ہے،علاقہ مکینوں کا کہنا ہے کہ گزشتہ ایک ماہ سے بجلی کا ٹرانسفارمر جل گیا ہے جسے محکمہ برقیات کے حکام مرمت نہیں کررہے۔بجلی کی عدم فراہمی کا مسئلہ سنگین ہوگیا ہے لوگوں کو پانی نہ ملنے سے متصل آبادی سے پانی لانا پڑ رہا ہے۔بجلی کی بندش کے خلاف علاقہ مکینوں نے برقیات کے اعلیٰ حکام کو درخواستیں بھی دیں لیکن ایک ماہ گزرنے کے باوجود علاقے کی بجلی بحال نہ ہوسکی۔مکینوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ بچوں کے امتحانات شروع ہوگئے ہیں اور بچے امتحانات کی تیاری سے بھی قاصر ہیں۔علاقہ مکینوں نے ان مسائل کے فوری حل کا مطالبہ کیا ہے۔ (وزیر مظفر)

صحافی کو قتل کی دھمکیاں

سکردو صحافی، کالم نگار اور شاعر شبیر حسن کو نامعلوم افراد کی جانب سے قتل کی دھمکیاں دی جارہی ہیں جس پر صحافی تنظیموں نے شدید احتجاج کیا۔پولیس اور انتظامیہ نے ایک ماہ گزرنے کے باوجود تحقیقات شروع نہیں کی ہیں۔شبیر حسین کو مسلسل ایک ماہ سے قتل کی دھمکیاں مل رہی ہیں۔ان کو گلگت آنے کی صورت میں قتل کی دھمکیاں دی جارہی ہیں،اس واقعے کے حوالے سے مقامی پولیس، پریس کلب بلتستان یونین آف جرنلسٹ اور پرنٹ میڈیا رپورٹر ایسوسی ایشن سے رابطہ کرکے دھمکیوں کے بارے میں آگاہ کیا گیا جس پر صحافی تنظیموں نے کمشنر بلتستان اور پولیس کو نامعلوم فون کالز کے خلاف کارروائی کا مطالبہ کیا ہے لیکن ایک ماہ ہونے کو ہے پولیس اور ضلعی انتظامیہ نے کوئی کارروائی عمل میں نہیں لائی ہے۔متاثرہ صحافی کا کہنا ہے کہ اس کی جان کو شدید خطرہ ہے، اسے تحفظ دیا جائے۔ (وزیر مظفر)

سیوریج کا ناقص نظام

جڑانوالہ ٹی ایم اے کی انجینئرنگ برانچ کی غفلت کے باعث کینال روڈ پر لاکھوں روپے کی لاگت سے بچھایا جانے والا سیوریج نظام ناکام ہوگیا۔اونچے گٹر بننے اور لائٹس کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے ٹریفک کی روانی متاثر ہونے کے ساتھ ساتھ حادثات میں بھی اضافہ ہوگیا ہے۔سیوریج کا پانی گرین بیلٹ میں جمع ہونے سے سیر و تفریح کیلئے آنے والے لوگوں کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ملحق آبادیوں کا سیوریج نظام خراب ہونے کی وجہ سے پانی گرین بیلٹ پر جمع ہوجاتا ہے جس کے نتیجہ میں گرین بیلٹ جوہڑ میں تبدیل ہوگئی ہے۔شہریوں نے اعلیٰ حکام سے فوری نوٹس لے کر اصلاح احوال کا مطالبہ کیا ہے۔

(میاں نوید)

ضلعی کور گروپ کی کامیاب کاوش

چمن تحصیل چمن کے گاؤں محلّہ حاجی کرم خان کا کوئی کے سربراہ حاجی فتح چمنی نے ایچ آر سی پی ضلعی کور گروپ کو بتایا کہ وہ 22 برس سے ایک سرکاری پرائمری سکول کا مطالبہ کررہے تھے۔گزشتہ سال ایچ آر سی پی کے ضلعی کور گروپ چمن کے متحرک کرنے پر وہ ضلعی و صوبائی اعلیٰ حکام سے ملے اور انہیں اپنے مسئلہ سے آگاہ کیا۔بعدازاں صوبائی محتسب کو درخواست جمع کروائی جس پر 16 اگست کو ان کے محلے کے لیے ایک گورنمنٹ بوائز پرائمری سکول کی منظوری ملی۔جس پر وہ اہلیان محلّہ حاجی کرم خان کا کوئی کی جانب سے ایچ آر سی پی ضلعی کور گروپ کی معاونت کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

(محمد صدیق)

شہریوں کو صاف پانی کی عدم فراہمی

فیصل آباد واسا کی طرف سے شہریوں کو فراہمی آب کے دعوے ایک طرف لیکن شہر کی 70 فیصد آبادی آج بھی صاف پانی کی ضرورت پوری کرنے کیلئے متبادل ذرائع استعمال کرنے پر مجبور ہے۔پنجاب حکومت، فرانس، جاپان اور یو ایس ایڈ سمیت دیگر مالیاتی اداروں کے تعاون سے واسا فیصل آباد کو اربوں روپے کے فنڈز جاری کئے جانے کے باوجود 70 فیصد شہری آبادی پینے کے صاف پانی سے محروم ہے۔حال ہی میں پنجاب حکومت اور یونیسیف کے تعاون سے شہریوں کو صاف پانی کی فراہمی کیلئے بھی ڈیڑھ ارب روپے جاری کئے گئے۔شہری آبادی کے بڑے حصہ کو صاف پانی کی فراہمی نہ ہونے کے باعث شہری سمندری روڈ پر نہر کنارے لگائے جانے والے واٹر پمپس سے اپنی ضرورت پوری کرنے پر مجبور ہیں۔دوسری جانب بغیر فلٹریشن کے پانی کی فروخت اور کیمیکل زدہ پلاسٹک کے کین کا استعمال انسانی جانوں سے کھیلنے کا سبب بن رہے ہیں۔سمندری روڈ سمیت دیگر مقامات پر لگائے گئے واٹر پمپ شہر کی 60 فیصد آبادی کو پینے کا پانی فراہم کررہے ہیں۔کیمیکل زدہ پلاسٹ کے کینوں سے لیس گدھا گاڑیاں 10 روپے سے 25 روپے تک فی کین گھروں تک پانی فراہم کرتی ہیں جو کسی طور بھی ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کے مقرر کردہ معیار کے مطابق نہیں۔شہری حلقوں کا کہنا ہے کہ واسا کے فراہم کردہ پانی سے بدبو آتی ہے کیونکہ یہ پانی میلوں لمبی پائپ لائنوں سے گزر کر گھروں تک پہنچتا ہے اگرچہ اسے کیمیکل ملا کر پاک کردیا جاتا ہے لیکن پینے کیلئے ناخوشگوار احساس پیدا کرتا ہے جبکہ کھلی کینوں کا پانی بدبو سے پاک ہوتا ہے اسلئے لوگ اسکے استعمال کو ترجیح دیتے ہیں تاہم اگر حکومت پینے کے صاف پانی کی فراہمی یقینی بنادے تو مسائل حل ہوسکتے ہیں۔

(میاں نوید)

9 نومبر 2014 حیدرآباد: ایچ آر سی پی نے
''سندھ مصنفین/فنکاروں کے کنونشن'' کا انعقاد کیا

14 نومبر 2014 کراچی: ایچ آر سی پی نے ''انتخابی اصلاحات پر مشاورت'' کا اہتمام کیا

21 اکتوبر 2014،
لاہور: ''لازمی تعلیم کے لیے مشکلات اور اُمیدیں'' پر ایک اجلاس

07 نومبر 2014،
لاہور: ''اکانومی واچ: بجٹ 2014-15 اور عوام کے حقوق'' پر ایک مشاورت کا اہتمام کیا گیا

پبلشر: ندیم فاضل: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق
''ایوان جمہور'' 107۔ ٹیپو بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور
فون : 35838341-35864994 فیکس : 35883582
ای میل hrcp@hrcp-web.org ویب سائٹ : www.hrcp-web.org
پرنٹر : مکتبہ جدید پریس، 14 ایمپرس، لاہور Registered No. LRL-15